www.iqbalkalmati.blogspot.com

وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ

پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں (القرآن)

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا

تالیف

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

248،73
س ل ی س

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ---------- سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا
تالیف ---------- علامہ سید سلیمان ندوی
ناشر ---------- محمد سرور عاصم
کمپوزنگ/ڈیزائننگ ---------- مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز
اشاعت ---------- جون 2006ء
قیمت ----------

مکتبہ رحمانیہ
۹۹۔۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر.....15940

ملنے کا پتہ
مکتبہ اسلامیہ
لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973
فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہؓ کو	11	علامہ سید سلیمان ندوی اور سیرت عائشہؓ
36	تہذیب اور سلیقہ کی باتیں سکھانا	15	دیباچہ
39	**خانہ داری**	16	تمہید
39	گھر کا نقشہ	16	سیرت عائشہ کی اہمیت
40	اثاث البیت	17	ماخذ
40	فقر و فاقہ	18	انتساب
41	اپنے ہاتھ سے پکانا		**ابتدائی حالات**
41	نظم و آمدنی و صرف	19	(از ولادت تا ازدواج)
42	**معاشرتِ ازدواجی**	19	نام و نسب و خاندان
42	اسلام اور عورت	20	ولادت
42	آنحضرت ﷺ کا برتاؤ بیویوں کے ساتھ	21	بچپن
43	بیوی سے محبت	23	شادی
44	شوہر سے محبت	27	ہجرت
44	بیوی کی مدارات	28	رخصتی
49	دل بہلانا	30	جاہلیت کی رسموں کو مٹانا
51	ساتھ کھانا	31	**تعلیم و تربیت**
51	سفر میں ہمراہی	32	عرب میں نوشت و خواند کا حال
52	ساتھ دوڑانا	32	باپ سے تعلیم حاصل کرنا
52	ناز و انداز	32	شوہر سے تعلیم حاصل کرنا
55	خدمت گزاری	33	لکھنا پڑھنا
55	اطاعت اور احکام کی پیروی	33	تعلیم کا طریقہ
57	باہمی مذہبی زندگی	33	مجلس درسِ نبوی سے استفادہ
		33	آنحضرت ﷺ سے علمی سوالات

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
گھر میں فرائضِ نبوت	58
سوکنوں کے ساتھ برتاؤ	60
حضرت عائشہؓ کی سوکنیں	61
حضرت خدیجہؓ کے ساتھ	61
حضرت سودہؓ کے ساتھ	61
حضرت حفصہؓ کے ساتھ	62
حضرت ام سلمہؓ کے ساتھ	62
حضرت جویریہؓ کے ساتھ	63
حضرت زینبؓ کے ساتھ	65
حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ	65
حضرت میمونہؓ کے ساتھ	65
حضرت صفیہؓ کے ساتھ	66
مشتبہ اور غلط روایات	67
سوتیلی اولاد کے ساتھ برتاؤ	71
سوتیلی اولادیں	71
حضرت زینبؓ	71
حضرت فاطمہؓ کے ساتھ برتاؤ	71
غلط اور مشتبہ روایات	73
واقعۂ افک	74
منافقین کی ریشہ دوانیاں اور سازشیں	75
غزوۂ بنی مصطلق میں منافقین کی کثرت اور شرارتیں	75
حضرت عائشہؓ کی ہم سفری	76
سفر میں ہار کا گم ہونا	76
ہار کی تلاش میں تاخیر	76
قافلہ کی روانگی اور حضرت عائشہؓ کی تنہائی	76
منافقین کی شرارتیں اور تہمت	77
صفوان اور حسان اور دیگر شرکائے افک	78
آنحضرت ﷺ کا حضرت علیؓ اور...... حضرت اسامہؓ سے مشورہ	78
لونڈی کی شہادت	78
بنوامیہ کا ایک الزام حضرت علیؓ پر اور اس کی تردید	79
مسجد میں آنحضرت ﷺ کا خطبہ اور منافقین کی شورش	79
حضرت عائشہؓ کی حالت	80
آنحضرت ﷺ کا سوال اور حضرت عائشہؓ کا جواب	80
اس سازش سے منافقین کے مقاصد	80
نزول برأت	80
سر ولیم میور کی غلطیاں	82
تیمّم کا حکم	84
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خوشی	86
تحریم، ایلاء اور تخییر	
تحریم کا واقعہ	86
ازالۂ شکوک	89
ایلاء کا واقعہ	91
تخییر کا واقعہ	93

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عنوان	صفحہ نمبر
بیوگی (۱۱ ہجری)	94
آنحضرت ﷺ کے مرض کا آغاز	94
حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں آنا اور اس کا سبب	
حضرت ابوبکرؓ کی امامت کا واقعہ	94
حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھے ہوئے آنحضرت ﷺ کا وفات پانا	96
حضرت عائشہؓ کا حجرہ مدفن نبوی بنا	96
امہات المومنین کے لیے نکاح ثانی کی ممانعت اور اس کے اسرار	96
عام حالات	98
عہدِ صدیقی	98
وراثت کے جھگڑے	98
داغِ بے پدری	99
وفات کے وقت حضرت ابوبکرؓ کی حضرت عائشہؓ سے گفتگو	99
عہد فاروقیؓ	99
حضرت عمرؓ کا سلوک حضرت عائشہؓ کے ساتھ	100
حضرت فاروقؓ کی وفات اور حضرت عائشہؓ کا ایثار	100
حضرت عثمانؓ کا عہد	100
اسلام میں فتنہ کا آغاز اور اس کے اسباب	102
ابن سبا کی جماعت کا پیدا ہونا	103
کوفہ، بصرہ اور مصر کے باغیوں کی سازش	103
مدینہ کا محاصرہ	103
حضرت عائشہؓ کا اپنے بھائی محمد کو سمجھانا	104
حضرت عائشہؓ کا سفرِ حج	104
حضرت عثمانؓ کی شہادت	104
حضرت عائشہؓ کی روش	104
حضرت علیؓ کا عہد	105
کبار صحابہؓ کا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے متعلق اضطراب اور حضرت عائشہؓ سے مشورہ	106
دعوتِ اصلاح	107
مسلمان عورت کے فرائض	107
حضرت عائشہؓ قوی دل تھیں	107
حضرت عائشہؓ کی فوج کے ساتھ بصرہ کی سمت روانگی	108
بنوامیہ کا مادۂ فاسد	108
نہرِ حواب اور ایک پیشین گوئی	109
مسلمانانِ کوفہ کی کیفیت	110
بصرہ میں حضرت عائشہؓ کی تقریر	110
والیٔ بصرہ کی ناعاقبت اندیشی اور مسجد میں تقریریں	111
اضطراب اور ہیجان	112
مجمع میں حضرت عائشہؓ کی تقریر	112
فریقین میں چھیڑ چھاڑ	114
مخالفین کا حملہ اور حضرت عائشہؓ کی	

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
فہمائش	115
فریقین کا سمجھوتہ	115
پھر اختلافات	116
حضرت عائشہؓ کا بصرہ پر قبضہ اور امرائے کوفہ کے نام خط	117
جنگِ جمل	118
میدانِ جنگ کا منظر	119
مصالحت	120
بنو امیہ اور فرقہ سبائیہ کا باہم شبخون مارنا	120
شب میں ناواقفیت کی وجہ سے جنگ کا آغاز	120
حضرت عائشہؓ کا مصالحت کے لیے آنا	120
حضرت علیؓ کی گفتگو اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ کی علیحدگی اور شہادت	120
حضرت عائشہؓ کا مسلمانوں کو قرآن کا واسطہ دینا	121
سبائیوں کا حضرت عائشہؓ پر حملہ اور بنو ضبہ کی دلاوری اور ان کا رجز	121
جنگ کا خاتمہ	
حضرت علیؓ کا حضرت عائشہؓ کو بعزتِ تمام رکھنا اور مدینہ واپس بھیجنا	123
حضرت عائشہؓ کی ندامت	123
حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے باہمی ملالِ خاطر کی تردید	124
حضرت معاویہؓ کا زمانہ	127
حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ	129
خوارج کے متعلق حضرت عائشہؓ...... کی رائے	129
یزید کی بیعت کا واقعہ	129
امام حسنؓ کی تدفین کا واقعہ	130
وفات	132
متروکات	133
متبنّٰی لینا	134
حلیہ اور لباس	135
اخلاق و عادات	135
قناعت پسندی	136
ہم جنسوں کی امداد	136
شوہر کی اطاعت	137
غیبت اور بدگوئی سے احتراز	137
احسان نہ لینا	138
خودستائی سے پرہیز	138
خودداری	138
انصاف پسندی	139
دلیری	139
فیاضی	140
خشیتِ الٰہی اور رقیق القلبی	141
عبادتِ الٰہی	142
معمولی باتوں کا لحاظ	143
غلاموں پر شفقت	144
فقرا کی حسب حیثیت اعانت	144

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
پردہ کا خیال واہتمام	145	حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ کی تفسیر	157
مناقب	146	وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ کی تفسیر	157
فضل وکمال	147	بعض صحابہ کے اختلافات	158
علم واجتہاد	150	قرأت شاذہ	159
قرآن مجید	150	آیت رضاعت میں غلط فہمی	159
ام المومنینؓ کا عہد طفولیت اور قرآن		**علم حدیث**	160
مجید	150	حضرت عائشہؓ اور دیگر ازواج کا فرق	160
قرآن مجید لکھوانا	151	اکابر صحابہ کی قلت روایات کا سبب	161
مصحف عائشہؓ	151	مکثرین روایت	162
قرآن مجید کے ساتھ ان کا شغف	152	مکثرین روایت میں حضرت عائشہؓ......	
صحابہ اور روایات تفسیر	152	کا درجہ	162
کتب حدیث میں تفسیر کا حصہ	152	حضرت عائشہؓ کی روایتوں کی تعداد	162
حضرت عائشہؓ کی تفسیری روایتیں	153	مکثرین میں روایت کے ساتھ درایت	162
اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ کی تفسیر	153	رعایت مصالح	165
اصول تفسیر کا ایک نکتہ	153	بار بار پوچھنا	165
حَتّٰٓی اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ کی تفسیر	154	روایت میں احتیاط	165
وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی		صحابہ پر استدراک	166
الْیَتٰمٰی کی تفسیر	154	روایت مخالف قرآن حجت نہیں	166
یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ کی تفسیر	155	مغز سخن تک پہنچنا	171
مَنْ کَانَ غَنِیًّا کی تفسیر	155	ذاتی واقفیت	174
حضرت ابن عباسؓ کا اختلاف	156	قوت حافظہ	176
وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا		معاصرین کی روایتوں پر گرفت	176
کی تفسیر	156	حضرت عائشہؓ کی حدیثوں کی..........	
اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ کی تفسیر	157	ترتیب وتدوین	178

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مضامین	صفحہ نمبر
عمرہ کی روایتیں	178
فقہ وقیاس	178
علم فقہ کی ابتدائی تاریخ	178
حضرت عائشہؓ کا اصول فقہ	179
قرآن مجید سے استنباط	179
حدیث سے استنباط	181
قیاس عقلی	183
سنن کی تقسیم	184
معاصرین کے مسائلِ فقہی میں اختلاف	186
فہرست مسائل مختلف فیہا	186
علم کلام وعقائد	189
خدا کے لیے اعضاء کا اطلاق	189
رویتِ باری تعالیٰ	190
علمِ غیب	191
پیغمبر اور اخفائے وحی	192
انبیا معصوم ہیں	193
معراجِ روحانی	194
الصحابۃ عدول	195
ترتیب خلافت	196
عذاب قبر	196
سماع موتی	197
علم اسرار الدین	197
علم اسرار الدین اور حضرت عائشہؓ	198
قرآن کی ترتیب نزول	199
مدینہ میں اسلام کی کامیابی کا سبب	201
جمعہ کے دن نہانا	202
سفر میں دو رکعت نماز	202
نماز صبح اور نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت	203
بیٹھ کر نماز پڑھنا	203
مغرب میں تین رکعتیں کیوں ہیں؟	204
صبح کی نماز میں دو ہی رکعت کیوں رہیں؟	204
صومِ عاشورہ کا سبب	205
پورے رمضان میں آپ ﷺ نے تراویح کیوں نہیں پڑھی؟	206
حج کی حقیقت	206
وادی محصب میں قیام	207
قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے کی ممانعت	207
تعمیر کعبہ اور بعض اعمالِ حج	208
سوار ہو کر طواف کرنا	209
ہجرت	210
آپ کا حجرہ میں دفن ہونا	210
طب، تاریخ، ادب، خطابت وشاعری	211
طب	211
تاریخ	212
ادب	214

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مضامین	صفحہ نمبر
خطابت	215
شاعری	216
تعلیم افتاء اور ارشاد	224
تعلیم	224
حضرت عائشہؓ کی درسگاہ	224
تعلیم و درس کا طریقہ	225
طلبہ	225
متبنٰے اور یتیم طلبہ	226
عام مستفیدین	226
غلام، طلبہ اور اعزہ	226
خواتین تلامذہ کی فہرست	227
تلامذۂ خاص	228
عروہ بن زبیر	228
قاسم بن محمد	229
ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؓ بن عوف	229
مسروق کوفی	229
عمرہ بنت عبدالرحمٰن	229
صفیہ بنت شیبہ	230
کلثوم بنت عمر القرشیہ	231
عائشہ بنت طلحہ	231
معاذہ بنت عبداللہ العدویہ	231
افتاء	232
خلفائے اسلام کا استفتا کرنا	232
اکابر صحابہ کا فتویٰ پوچھنا	233
تمام ممالکِ اسلامیہ سے فتاوے آنا	234
اختلافاتِ صحابہ میں حکم ہونا	238
ارشاد و اصلاح و موعظت	238
مردوں کو موعظت	240
عورتوں کی اصلاح	240
اصلاحِ عام	241
زمانۂ حج میں مکہ میں قیام اور اصلاح ایک واقعہ	241
جنس نسوانی پر حضرت عائشہؓ کے احسانات	245
عورتوں کے جنسی درجہ کو بلند کرنا	245
صحابیات کی عرضداشت کو حضرت رسالت پناہؐ کے حضور میں پیش کرنا	245
جن مسائل سے عورتوں کی تحقیر سمجھی جاتی تھی ان کو صاف کرنا	246
مسائل مختلفہ میں عورتوں کی سہولت کا خیال رکھنا	246
غسل میں بال کھولنا	247
حج میں بالوں کا قصر	247
حج میں موزے پہننا	247
حالتِ احرام میں خوشبو لگانا	248
احرام میں چہرہ پر نقاب ڈالنا	248
زیور پر زکوٰۃ	248
خون بہا میں عورت کا حصہ	250

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مضامین	صفحہ نمبر
وراثت میں عورتوں کا حصہ	250
زنانہ مسائل کی تشریح	250
دامن کا طول	251
نکاح میں عورت کی رضامندی	251
اولیاء کو جبر کا حق نہیں	251
زمانۂ عدت میں مسکن ونفقہ	251
زمانہ عدت میں سفر سے گھر آنا	252
بیوی کو اختیار دینا طلاق نہیں ہے	253
جبری طلاق کی تردید	253
تین طلاقوں کی اور زمانہ رجعت کی تحدید	254
حج میں نسوانی معذوری	254
عالم نسوانی میں	
حضرت عائشہؓ کا درجہ	256
حضرت عائشہ اور غیر مسلم مشہور عورتیں	256
حضرت عائشہؓ اور مشاہیر خواتین اسلام	256
حضرت عائشہؓ اور حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہؓ	257
خاتمہ	258
عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدۃ عائشۃؓ علی الصحابہ	259
حضرت عائشہؓ کی عمر پر تحقیقی نظر	272
نکاح کے وقت عمر	273
حضرت عائشہ کی عمر	279
مولانا سید سلیمان ندوی کے اعتراضات کا جواب	279
صغرسنی کی شادی اور حضرت عائشہؓ	279
اصل مبحث	279
بنائے استدلال	280
ضمنی بحث کی وجہ سے کم توجہی	281
نوسال کی عمر میں نکاح کی روایات	282
تاریخ نکاح کی روایات	282
تاریخ رخصتانہ	283
دوسری روایات سے عمر کا قیاس	284
حضرت عائشہ کی ایک اور روایت	285
عمر کے متعلق حضرت عائشہ کا خیال	286
صاحبِ مشکوٰۃ کا قول	286
حضرت عائشہ کی عمر اور مولانا محمد علی کے شبہات کا جواب	288
نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر	290
علامہ عینیؒ کا بیان	292
علامہ ابن عبدالبرؒ کا بیان	293
صاحبِ مشکوٰۃ کا قول	294
سیرتِ عائشہ سے استناد	296
فریق کے دو مؤیدات	299
حضرت ابوبکر کے ارادۂ ہجرت کے واقعہ	300
سے استدلال	301
پہلا طریقہ	305
تسلیم کر کے جواب	308
دوسرا عام طریقہ	313
سورۂ نجم اور سورۂ قمر کے نزول سے استدلال	316
عرب میں نکاحِ صغیر کا رواج	316
خلاصۂ بحث	318

www.iqbalkalmati.blogspot.com

علامہ سید سلیمان ندوی اور سیرت عائشہ

علامہ سید سلیمان ندوی جمعے کے روز ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء کو دیسنہ میں پیدا ہوئے جو ہندوستان کے صوبہ بہار کے ضلع پٹنہ کا مشہور قصبہ ہے۔ ان کا خاندان سادات کا خاندان ہے جو اس نواح میں کتاب وسنت سے وابستگی، تقویٰ شعاری اور علوم دینیہ میں درک کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔ سید صاحب کے والد کا اسم گرامی مولوی سید ابوالحسن تھا، وہ اپنے علاقے کے معروف طبیب تھے اور نہایت مہذب اور وضع دار بزرگ تھے۔

سید سلیمان صاحب کی تعلیم کا آغاز ایک مقامی عالم خلیفہ انور علی مرحوم سے ہوا۔ اپنے برادر کبیر سید ابوحبیب سے بھی درسیات کی ابتدائی درجے کی بعض کتابیں پڑھیں انہوں نے اپنے برادر صغیر کو مولانا شاہ اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان کا درس خاص طور سے بڑے اہتمام کے ساتھ دیا اور اس کے مطالب سے انہیں اس طرح آگاہ کیا کہ وہ ان کے ذہن میں راسخ ہو گئے اور پھر تمام عمر ان کے اثرات فکر وعمل میں کارفرما رہے۔

کچھ عرصہ سید صاحب پھلواری ضلع پٹنہ کی خانقاہ مجیبی کے ایک جلیل القدر عالم مولانا شاہ محی الدین (متوفی ۲۲ اپریل ۱۹۴۷ء) سے عربی کی بعض کتابیں پڑھتے رہے۔

شاہ سلیمان پھلواروی سے منطق وفلسفہ کی چند کتابیں پڑھیں۔ شاہ سلیمان برصغیر کے ممتاز علما، خطبا اور دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ کے بانیوں میں سے تھے۔ پھلواری کی مسندِ مشیخت پر فائز تھے۔ ۵ جون ۱۹۳۵ء کو پھلواری میں فوت ہوئے۔

۱۹۰۱ء میں سید صاحب دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ میں داخل ہوئے اور (۱۹۰۷ تک) سات سال وہاں کے مختلف اساتذہ سے مصروف استفادہ رہے اور سند فراغ حاصل کی۔

۱۹۰۵ء میں جب مولانا شبلی نعمانی ندوۃ العلما کے ناظم تعلیم مقرر کیے گئے اور وہاں آ کر انہوں نے طلبا کی قابلیت اور علمی صلاحیتوں کا جائزہ لیا تو نوجوان سید سلیمان کو ایک جوہر قابل گردانا اور ان کی علمی تربیت کرنا شروع کی۔ عربی ادبیات میں بالخصوص ان کی رہنمائی کی اور وہ ان کی توقعات پر پورا اترے اور عربی میں اس درجہ مہارت پیدا ہوئی کہ خود عرب ان کی گفتگو سن کر حیرت میں ڈوب جاتے تھے۔ علاوہ ازیں تفسیر، حدیث، تاریخ، رجال، منطق وفلسفہ، صرف ونحو غرض تمام علوم کا انہوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا اور وہ ان میں ماہر ہوئے۔ علوم میں اس مہارت وعبور کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۷ء میں انہیں دارالعلوم کے رسالے ''الندوہ'' کا سب ایڈیٹر بنا دیا گیا، جس کے چیف ایڈیٹر خود مولانا شبلی نعمانی تھے۔ فروری ۱۹۱۱ء تک وہ اس منصب سے وابستہ رہے۔ ۱۹۰۸ء میں اسی دارالعلوم میں عربی اور فارسی کے استاذ مقرر کیے گئے۔

اب ان کی شہرت ملک کے علمی اور تصنیفی اداروں میں پہنچ گئی تھی۔ اس زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد کا ہفت روزہ ''الہلال'' ہندوستان کے افق صحافت پر اپنی تابانیاں دکھا رہا تھا۔ اور تمام عالم اسلامی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں اس کا شہرہ تھا۔ مولانا نے سید صاحب کو اس کے عملہ صحافت میں شامل ہونے کی دعوت دی اور وہ مئی ۱۹۱۳ء میں کلکتے تشریف لے گئے اور ''الہلال'' کے ادارہ تحریر میں شامل ہو گئے۔ لیکن زیادہ عرصہ وہاں نہیں رہے۔ دسمبر ۱۹۱۳ء تک اس میں خدمات انجام دے سکے یعنی صرف سات مہینے اس اثنا میں انہوں نے مولانا آزاد کے اسلوب نگارش کو اپنانے کی سعی کی۔

اس کے بعد وہ دوبارہ لکھنؤ آئے، کچھ عرصہ وہاں رہے، پھر پونہ چلے گئے اور ۱۹۱۴ء میں پونہ کے دکن کالج میں فارسی کے اسسٹنٹ لیکچرار مقرر کر دیے گئے۔ یہ خدمت صرف ایک سال ۱۹۱۵ء تک انجام دی۔

۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء مولانا شبلی نعمانی کی زندگی کی آخری تاریخ تھی۔ اس سے قبل وہ سیرۃ النبی کی دو جلدیں مکمل کر چکے تھے اور ان کے دل میں یہ شدید خواہش تھی کہ باقی جلدیں کسی نہ کسی طرح تکمیل کی منزل کو پہنچیں، لیکن موت ان کے بالکل قریب آ گئی تھی اور سیرۃ النبی کے بارے میں وہ سخت پریشان تھے۔ حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ اچانک سید صاحب تشریف لے آئے اور بستر مرگ پر پڑے مولانا شبلی نے ان کو اس کی تکمیل کی تاکید کی۔ سعادت مند شاگرد نے استاد کے آخری ارشاد پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیا اور اعظم گڑھ کو علمی مرکز قرار دے کر پونہ کے دکن کالج کی پروفیسری چھوڑی اور ۱۹۱۵ء میں یہاں آ گئے اور دارالمصنفین کے نام سے تصنیفی ادارہ قائم کیا۔ وہیں سے جولائی ۱۹۱۶ء میں ماہانہ رسالہ ''معارف'' جاری کیا وسط ۱۹۴۶ء تک وہ اس کی ادارت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

جون ۱۹۴۶ء میں انہیں ریاست بھوپال کا قاضی القضاۃ اور امیر جامعہ مقرر کیا گیا اور یہ فرائض انجام دینے کے لیے وہ بھوپال چلے گئے۔ مجلّہ ''معارف'' کی ادارت مولانا معین الدین ندوی کے سپرد کر دی گئی۔ ''معارف'' کا معیار ہمیشہ بلند رہا۔ یہ رسالہ اب تک جاری ہے اور اس کا معیار اب بھی اللہ کے فضل سے بلند ہے۔ کئی سال سے اس کے ایڈیٹر مولانا ضیاءالدین اصلاحی ہیں۔

سید صاحب نے طالب علمی کے زمانے ہی میں مقالہ نویسی و مضمون نگاری میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ ان کا اولین مضمون بہ عنوان ''وقت'' ۱۹۰۳ء میں رسالہ ''مخزن'' میں چھپا، یہ رسالہ شیخ عبدالقادر (متوفی ۹ فروری ۱۹۵۰ء) کی ادارت میں لاہور سے شائع ہوتا تھا اور ادبی و علمی حلقوں میں بڑے شوق سے پڑھا جاتا تھا۔ اس زمانے میں سید صاحب کے وطن دیسنہ میں ''انجمن اصلاح'' کے نام سے ایک انجمن قائم تھی۔ اس کے ایک سالانہ جلسے میں انہوں نے ''علم اور اسلام'' کے موضوع پر مقالہ پڑھا جو بہت پسند کیا گیا۔ لکھنؤ کے ایک اخبار ''اودھ پنچ'' کو اس دور میں بڑی شہرت حاصل تھی۔ سید صاحب نے بعض مشہور مصنفین کے عربی مضامین اردو میں منتقل کر کے شائع کرانے شروع کیے۔

سید صاحب مرحوم کی زندگی علم کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور ان کا شب و روز کا یہی مشغلہ تھا۔ دارالمصنفین (اعظم گڑھ) کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ مقالات و مضامین کے علاوہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انہوں نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں، وہ بے حد اہمیت کی حامل ہیں، ان میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں۔

① سیرۃ النبی: مولانا شبلی مرحوم نے سیرۃ النبی کا جو مسودہ اپنے بعد چھوڑا وہ سید صاحب نے دو جلدوں میں مرتب کر کے شائع کیا۔ اس کے بعد چار جلدیں خود لکھیں۔ یہ ایک مہتم بالشان کام ہے جو انہوں نے مکمل کیا۔

② ارض القرآن: اس کتاب میں ان مقامات کے محل وقوع، جغرافیے اور تاریخ کی تفصیل بیان کی گئی ہے جن کا قرآن مجید میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ ان مقامات میں رہنے والی قوموں کا تذکرہ بھی اس میں آ گیا ہے۔ اس موضوع کی اردو میں یہ اولین کتاب ہے۔

③ حیات مالک: یہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ہے۔

④ عربوں کی جہاز رانی: یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، عربوں کی سمندری تگ و تاز پر مشتمل ہے۔

⑤ سفر افغانستان۔ ⑥ خیام

⑦ حیات شبلی: اس کتاب میں اپنے استاذ محترم مولانا شبلی کے حالات شرح و بسط سے تحریر کیے ہیں۔

⑧ لغات جدیدہ:

⑨ خطبات مدراس: یہ آٹھ خطبات ہیں جو سید صاحب نے جنوبی ہند کی ''اسلامی تعلیمی انجمن'' کی فرمائش پر ۱۹۲۵ء کے اکتوبر اور نومبر میں مدراس میں ارشاد فرمائے تھے۔ ان خطبات کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس کی پوری عملی اور تاریخی زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ہر واقعہ نہایت موثر اور ہر بات قلب و روح کے لیے انتہائی مسرت انگیز ہے۔

⑩ سیرت عائشہ: اب ملاحظہ فرمائیے سید صاحب کی تصنیف سیرت عائشہ کے متعلق چند سطور۔ سیرت عائشہ اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم خدمت ہے جو سید صاحب نے سرانجام دی اس کا آغاز انہوں نے اپنی طالب علمی کے آخری سال میں کیا تھا جب وہ ''الندوہ'' کے سب ایڈیٹر تھے یہ اپریل ۱۹۰۶ کا واقعہ ہے۔ ان کے استاد مکرم مولانا شبلی نے اس کے متعلق ان کی حوصلہ افزائی کی اور ضروری مشورے دیے اس کے بعض اجزاء اپریل ۱۹۰۸ کے ''الندوہ'' میں شائع بھی ہوئے۔ لیکن اس کے بعد ان کے ذہن و فکر پر دوسرے کاموں نے غلبہ پالیا اور یہ سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔ طویل عرصے کے بعد ذہن نے پلٹا کھایا تو کتاب مکمل ہوگئی اور ۱۹۲۰ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ بعد ازاں دوسری دفعہ چھپی، لیکن سید صاحب اس پر نظر ثانی نہ کر سکے جو ان کے نزدیک ضروری تھی۔ تیسری اشاعت کا موقع آیا تو نظر ثانی بھی ہوگئی اور بعض نکات میں اضافہ بھی کر دیا گیا آخر میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدۃ عائشۃ علی الصحابۃ'' بھی شامل کر دیا گیا۔

کتاب بہت سے اہم مسائل پر مشتمل ہے اور اس موضوع کی اولین کتاب ہے اور تحقیق کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اعتبار سے آخری بھی۔! جن مضامین سے کتاب کو مزیّن کیا گیا ہے وہ یہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے ابتدائی حالات، ان کی تعلیم وتربیت، معاشرتی وازدواجی زندگی، سوتیلی اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک، واقعہ افک، اصلاحی کارنامے، قرآن مجید میں مہارت، مسائل پر عبور، قوتِ اجتہاد، فرامین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر عمیق نظر، فقہ وقیاس کا بے پناہ ملکہ، طب، تاریخ، خطابت اور شاعری، سلسلہ افتا، خواتین عالم پر ان کے علمی وتحقیقی احسانات۔ یہ اور ان کے علاوہ بہت سے مضامین نہایت حسنِ ترتیب اور محققانہ اسلوب میں کتاب میں مرقوم ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک بہت بڑا مسئلہ ان کی عمر سے تعلق رکھتا ہے یعنی جب وہ کاشانۂ نبوت میں زوجہ مطہرہ کی حیثیت سے آئیں تو ان کی کیا عمر تھی؟ یہ ایک اہم سوال ہے، جس کے متعلق بہت سے لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو خاص طور سے ہدف بحث ٹھہرایا ہے اور اس ضمن کے تمام اعتراضات کو محکم دلائل کے ساتھ حل فرما دیا ہے۔ اس کتاب کا ہر شخص کو مطالعہ کرنا چاہیے۔ خواتین کو بالخصوص اس کے مشمولات سے استفادہ کرنا چاہیے۔ اس کے صفحات میں شرعی اور دینی معلومات کا بہت بڑا گنجینہ پنہاں ہے۔

سید صاحب اپنے عہد کے بہت بڑے مصنف بھی تھے، شاعر بھی تھے، سیرت نگار بھی تھے، مورخ بھی تھے، عالم دین بھی تھے، ماہر قضیات بھی تھے، مبلغ بھی تھے، خطیب ومقرر بھی تھے، قرآن وحدیث پر بھی عبور رکھتے تھے اور انسانی نفسیات کو بھی خوب سمجھتے تھے۔

سید صاحب بلند فکر اور عالی دماغ عالم تھے۔ اس فقیر کو ان کی زیارت کا شرف حاصل ہے، ان کی مجلس میں حاضر ہونے اور ان کے ارشادات سننے کی سعادت سے بھی یہ عاجز بہرہ مند ہے۔ ان کے شاگردوں اور ان سے ملنے اور تعلق رکھنے والوں سے بھی ان کے متعلق بہت سی باتوں سے باخبر ہونے کے مواقع ملے ہیں۔ وہ شگفتگی وشائستگی کا حسین پیکر تھے۔

طویل عرصے تک وہ ملکی سیاسیات میں بھی عملاً حصہ لیتے رہے، لیکن ۱۹۲۰ء سے تھوڑا عرصہ بعد سیاسی معاملات سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور اپنی تمام سرگرمیوں کا محور تصنیف وتالیف اور دارالمصنفین اعظم گڑھ کے علمی معاملات کو قرار دے لیا تھا۔

تقسیم ملک سے دو سال دس مہینے بعد جون ۱۹۵۰ء میں وہ پاکستان آ گئے تھے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو کراچی میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گیے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ.

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی، سانده۔ لاہور

۱۱۔ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ ۷۔ نومبر ۲۰۰۳ء بروز جمعہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع سوم

سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میری ابتدائی تصنیف ہے۔ جس کا آغاز طالب العلمی ہی میں کیا گیا تھا، مگر اس کی تکمیل استاد مرحوم کی وفات کے بعد ہوئی، اور اشاعت ۱۹۲۰ء میں اس وقت ہوئی جب خاکسار وفد خلافت کے سلسلہ میں لندن میں مقیم تھا، اس کے بعد دوسری دفعہ بھی چھپی مگر نظر ثانی کی نوبت نہیں آئی، مدت سے خیال تھا کہ بعض فقہی مسائل کے متعلق میری تحقیق کا جو نقطۂ نظر بدلا ہے اس کی اصلاح اس میں کر دی جائے۔ بحمد اللہ کہ اب اس کا موقع ہاتھ آیا۔ حوالوں کی دیکھ بھال، عبارت کی درستگی اور بعض نکات کے بڑھانے کی توفیق بھی ملی، آخر کتاب میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''عین الاصابة فی استدراک عائشہ رضی اللہ عنہا'' کو بھی بطور ضمیمہ شامل کرنا مناسب معلوم ہوا تا کہ یہ نایاب رسالہ منظر عام پر آ جائے اور خاکسار کو حدیث شریف کی ایک ادنیٰ خدمت کا شرف حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے ایک ہیچمدان و ہیچمیرز کو یہ سعادت بخشی کہ کاشانۂ نبوت کے اس نورِ باطن کو اس کے ہاتھوں عالم آشکارا فرمایا، جس سے مسلمان بیبیوں کو اپنی ایک ہم جنس کی شکل میں تعلیم نبوی کی مکمل تعلیم کا آئینہ نظر آتا ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کے وقت چاہے مؤلف کی غرض طالب علمانہ ہو اور اس کی تکمیل کے وقت ایک رئیسہ وقت کی فرمائش کا خیال ہو، لیکن اب بحمد اللہ اس نظر ثانی میں حق اور ذات حق کے سوا کچھ مطلوب نہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اوراق سے مسلمانوں کو عموماً اور مسلمان بیبیوں کو خصوصاً اہل بیت نبوی کی محبت اور عمل کی توفیق اور خاکسار مؤلف کو حسن خاتمہ اور مغفرت کا انعام ملے۔

ہیچمدان سلیمان

۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۶۴ھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نو برس گزر گئے، [1] جب مجھے سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اوّل اوّل خیال آیا، اس وقت میں الندوہ کا سب اِڈیٹر تھا اور یہ میرے تعلیمی زمانہ کا آخری سال تھا۔ اپریل ۱۹۰۶ء میں ایک عریضہ کے ذریعہ سے اپنے خیالات استاد مرحوم کی خدمت میں عرض کیے، انہوں نے ہمت بندھائی اور کتابوں کے نام بتائے۔ [2] چنانچہ دو برس کے بعد ایک ٹکڑا ربیع الاوّل ۱۳۲۶ھ مطابق اپریل ۱۹۰۸ء کے الندوہ میں شائع بھی کیا گیا۔ پھر سوءِ اتفاق سے یہ خیال کچھ سرد سا پڑ گیا، لیکن احباب کا تقاضائے شوق برابر جاری رہا۔

مولوی عزیز مرزا مرحوم سے جب ملاقات ہوتی، سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تقاضا کرتے اور میں مسکرا کر خاموش ہو رہتا۔ حضرت استاذ بھی بار بار اس کی تکمیل کی ہدایت فرماتے رہے۔ [3] میرے احباب میں سید عبدالحکیم صاحب ایک بزرگ ہیں، ان کا کوئی خط ''سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا'' کے تقاضے سے خالی نہیں آیا۔ آخر میں نے اپنے سکوت سے ان کو خاموش کر دیا۔ لیکن میرے دوستوں میں ایک صاحب نہایت مستقل مزاج اور صابر نکلے، منشی محمد امین صاحب مہتمم صیغۂ تاریخ بھوپال، پورے آٹھ مہینے تک میرے انکار و تعلل سے بھی مایوس نہ ہوئے۔ آخر ۲۷؍رجب ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۲؍جون ۱۹۱۴ء کو ان کا اصرار میرے انکار پر غالب آیا۔

چونکہ اس کام کی تکمیل میں ایک زمانہ صرف ہوا اور تکمیل کے بعد بھی سامانِ طبع کی گرانی کے باعث اس کی اشاعت میں تاخیر ہوئی اور مختلف تقریب سے اس کا ذکر قلم سے نکل چکا تھا۔ اس لیے بہت جلد اس کا نام زبانوں پر آ گیا، یہ دیکھ کر بعض مستعجل اصحاب قلم نے اس نام سے کئی کتابیں شائع کیں۔ لیکن مجھے اس کا غم نہیں ہوا اور امید ہے کہ میری طرح ناظرین کو بھی غم نہ ہوگا کہ یہ مصنف ''الفاروق'' کی سنت ہے، جو بہر حال مصنف سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش آنی تھی: ''فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ.''

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اہمیت

اردو کی نشأۃ جدیدہ نے ہماری زبان میں جن تصنیفات کا ذخیرہ فراہم کیا ہے، ان سے رجال اسلام کے کارنامے ایک حد تک منظر عام پر آ گئے ہیں، لیکن مخدراتِ اسلام کے کارہائے نمایاں

---

[1] تاریخ آغاز تصنیف یعنی ۱۹۱۴ء تک، ورنہ اختتام تصنیف یعنی ۱۹۱۷ء تک بارہ سال گزرے۔ [2] مکاتیب شبلی، جلد ۲ مکتوب: ۱۴۱ [3] مکاتیب شبلی، جلد ۲ مکتوب: ۵۸، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اب تک پردۂ خفا میں ہیں، سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی کوشش ہے جس کے ذریعہ سے اس صنف کے کارناموں کو بے نقاب کیا گیا ہے، اس کے بعد حالات نے اجازت دی تو نساء الاسلام مرتب ہوگی۔

آج مسلمانوں کے اس دورانحطاط میں، ان کے انحطاط کا بحصہ رسدی آدھا سبب ''عورت'' ہے۔ وہم پرستی، قبر پرستی، جاہلانہ مراسم، غم و شادی کے موقعوں پر مسرفانہ مصارف اور جاہلیت کے دوسرے آثار، صرف اس لیے ہمارے گھروں میں زندہ ہیں کہ آج مسلمان بیبیوں کے قالب میں تعلیمات اسلامی کی روح مردہ ہوگئی ہے، شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ان کے سامنے ''مسلمان عورت'' کی زندگی کا کوئی مکمل نمونہ نہیں۔ آج ہم ان کے سامنے اس خاتون کا نمونہ پیش کرتے ہیں، جو نبوتِ عظمیٰ کی نوسالہ مشارکت زندگی کی بنا پر خواتین خیر القرون کے حرم میں کم و بیش ۴۰ برس تک شمع ہدایت رہی۔

ایک مسلمان عورت کے لیے سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس کی زندگی کے تمام تغیرات، انقلابات اور مصائب، شادی، رخصتی، سسرال، شوہر، سوکن، لاولدی، بیوگی، غربت، خانہ داری، رشک و حسد، غرض اس کے ہر موقع اور ہر حالت کے لیے تقلید کے قابل نمونے موجود ہیں۔ پھر علمی، عملی، اخلاقی ہر قسم کے گوہر گرانمایہ سے یہ پاک زندگی مالا مال ہے۔ اس لیے سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے لیے ایک آئینہ خانہ ہے جس میں صاف طور پر یہ نظر آئے گا کہ ایک مسلمان عورت کی زندگی کی حقیقی تصویر کیا ہے؟

ایک خاص نکتہ جو اس موقع پر لحاظ کے قابل ہے، وہ یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارکہ نہ صرف اس لیے قابلِ مطالعہ ہے کہ وہ ایک حجلہ نشین حرم نبوت کی پاک زندگی کے واقعات کا مجموعہ ہے، بلکہ اس لحاظ سے بھی اس کا مطالعہ ضروری ہے کہ یہ ''دنیا کے بزرگ ترین انسان'' کی زندگی کا وہ نصف حصہ ہے، جو ''مراۃِ کاملہ'' (کامل عورت) کا بہترین مرقع ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

ماخذ

سوانح عمریوں کے لیے عموماً تاریخ کی کتابیں کارآمد ہوتی ہیں، لیکن اس وقت جس زمانہ کے واقعات لکھنا ہیں اس کی تاریخ صرف حدیث کی کتابیں ہیں۔ یہ تمام ذخیرہ درحقیقت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کی مقدس زندگیوں کی عملی تاریخ ہے۔ اس بناء پر میری معلومات کا ماخذ صرف احادیث کی کتابیں ہیں۔ جوامع، مسانید اور سنن سے عموماً اور کہیں کہیں اسماء الرجال کی کتابوں مثلاً طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، تہذیب ابن حجر وغیرہ اور فتح الباری، قسطلانی، نووی وغیرہ شروحِ احادیث سے بھی مدد لی گئی ہے۔ عام تاریخ کی کتابوں کو ہاتھ تک نہیں لگایا ہے۔ جنگ جمل کے متعلق بلاشبہ مجبوری تھی کہ اس کا مفصل تذکرہ احادیث میں نہیں، اس لیے اس باب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں زیادہ تر طبری پر اعتماد کیا گیا ہے۔

حدیث کی کتابوں میں زیادہ تر صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد اور مسند امام احمد بن حنبل میرے پیش نظر رہی ہیں۔ ان کتابوں کا ایک ایک حرف میں نے پڑھا۔ مسند کی چھٹی جلد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرویات میں، ان کے حالات کثرت سے ملے، اس کتاب کے ماخذوں میں سب سے نادر کتاب حاکم کی مستدرک اور سیوطی کی ''عین الاصابہ فی استدراک عائشہ علی الصحابہ'' ہے۔ عین الاصابہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں وہ حدیثیں جمع کی گئی ہیں، جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے معاصرین کی غلطیاں یا غلط فہمیاں ظاہر کی ہیں۔

اربابِ نظر جانتے ہیں کہ کتب احادیث خصوصاً بخاری میں حالات اس قدر متفرق اور منتشر ہیں کہ ان کو ڈھونڈ کر یکجا کرنا چیونٹیوں کے منہ سے شکر کے دانے چننا ہے۔ تاہم مسلسل مطالعہ نے جو سرمایہ فراہم کر دیا ہے، وہ پیش نظر ہے۔ اس موقع پر یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ ایک ہی واقعہ حدیث کی مختلف کتابوں میں یا ایک ہی کتاب کے مختلف ابواب میں مذکور ہوتا ہے۔ میں نے جہاں کہیں کسی کتاب یا کتاب کے باب کا حوالہ دیا ہے، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ واقعہ حدیث کی دوسری کتابوں یا دوسرے ابواب میں نہیں ہے بلکہ جہاں جو حوالہ مناسب سمجھا گیا، دے دیا گیا۔ اس لیے آپ کہیں کہیں ایک ہی واقعہ کے مختلف حوالے پائیں گے۔

انتساب

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آغاز گو مصنف نے صرف اپنے شوق سے کیا تھا، لیکن الحمد للہ کہ اس کا انجام اس کے آغاز سے بہتر ہوا۔ ان اوراق میں جس مخدومۂ جہاں رضی اللہ عنہا کے حالات لکھے گئے ہیں، اس کے مقدس شریک زندگی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک، تاج ہند، ہر ہائنس والیۂ عالیہ بھوپال کی اعانت سے ہماری زبان میں تصنیف ہو رہی ہے۔ ایسی حالت میں ضروری تھا کہ حرم نبوت کی سیرت پاک کی تصنیف کا ایما بھی ادھر ہی سے ہوتا۔

اس تصنیف کی تکمیل کا باعث درحقیقت حضور ممدوحہ ہی کا ارشاد ہے، پہلے مولانائے مرحوم کے ذریعہ سے [1] اور ان کی وفات کے چند روز بعد ۲۹ نومبر ۱۹۱۴ء کو جب مجھے باریابی کا شرف حاصل ہوا تو مشافہۃً سرکار عالیہ نے اس کی تکمیل کا حوصلہ دلایا۔ برسوں کی محنت اور زحمتِ کشی کے بعد بحمد اللہ کہ ایک علمی خدمت کے انجام کے ساتھ تعمیل ارشاد کی مسرت بھی حاصل کر رہا ہوں۔

سید سلیمان (۱۹۲۰ء)

[1] مکاتیب شبلی: جلد ۲ ص ۱۲۸، ۱۲۹۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

نام، نسب، خاندان

عائشہ رضی اللہ عنہا نام، صدیقہ لقب، ام المؤمنین خطاب، ام عبداللہ کنیت اور حمیرا لقب [1] ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنت الصدیق سے بھی خطاب فرمایا ہے۔ [2]

عبداللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے یعنی آپ کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے، جو زیادہ تر اپنے باپ کی نسبت سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ عرب میں کنیت شرافت کا نشان ہے، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اولاد نہ تھی، اس لیے کوئی کنیت بھی نہ تھی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسرت کے ساتھ عرض پرداز ہوئیں کہ اور بیبیوں نے تو اپنی سابق اولادوں کے نام پر اپنی اپنی کنیت رکھ لی ہے، میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں؟ فرمایا: ''اپنے بھانجے عبداللہ کے نام پر [3]'' چنانچہ اسی دن سے ام عبداللہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت قرار پائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام عبداللہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کنیت اور صدیق لقب تھا، ماں کا نام اُم رومان تھا۔ باپ کی طرف سے سلسلۂ نسب عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم، بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب، بن فہر بن مالک اور ماں کی

[1] جن روایتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ''حمیرا'' (گوری) ہے محدثین کے نزدیک وہ سنداً ثابت نہیں ہیں جیسا کہ کتب موضوعات میں زیر حدیث ((خذوا شطر دینکم من الحمیراء)) مذکور ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ نسائی کی ایک روایت میں بسند صحیح یہ لقب مذکور ہے، لیکن مجھ کو تلاش پر بھی یہ روایت نہیں ملی، بلکہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حمیرا ہے جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہے۔ (کشف الخفاء ومزیل الالتباس مما اشتہر علی السنۃ الناس احمد عطار حلبی جلد ا ص ۳۷۴) بہر حال مصنفین کتب رجال نے حمیرا آپ کا لقب لکھا ہے اور لغات الحدیث مثلاً مجمع البحار اور نہایہ وغیرہ میں بھی زیر لفظ ''حمر'' اس کی تصریح ملتی ہے، واللہ اعلم۔

[2] ترمذی: تفسیر سورۃ المؤمنون۔

[3] ابوداؤد: کتاب الادب ومسند ابن حنبل مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد ۶ ص ۹۳ و ۱۰۷۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ، بن سبیع، بن وہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ ہے۔اس لحاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باپ کی طرف سے قریشیہ تیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب ساتویں آٹھویں پشت پر جا کر مل جاتا ہے اور ماں کی جانب سے گیارہویں بارہویں پشت میں کنانہ پر جا کر ملتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ۱۳ھ میں وفات پائی، ان کی ماں ام رومان رضی اللہ عنہا کی نسبت اکثر مورخوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۵ھ یا ۶ھ میں انتقال کیا۔ [1] لیکن یہ صحیح نہیں، معتبر حدیثوں سے ثابت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہیں۔ ۶ھ کے ''واقعہ افک'' کے سلسلہ میں تمام حدیثوں میں ان کا نام آیا ہے۔ ۹ھ کے ''واقعہ تخییر'' کے وقت بھی وہ زندہ تھیں۔ [2] صحیح بخاری میں مسروق تابعی کی روایت ان سے متصلاً مروی ہے۔ [3] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ صغیر میں ان کا نام ان لوگوں میں لکھا ہے جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انتقال کیا اور پہلی روایت پر اعتراض کیا ہے [4] حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب میں اس پر محققانہ نقد لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان بالکل صحیح ہے۔

ولادت

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبداللہ ازدی سے ہوا تھا، عبداللہ کے انتقال کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں، ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو اولادیں ہوئیں، عبدالرحمن اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ ولادت سے تاریخ وسیر کی عام کتابیں خاموش ہیں۔

مؤرخ ابن سعد نے لکھا ہے اور بعض ارباب سیر نے اسی کی تقلید کی ہے کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبوت کے چوتھے سال کی ابتداء میں پیدا ہوئیں اور نبوت کے دسویں سال چھ برس کے سن میں بیاہی گئیں۔'' لیکن یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر نبوت کے چوتھے سال کی ابتداء میں ان کی ولادت مان لی جائے تو نبوت کے دسویں سال ان کی عمر ۶ سال کی نہیں بلکہ سات سال کی ہو گی، اصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق چند باتیں متفقہ طور پر ثابت ہیں، ہجرت سے تین

[1] اسد الغابہ ابن اثیر، جلد ۵ ص ۵۸۳ مطبوعہ مصر۔

[2] طبقات النساء ابن سعد، ص ۵۴ طبع یورپ صحیح بخاری و مسلم واقعہ تخییر و مسند ابن حنبل جلد ۶۔

[3] صحیح بخاری: تفسیر سورۂ نور۔ [4] تاریخ صغیر: امام بخاری، ص ۲۱/طبع الہ آباد۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

برس پہلے ۶ برس کی عمر میں بیاہی گئیں، شوال ۱ھ میں ۹ برس کی تھیں کہ رخصتی ہوئی، ۱۸ سال کی عمر میں یعنی ربیع الاول ۱۱ھ میں بیوہ ہوئیں، اس لحاظ سے ان کی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہوگا۔ یعنی شوال ۹ ھ قبل ہجرت مطابق جولائی ۶۱۴ء۔

آئندہ کے تاریخی واقعات کے سمجھنے کے لیے یہ جان لینا چاہیے کہ نبوت کے ۲۳ سال میں سے تقریباً ۱۳ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں گزرے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب پیدا ہوئی تھیں تو نبوت کے چار سال گزر چکے تھے اور پانچواں سال گزر رہا تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کاشانہ وہ برجِ سعادت تھا جہاں خورشیدِ اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے پرتوافگن ہوئیں، اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسلام کے ان برگزیدہ لوگوں میں ہیں جن کے کانوں نے کبھی کفر وشرک کی آواز نہیں سنی، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا، ان کو مسلمان پایا۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا تھا، وائل کی کنیت ابو القعیس تھی، وائل کے بھائی افلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے وہ ان کے سامنے آتی تھیں [2] اور ان کے رضاعی بھائی بھی کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے۔ [3]

بچپن

غیر معمولی اشخاص اپنے بچپن ہی سے اپنی حرکات وسکنات اور نشو ونما میں ممتاز ہوتے ہیں، ان کے ایک ایک خط وخال میں کشش ہوتی ہے۔ ان کے ناصیۂ اقبال سے مستقبل کا نور خود بخود چمک چمک کر نتیجہ کا پتہ دیتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اسی قسم کے لوگوں میں تھیں، بچپن ہی میں ان کے ہر انداز سے سعادت اور بلندی کے آثار نمایاں تھے، تاہم بچہ بچہ ہے وہ صرف کھیلتا ہے اور کھیلنا ہی اس کی عمر کا تقاضا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی لڑکپن میں کھیل کود کی بہت شوقین تھیں، محلّہ کی لڑکیاں ان کے پاس جمع رہتیں اور وہ اکثر ان کے ساتھ کھیلا کرتیں، لیکن اس لڑکپن اور کھیل کود میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہر وقت ملحوظ رہتا۔

---

[1] بخاری شریف، جلد ا ص ۵۵۲ مصحح مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔ [2] بخاری شریف، جلد ا ص ۳۶۰۔
[3] صحیح بخاری، جلد ا ص ۳۶۱۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھیلتی ہوتیں، اردگرد سہیلیوں کا ہجوم ہوتا، کہ اتفاقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جاتے، وہ جلدی سے گڑیوں کو چھپا لیتیں، سہیلیاں آپ کو دیکھ کر اِدھر اُدھر چھپ جاتیں لیکن چونکہ آپ بچوں سے خاص محبت رکھتے تھے اور ان کے کھیل کود کو برا نہیں سمجھتے تھے، اس لیے لڑکیوں کو پھر بلا بلا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلنے کو کہتے تھے۔ 1 تمام کھیلوں میں ان کو دو کھیل سب سے زیادہ مرغوب تھے، گڑیاں کھیلنا اور جھولا جھولنا۔ 2

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیاں کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے۔ گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے، آپ نے استفسار فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ ''گھوڑا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے۔'' انہوں نے برجستہ کہا: ''کیوں؟ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر تو تھے'' ۔آپ اس بے ساختہ پن کے جواب پر مسکرا دیے۔ 3 اس واقعہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فطری حاضر جوابی، مذہبی واقفیت، ذکاوت ذہن اور سرعت فہم کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عموماً ہر زمانہ کے بچوں کا وہی حال ہوتا ہے جو آج کل کے بچوں کا ہے کہ سات آٹھ برس تک تو انہیں کسی بات کا مطلق ہوش نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی بات کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکپن کی ایک ایک بات یاد رکھتی تھیں، ان کی روایت کرتی تھیں، ان سے احکام مستنبط کرتی تھیں، لڑکپن کے جزئی جزئی واقعات کی مصلحتوں کو بتاتی تھیں۔ لڑکپن کے کھیل کود میں اگر کوئی آیت ان کے کانوں میں پڑ جاتی تو اس کو بھی یاد رکھتی تھیں۔ فرمایا کرتی تھیں کہ مکہ میں جب یہ آیت ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴾ [۵۴/ القمر:۴۶] نازل ہوئی تو میں کھیل رہی تھی۔ 4 ہجرت کے وقت ان کا سن آٹھ برس کا تھا، لیکن اس کم سنی اور کم عمری میں ہوش مندی اور قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام واقعات بلکہ تمام جزئی باتیں ان کو یاد تھیں۔ ان سے بڑھ کر کسی صحابی نے ہجرت کے واقعہ کا تمام مسلسل بیان محفوظ نہیں رکھا ہے۔ 5

1 ابن ماجہ: باب مداراۃ النساء۔ صحیح مسلم: فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا۔

2 ابوداؤد: کتاب الادب۔

3 مشکوۃ: باب عشرۃ النساء۔ ابوداؤد کتاب الادب میں ہے کہ یہ غزوۂ خیبر یا غزوہ تبوک کے زمانہ کا واقعہ ہے غزوۂ خیبر ۷ھ اور تبوک ۹ھ میں ہوا۔ اس لحاظ سے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۳ یا ۱۵ برس کی ہوگی۔

4 صحیح بخاری: تفسیر سورۂ قمر۔ 5 صحیح بخاری: باب الهجرۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شادی

رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہیں۔آپ ﷺ کا سن شریف اس وقت پچیس برس کا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس برس کی تھیں، اس کے بعد وہ پچیس برس تک شرف صحبت سے ممتاز رہیں۔ رمضان ۱۰ نبوت میں ہجرت سے تین برس پہلے انہوں نے وفات پائی، اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر شریف پچاس برس تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ۶۵ برس کی تھیں۔

اسلام میں بیوی کا جو درجہ ہونا چاہیے وہ اس سے ظاہر ہے کہ دنیا میں اپنے عزیز شوہر کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دوسری مسلمان تھیں، تنہائی کے اضطراب میں، مصیبتوں کے ہجوم میں اور ستم گاریوں کے تلاطم میں ہر جگہ وہ اپنے مقدس شوہر کے ساتھ تھیں، وہ ہر ایسے موقع پر آپ کو تسکین دیتی تھیں، آپ کے ساتھ ہمدردی کرتی تھیں اور آپ کی مصیبتوں میں آپ کا ہاتھ بٹاتی تھیں، اب ایسی رفیق وغمگسار بیوی کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ بہت ملول رہا کرتے تھے، بلکہ اس تنہائی کے غم سے زندگی بھی دشوار ہوگئی تھی۔ [1] جانثاروں کو اس کی بڑی فکر ہوئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون المتوفی ۲ھ ایک مشہور صحابی ہیں، ان کی بیوی خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم آپ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ دوسرا نکاح کرلیں۔ آپ نے فرمایا: کس سے! خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بیوہ اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں، جس کو آپ پسند فرمائیں اس کے متعلق گفتگو کی جائے، فرمایا: وہ کون ہیں؟ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بیوہ تو سودہ بنت زمعہ ہیں اور کنواری [2] ابوبکر رضی اللہ عنہ کی لڑکی عائشہ رضی اللہ عنہا، ارشاد ہوا: بہتر ہے تم ان کی نسبت گفتگو کرو۔

---

[1] طبقات ابن سعد، جلد ص ۱۴۱ طبع لائیڈن۔

[2] یورپ کے مستشرقوں اور عیسائی محققوں کی شرمناک جہالتوں کا ایک نمونہ یہ ہے کہ چونکہ "بکر" عربی میں کنوارے کو کہتے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تنہا کنواری بیوی تھیں، اس شرف وامتیاز کی بنا پر ان کے باپ کا خطاب اسلام میں ابوبکر قرار پایا۔ اگر بیگانوں کو اصل واقعہ کی خبر نہ ہو تو محل افسوس نہیں، افسوس تو یہ ہے کہ اپنوں کو بھی گھر کی اطلاع نہیں۔ مسٹر امیر علی جو ہماری جدید تعلیم کی بہترین پیداوار ہیں۔ لائف آف محمد باب ۱۴ میں اس غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں، عرب میں کنیت، عزت کا نشان سمجھا جاتا تھا، کنیت سے خطاب کرنا عربوں میں انتہائی تعظیم تھی، جو لوگ انتہائی معزز ہوتے تھے کنیت کے آگے ان کے اصلی نام گم ہو جاتے تھے، ابوسفیان، ابوجہل، ابولہب، ابوذر کو سب جانتے ہیں لیکن ان کے نام کون جانتا ہے، ابوبکر کا بھی یہی حال ہے، یہ کنیت نہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش بلکہ خود اسلام کی پیدائش سے بھی پہلے رکھی جا چکی تھی، پھر ان کو کون بتائے کہ عربی میں کنوارے کو بکر نہیں کہتے، وہ لفظ بالکسر بکر ہے، بکر، زید، عمرو غیرہ کی طرح عرب کا ایک مشہور علم ہے، بنوبکر بن وائل مشہور قبیلہ تھا، اس کا بکر کے لفظ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں اور ان سے تذکرہ کیا۔ جاہلیت کا دستور تھا کہ جس طرح سگے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز نہیں، عرب اپنے منہ بولے بھائیوں کی اولاد سے بھی شادی نہیں کرتے تھے۔ اس بناء پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: خولہ! عائشہ رضی اللہ عنہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے، آپ سے اس کا نکاح کیونکر ہو سکتا ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا، آپ نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے دینی بھائی ہیں، اور اس قسم کے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔ [1] حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے قبول کر لیا۔

لیکن اس سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جبیر بن مطعم کے بیٹے سے منسوب ہو چکی تھیں، اس لیے ان سے بھی پوچھنا ضروری تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جبیر سے جا کر پوچھا کہ تم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت اپنے بیٹے سے کی تھی، اب کیا کہتے ہو؟ جبیر نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ جبیر کا خاندان ابھی اسلام سے آشنا نہیں ہوا تھا، اس کی بیوی نے کہا: اگر یہ لڑکی ہمارے گھر آ گئی تو ہمارا بچہ بددین ہو جائے گا ہم کو یہ بات منظور نہیں۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم سن بچی تھیں، کبھی کبھی بچپن کے تقاضے سے ماں کی خلاف مرضی کوئی بات کر بیٹھتی تھیں تو ماں سزا دیتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دیکھتے تو رنج ہوتا۔ اس بناء پر حضرت ام رومان سے تاکید فرمادی تھی، کہ ذرا میری خاطر سے ان کو ستانا نہیں، ایک بار آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کواڑ سے لگ کر رو رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم نے میری بات کا لحاظ نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ باپ سے میری بات جا کر لگا آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ بھی کرے لیکن اس کو ستاؤ نہیں۔ [3]

حدیثوں میں آیا ہے کہ نکاح سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے سامنے کوئی چیز پیش کر رہا ہے، پوچھا کیا ہے؟ جواب دیا کہ آپ کی بیوی ہیں۔ آپ نے کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ [4]

---

[1] صحیح بخاری: باب تزویج الصغار من الکبار ص ۷۶۰۔

[2] مسند احمد جزء ۶ ص ۲۱۱۔

[3] مستدرک حاکم۔

[4] صحیح بخاری: مناقب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جب نکاح ہوا تھا تو اس وقت چھ برس کی تھیں۔ [1] اس کم سنی کی شادی کا اصل منشاء نبوت اور خلافت کے درمیان تعلقات کی مضبوطی تھی، ایک تو خود عرب کی گرم آب وہوا میں عورتوں کی غیر معمولی نشو ونما کی طبعی صلاحیت موجود ہے، دوسرے عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قویٰ میں ترقی کی غیر معمولی استعداد ہوتی ہے، اسی طرح قد وقامت میں بھی بالیدگی کی خاص قابلیت ہوتی ہے، اسی کو انگریزی میں ''پری کوشیس'' کہتے ہیں، بہرحال اس کم سنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول کرنا، اس بات کی صریح دلیل ہے کہ لڑکپن ہی سے ان میں نشو ونما، ذکاوت، جودت ذہن اور نکتہ رسی کے آثار نمایاں تھے۔

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ اِس سادگی سے بیان کرتی ہیں کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، ان کی انا آئی اور ان کو لے گئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر نکاح پڑھا دیا۔

مسلمان عورت کی شادی صرف اسی قدر اہتمام چاہتی ہے، لیکن آج ایک مسلمان لڑکی کی شادی مسرفانہ مصارف اور مشرکانہ مراسم کا مجموعہ ہے، لیکن کیا خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مقدس تقریب اس کی عملی تکذیب نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہ ہوئی کہ میرا نکاح ہوگیا، جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی، تب میں سمجھی کہ میرا نکاح ہوگیا، اس کے بعد میری والدہ نے مجھے سمجھا بھی دیا۔ [2]

ابن سعد کی دو روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک مکان دیا تھا، جس کی قیمت پچاس درہم تھی یعنی دس روپے لیکن درایۃً یہ صحیح نہیں ہے۔ دس روپے تو بدحیثیت سے بدحیثیت اور چھوٹے سے چھوٹے مکان کی قیمت بھی نہیں ہوسکتی۔ ابن اسحاق کی

---

[1] بعض بے احتیاط لوگوں نے اس خیال سے کہ کم سنی کی یہ شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موزوں نہیں، اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ ثابت کریں کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ برس کے بجائے ۱۶ برس کی تھی، لیکن یہ کوشش تمام تر بے سود اور ان کا یہ دعویٰ بالکل بے دلیل ہے۔ حدیث وتاریخ کے پورے دفتر میں ایک حرف بھی ان کی تائید میں موجود نہیں، جس کو تفصیل درکار ہو وہ معارف جولائی ۱۹۲۸ء وجنوری ۱۹۲۹ء میں اس بحث کو دیکھے ''س''۔ یہ تفصیل بھی آخر کتاب میں ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر تحقیقی نظر'' کے عنوان سے شامل اشاعت ہے۔

فالحمد للہ علی ذلک۔ [ناشر]

[2] طبقات ابن سعد، ص ۴۰، لائیڈن۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

روایت ہے کہ چار سو درہم مہر مقرر ہوا تھا، لیکن ابن سعد کی ایک دوسری روایت ہے جو خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا۔ 1 یعنی پانچ سو درہم، جس کے تقریباً سو روپے ہوئے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ازواج مطہرات کا مہر عموماً پانچ سو درہم ہوتا تھا۔ 2 مسند ابن حنبل میں بھی خود انہی سے روایت ہے کہ ان کا مہر پانچ سو درہم تھا۔ 3 بہر حال مہر کی اس مقدار کا مقابلہ آج کل کے زرمہر کی تعداد سے کرو جو ہمارے ملک میں جاری ہے، آج مہر کی کمی خاندان کی ذلت سمجھی جاتی ہے، لیکن کیا اسلام کا کوئی خاندان، خانوادۂ صدیق رضی اللہ عنہ سے شریف تر ہے اور کوئی مسلمان لڑکی صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بلند پایہ ہے......!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ازدواج کی تاریخ میں اختلاف ہے، علامہ بدرالدین عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سنہ ہجرت سے دو برس پہلے اور کہا جاتا ہے کہ تین برس پہلے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ڈیڑھ برس پہلے ہوا تھا۔ 4 بعض اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ جس سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

ممکن تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی تاریخ سے نکاح کی تاریخ مقرر کی جاتی لیکن خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی تاریخ بھی متفق علیہ نہیں، ایک روایت ہے کہ سنہ ہجرت سے پانچ برس پہلے انتقال ہوا، دوسری روایت ہے کہ چار برس پہلے اور بعض روایتوں میں ہے کہ تین برس پہلے ہوا، اس اختلاف کے موقع پر خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول زیادہ معتبر ہو سکتا تھا لیکن لطف یہ ہے کہ بخاری اور مسند میں خود ان سے دو روایتیں ہیں ایک میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد نکاح ہوا۔ 5 اور دوسری میں ہے کہ اسی سال کا یہ واقعہ ہے۔ 6 جمہور محققین کا فیصلہ یہ ہے اور روایتوں کا بڑا اور مستند حصہ اسی کا مؤید ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین برس پہلے رمضان المبارک میں انتقال کیا، اور اسی کے ایک مہینہ کے بعد شوال

---

1 طبقات ابن سعد، ص ۴۳۔ 2 صحیح مسلم: کتاب النکاح

3 مسند عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۹۴۔ 4 عمدۃ القاری، جلد ۱ ص ۴۵ قسطنطنیہ

5 صحیح بخاری: فضل خدیجہ رضی اللہ عنہا و مسند احمد: جلد ۶ ص ۵۸۔

6 بخاری: تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا و مسند عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۱۱۸۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھٹا سال تھا۔ اس حساب سے شوال ۳ قبل ہجرت مطابق مئی ۶۲۰ء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ استیعاب میں علامہ ابن عبدالبر نے بھی اسی قول کی توثیق کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو دو روایتیں مذکور ہیں، میری رائے میں اس میں راوی کی غلط فہمی کو دخل ہے، نکاح تو اسی سال ہوا، جس سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی، لیکن زن وشوئی کے تعلقات تین برس بعد قائم ہوئے، جب وہ نو برس کی ہو چکی تھیں۔

ہجرت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد تقریباً تین برس تک میکہ ہی میں رہیں۔ دو برس، تین مہینے مکہ میں اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں۔

مسلمانوں نے اپنے وطن سے دو بار ہجرتیں کی ہیں، پہلے ملک حبش میں اور اس کے بعد مدینہ میں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی حبش کی طرف ہجرت کرنی چاہی تھی اور برک الغماد تک جو مکہ سے پانچ روز کی مسافت پر ایک منزل ہے، پہنچ چکے تھے کہ اتفاق سے ابن الدغنہ نامی ایک شخص کہیں سے آرہا تھا اس نے یہ دیکھ کر کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اب وطن چھوڑ رہے ہیں، قریش کی بدقسمتی پر اس کو افسوس ہوا، اور نہایت اصرار سے اپنی پناہ میں ان کو مکہ واپس لایا۔ [1] ممکن ہے کہ اس سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کا خاندان بھی ہمراہ ہو۔

دوسری مرتبہ جب مکہ کے مشرکوں کے ظلم وستم کے شعلے، مسلمانوں کے صبر وتحمل کے خرمن میں آگ لگا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ روزانہ صبح یا شام کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر بلا ناغہ آیا کرتے تھے۔ ایک دن خلاف معمول چہرۂ مبارک چادر سے لپیٹے، دوپہر کو تشریف لائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دونوں صاحبزادیاں بیٹھی تھیں۔ آپ نے پکار کر آواز دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ذرا لوگوں کو ہٹا دو! میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کوئی غیر نہیں، آپ ہی کے اہل خانہ ہیں۔ آپ تشریف لائے اور ہجرت کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مل جل کر سامان سفر درست کیا۔ [2] دونوں صاحبوں نے مدینہ کی راہ لی اور تمام

---

[1] صحیح بخاری: باب الہجرۃ، جلد ۱، ص ۵۵۲۔

[2] یہ پوری تفصیل خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی صحیح بخاری: باب الہجرۃ، جلد اول، ص ۵۵۲ میں ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اہل وعیال کو یہیں دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ گئے۔ جس دن یہ مختصر قافلہ دشمنوں کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا مدینہ پہنچا، نبوت کا چودہواں سال اور ربیع الاول کی بارہویں تاریخ تھی۔

مدینہ میں ذرا اطمینان ہوا تو آپ نے اہل وعیال کے لانے کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو مکہ بھیجا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا آدمی بھیج دیا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اپنی ماں اور دونوں بہنوں کو لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے جس اونٹ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں، وہ بھاگ نکلا اور اس زور سے دوڑا کہ ہر منٹ پر یہ ڈر تھا کہ اب پالان گرا، اور اب گرا، عورتوں کا جیسا کہ قاعدہ ہے ماں کو اپنی پروا تو نہ تھی لیکن لختِ جگر کے لیے زار و قطار رونے لگیں، آخر میلوں پر جا کر جب اونٹ پکڑا گیا تو ان کو تشفی ہوئی۔ یہ مختصر قافلہ جب مدینہ پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد نبوی اور اس کے آس پاس مکانات بنوا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور آپ کی بیوی حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اسی نئے گھر میں فروکش ہوئیں۔ [1]

رخصتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے عزیزوں کے ساتھ بنو حارث بن خزرج کے محلہ میں اتریں [2] اور سات آٹھ مہینے تک یہیں اپنی ماں کے ساتھ رہیں، اکثر مہاجرین کو مدینہ کی آب و ہوا ناموافق آئی، متعدد اشخاص بیمار پڑ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سخت بخار میں مبتلا ہو گئے، کم سن بیٹی اس وقت اپنے بزرگ باپ کی تیمارداری میں مصروف تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہو کر خیریت پوچھتی، وہ یہ شعر پڑھتے:۔

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ [3]

”ہر آدمی پر اپنے اہل و عیال ہی میں ڈاکہ پڑ رہا ہے، اور موت اس کی چپل کے تسمہ سے بھی اس سے قریب ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیفیت عرض کی، آپ نے دعا فرمائی۔

---

[1] طبقات النساء، ابن سعد، ص ۴۳ میں یہ کل تفصیل موجود ہے۔

[2] ابوداؤد: کتاب الادب۔ [3] صحیح بخاری: کتاب المرضی، رقم: ۵۶۵۴۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے بعد وہ خود بیمار پڑیں اور اب باپ کی غمخواری کا موقع آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹی کے پاس جاتے اور حسرت سے منہ پر منہ رکھ دیتے۔ یہ اس شدت کی علالت تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر کے تمام بال گر گئے۔ 1 صحت ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب آپ اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں بلوا لیتے؟ آپ نے فرمایا: کہ اس وقت میرے پاس مہر ادا کرنے کے لیے روپے نہیں ہیں، گزارش کی کہ میری دولت قبول ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اوقیہ اور ایک نش یعنی سو روپے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قرض لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوا دیے۔ 2 اس واقعہ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ جو مہر کو دنیا کا وہ قرض سمجھتے ہیں جو ادائیگی کی منت سے بے نیاز ہے، مہر عورت کا حق ہے اور اس کو ملنا چاہیے۔

مدینہ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سسرال تھی، انصار کی عورتیں دلہن کو لینے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں، حضرت اُمّ رومان رضی اللہ عنہا نے بیٹی کو آواز دی، وہ اس وقت سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں۔ آواز سنتے ہی ماں کے پاس ہانپتی کانپتی دوڑی آئیں۔ ماں بیٹی کا ہاتھ پکڑے دروازہ تک لائی، وہاں منہ دھلا کر بال سنوار دیے، پھر ان کو اس کمرے میں لے گئیں، جہاں انصار کی عورتیں دلہن کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ دلہن جب اندر داخل ہوئی تو مہمانوں نے ((عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ)) یعنی ''تمہارا آنا بخیر و بابرکت اور فالِ نیک ہو'' کہہ کر استقبال کیا، دلہن کو سنوارا، تھوڑی دیر کے بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ 3

اس وقت آپ کی ضیافت کے لیے دودھ کے ایک پیالہ کے سوا کچھ نہ تھا، حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک سہیلی بیان کرتی ہیں کہ میں اس وقت موجود تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ سے تھوڑا سا دودھ پی کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھایا، وہ شرمانے لگیں۔ میں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ واپس نہ کرو'' انہوں نے شرماتے شرماتے لے لیا، اور ذرا سا پی کر رکھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی سہیلیوں کو دو۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہم کو اشتہا نہیں، فرمایا: ''جھوٹ نہ بولو، آدمی کا ایک ایک جھوٹ لکھا جاتا ہے''۔ 4

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی صحیح روایتوں کی بنا پر دن کے وقت شوال ۱ھ میں ہوئی۔

---

1 صحیح بخاری: باب الہجرۃ میں یہ تمام واقعات مذکور ہیں۔ 2 طبقات النساء: ابن سعد، ص ۴۳۔

3 صحیح بخاری: تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۵۵۱ و صحیح مسلم کتاب النکاح۔

4 مسند احمد بن حنبل مسند اسماء بنت یزید۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی جنگ بدر کے بعد ۲ ھ میں ہوئی تھی۔ 1 لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس بیان کے موافق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دسواں سال ہوگا، حالانکہ حدیث اور تاریخ کی تمام کتابیں متفق ہیں کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف نو سال کی تھیں۔

مذکورۂ بالا بیانات سے اتنا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح، مہر، رخصتی غرض ہر رسم کس سادگی سے ادا کی گئی تھی۔ جس میں تکلف، آرائش اور اسراف کا نام تک نہیں، ﴿وَ فِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ [۸۳/المطففین:۲۶]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے عرب کی بہت سی بے ہودہ اور لغو رسموں کی بندشیں ٹوٹیں۔ سب سے اول یہ کہ عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے خولہ نے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے حیرت سے کہا: "کیا یہ جائز ہے!؟ عائشہ رضی اللہ عنہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے۔" لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَنْتَ اَخٌ فِی الْاِسْلَامِ)) تم صرف اسلامی بھائی ہو۔

دوسری رسم یہ تھی کہ اہل عرب شوال میں شادی نہیں کرتے تھے، پہلے کبھی شوال میں عرب میں طاعون ہوا تھا، اس لیے ماہ شوال کو وہ منحوس سمجھتے تھے اور اس مہینے میں شادی کی کوئی تقریب انجام نہیں دیتے تھے۔ 2

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں اور اسی لیے وہ شوال ہی کے مہینہ میں اس قسم کی تقریبوں کو پسند کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میری شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں اور باایں ہمہ شوہر کے حضور میں مجھ سے خوش قسمت کون تھی۔ 3

عرب میں قدیم سے دستور تھا کہ دلہن کے آگے آگے آگ جلاتے تھے اور یہ بھی رسم تھی کہ شوہر اپنی عروس سے پہلی ملاقات محمل یا محفہ ❁ کے اندر کرتا تھا، بخاری اور قسطلانی نے یہ تصریح کی ہے کہ ان رسوم کی پابندی بھی اس تقریب میں ٹوٹی۔ 4

---

1 عمدۃ القاری: جلد ا، ص ۴۵، طبع قسطنطنیہ۔

2 طبقات النساء ابن سعد ص ۴۱۔ 3 صحیح بخاری و مسلم کتاب النکاح۔

4 صحیح بخاری: کتاب النکاح ❁ عورتوں کی سواری کی پالکی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تعلیم وتربیت

عرب میں خود مردوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا تو عورتوں میں کیا ہوتا۔ جب اسلام آیا تو قریش کے سارے قبیلہ میں صرف سترہ آدمی لکھ پڑھ سکتے تھے۔ ان میں شفاء بنت عبداللہ عدویہ صرف ایک عورت تھیں۔ 1 اسلام کی دنیوی برکتوں میں یہ واقعہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے کہ اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ نوشت وخواند کا فن بھی فروغ پاتا جاتا تھا۔ بدر کے قیدیوں میں جو نادار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا تھا کہ وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ 2 صفہ والوں میں کم وبیش سو اصحاب داخل تھے ان کو دیگر تعلیمات کے ساتھ لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ 3

ازواج مطہراتؓ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ فن شفاء بنت عبداللہ عدویہ سے سیکھا تھا۔ 4 بعض اور صحابیات بھی نوشت وخواند سے آشنا تھیں۔ 5

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج اور خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس کم سنی کی شادی میں بڑی مصلحت یہ تھی کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی فیضان صحبت نے سینکڑوں مردوں کو سعادت کے درجہ اعلیٰ پر پہنچا دیا تھا لیکن فطرۃً یہ موقع عام عورتوں کو میسر نہیں آسکتا تھا۔ صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اس فیض سے متمتع ہوسکتی تھیں اور پھر یہ نور آہستہ آہستہ انہی ستاروں کے ذریعہ سے پوری کائناتِ نسوانی میں پھیل سکتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات بیوہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں داخل ہوئی تھیں۔ اس بنا پر ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی تنہا خالص فیضانِ نبوت سے مستفیض تھیں۔ لڑکپن کا زمانہ جو عین تعلیم وتربیت کا زمانہ ہے، ابھی شروع ہوا ہی تھا کہ سعادت نے ظلمت اور نقص کمال کے ہر گوشہ سے الگ کرکے کاشانۂ نبوت میں پہنچا دیا کہ ان کی ذات اقدس پُرنور اور کامل بن کر دنیا کی نصف لطیف آبادی کے لیے شمع راہ بن جائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سارے قریش میں علم انساب وشعر کے ماہر تھے۔ 6 قریش کے

---

1 فتوح البلدان، بلاذری امر الخط۔ 2 مسند احمد: جلد ا ص ۲۴۶۔

3 مسند احمد: جلد ۳ ص ۱۳۷۔ 4 ابوداود: کتاب الطب۔

5 فتوح البلدان، بلاذری امر الخط۔ 6 صحیح مسلم: مناقب حسان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شاعروں کے جواب میں اسلام کے زبان آور شاعر چوٹی کے جو شعر کہتے تھے، کفار کو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اصلاح و مشورہ کے بغیر لکھے گئے ہیں۔ 1 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی باپ کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔ اس لیے علم انساب کی واقفیت اور شاعری کا ذوق ان کا خاندانی ورثہ تھا۔ 2

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کی تربیت میں نہایت سخت تھے۔ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اس جرم پر کہ انہوں نے مہمان کو جلد کھانا کیوں نہیں کھلا دیا، ایک دفعہ مارنے کو تیار ہو گئے تھے۔ 3 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد بھی اپنی لغزشوں پر باپ سے ڈرا کرتی تھیں۔ 4 کئی موقعوں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سخت تنبیہ کی۔ 5 ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ موقع پیش آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بچالیا۔ 6

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تربیت کا اصلی زمانہ رخصتی کے بعد سے شروع ہوتا ہے انہوں نے اسی زمانہ میں پڑھنا سیکھا، قرآن دیکھ کر پڑھتی تھیں۔ 7 ایک روایت میں ہے کہ لکھنا نہیں جانتی تھیں۔ 8 احادیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کا غلام ذکوان قرآن لکھتا تھا۔ 9 اس سے یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ وہ خود لکھنا نہ جانتی ہوں گی لیکن بعض روایتوں میں یہ مذکور ہے کہ ''فلاں خط کے جواب میں انہوں نے یہ لکھا۔'' 10 ممکن ہے کہ راویوں نے مجازاً لکھوانے کے بجائے لکھنا کہہ دیا ہو، جیسا کہ ایسے موقعوں پر عموماً بولتے ہیں۔

بہرحال نوشت و خواند تو انسان کی ظاہری تعلیم ہے۔ حقیقی تعلیم و تربیت کا معیار اس سے بدرجہا بلند ہے۔ انسانیت کی تکمیل، اخلاق کا تزکیہ، ضروریاتِ دین سے واقفیت، اسرارِ شریعت کی آگاہی، کلامِ الٰہی کی معرفت، احکام نبوی کا علم بھی اعلیٰ تعلیم ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس تعلیم سے کامل

1 اصابہ و استیعاب ذکر حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت۔
2 مستدرک حاکم: ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔
3 صحیح بخاری۔ 4 صحیح مسلم: باب القسم بین الزوجات۔
5 صحیح بخاری: باب التیمم، و صحیح مسلم باب القسم بین الزوجات۔
6 ابوداؤد: کتاب الادب، باب المزاح۔
7 صحیح بخاری: باب تالیف القرآن و بلاذری فصل خط۔
8 بلاذری: فصل خط 9 صحیح بخاری: صلوٰۃ الوسطیٰ، مسند احمد جلد ۶ ص ۷۳۔
10 مسند احمد: جلد ۶ ص ۸۷ ترمذی ص، ۳۹۷۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طور بر بہرہ اندوز تھیں، علوم دینیہ کے علاوہ تاریخ، ادب اور طب میں بھی ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ❶

تاریخ وادب کی تعلیم تو خود پدر بزرگوار سے حاصل کی تھی۔ ❷ طب کا فن ان وفود عرب سے سیکھا تھا جو گاہ گاہ اطرافِ ملک سے بارگاہِ نبوت میں آیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ عمر کے اَخیر دنوں میں اکثر بیمار رہا کرتے تھے، اطبائے عرب جو دوائیں بتایا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو یاد کر لیتی تھیں۔ ❸

علوم دینیہ کی تعلیم کا کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ معلم شریعت خود گھر میں تھا اور شب و روز اس کی صحبت میسر تھی۔ آنحضرت ﷺ کی تعلیم وارشاد کی مجلسیں روزانہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں۔ جو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالکل ملحق تھی، اس بنا پر آپ گھر سے باہر بھی لوگوں کو جو درس دیتے تھے وہ اس میں شریک رہتی تھیں۔ اگر کبھی بُعد کی وجہ سے کوئی بات سمجھ میں نہ آتی، تو آنحضرت ﷺ جب زنان خانہ میں تشریف لاتے، دوبارہ پوچھ کر تشفی کر لیتیں ❹ کبھی اٹھ کر مسجد کے قریب چلی جاتیں ❺ اس کے علاوہ آپ نے عورتوں کی درخواست پر ہفتہ میں ایک خاص دن ان کی تعلیم وتلقین کے لیے متعین فرما دیا تھا۔ ❻

شب و روز میں علوم و معارف کے بیسیوں مسئلے ان کے کان میں پڑتے تھے۔ ان کے علاوہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عادت یہ تھی کہ ہر مسئلہ کو بے تامل آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کر دیتی تھیں اور جب تک تسلی نہ ہو لیتی صبر نہ کرتیں۔ ❼ ایک دفعہ آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ((مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ)) قیامت میں جس جس کا حساب ہوا، اس پر عذاب ہو گیا، عرض کی یارسول اللہ! خدا تو فرماتا ہے:

﴿ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَّسِيرًا ﴾ [۸۴/الانشقاق:۸]

''اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اعمال کی پیشی ہے لیکن جس کے اعمال میں جرح وقدح شروع ہوئی وہ تو برباد ہی ہوا۔'' ❽ ایک دفعہ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! خدا فرماتا ہے: ❾

﴿ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

---

❶ مستدرک حاکم: ذکر عائشہ فی الصحابیات۔

❷ مسند احمد: ابن حنبل جلد ۶ ص ۶۷۔ ❸ مسند احمد: مسند عائشہ رضی اللہ عنہا ص، ۶۷۔

❹ مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ص ۷۷۔ ❺ ایضاً ص ۱۵۹۔ ❻ صحیح بخاری: کتاب العلم۔

❼ صحیح بخاری: کتاب العلم ص ۲۱۔ ❽ صحیح بخاری: کتاب العلم ص ۲۱۔ ❾ مسند احمد: ص ۳۵۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الْقَهَّارِ﴾ [۱۴/ابراہیم:۴۸]

’’جس دن زمین و آسمان دوسری زمین سے بدل دیے جائیں گے اور تمام مخلوق خدائے واحد وقہار کے روبرو ہو جائے گی۔‘‘

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پڑھی: ❶

﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ.﴾ [۳۹/الزمر:۴۸]

’’تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے۔‘‘

’’جب زمین و آسمان کچھ نہ ہوگا تو لوگ کہاں ہوں گے؟‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’صراط پر‘‘۔

اثنائے وعظ میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’قیامت میں لوگ برہنہ اٹھیں گے۔‘‘ عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زن و مرد یکجا ہوں گے، تو کیا ایک دوسرے کی طرف نظریں نہ اٹھ جائیں گی؟ ارشاد ہوا کہ ’’عائشہ رضی اللہ عنہا! وقت عجب نازک ہوگا‘‘۔ ❷ یعنی کسی کو کسی کی خبر نہ ہوگی، ایک بار دریافت کیا کہ ’’یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں ایک دوسرے کو کوئی یاد بھی کرے گا؟‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تین موقع پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ ایک تو جب اعمال تولے جا رہے ہوں گے، دوسرے جب اعمال نامے بٹ رہے ہوں گے، تیسرے جب جہنم گرج گرج کر کہہ رہی ہوگی کہ میں تین قسم کے آدمیوں کے لیے مقرر ہوئی ہوں‘‘۔ ❸

ایک دن یہ پوچھا تھا کہ کفار و مشرکین نے اگر عمل صالح کیا ہے تو اس کا ثواب ان کو ملے گا یا نہیں؟ عبداللہ بن جدعان مکہ کا ایک نیک مزاج اور رحم دل مشرک تھا، اسلام سے پہلے قریش کی باہمی خونریزی کے انسداد کے لیے اس نے تمام رؤسائے قریش کو مجتمع کر کے ایک صلح کی مجلس قائم کی تھی، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: ’’یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ بن جدعان جاہلیت میں لوگوں سے بہ مہربانی پیش آتا تھا۔ غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا، کیا یہ عمل اس کو کچھ فائدہ دے گا؟‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ’’نہیں عائشہ رضی اللہ عنہا! اس نے کسی دن یہ نہیں کہا کہ

❶ مسند احمد: ص ۱۱۰۔ ❷ صحیح بخاری: باب کیف الحشر ص ۹۶۶۔

❸ مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ص ۹۳۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خدایا! قیامت میں میری خطا معاف کرنا''۔ ❶

جہاد اسلام کا ایک فرض ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ جس طرح دیگر فرائض میں زن و مرد کی تمیز نہیں، یہ فرض عورتوں پر بھی واجب ہوگا۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سوال پیش کیا۔ ارشاد ہوا کہ ''عورتوں کے لیے حج ہی جہاد ہے۔'' ❷

نکاح میں رضامندی شرط ہے لیکن کنواری لڑکیاں اپنے منہ سے آپ تو رضامندی نہیں ظاہر کر سکتیں، اس لیے دریافت کیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نکاح میں عورت سے اجازت لے لینی چاہیے؟'' فرمایا: ''ہاں''۔ عرض کی وہ شرم سے چپ رہتی ہے، ارشاد ہوا کہ ''اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔'' ❸

اسلام میں پڑوسیوں کے بڑے حقوق ہیں، اور اس ادائے حق کا سب سے زیادہ موقع عورتوں کو ہاتھ آتا ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ دو پڑوسی ہوں تو کس کو ترجیح دی جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ یہ سوال پیش کیا، جواب ملا کہ ''جس کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔'' ❹

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا ان سے ملنے آئے۔ انہوں نے انکار کیا کہ اگر میں نے دودھ پیا ہے تو عورت کا پیا ہے، عورت کے دیور کا مجھ سے کیا تعلق؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ تمہارا چچا ہے تم اس کو اندر بلا لو۔'' ❺

قرآن مجید کی ایک آیت ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ. ﴾ [۲۳/المؤمنون:۶۰]

''اور وہ لوگ جو کام کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شک تھا کہ جو چور ہے، بدکار ہے، شرابی ہے، لیکن اللہ سے ڈرتا ہے، کیا وہ اس سے مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں عائشہ رضی اللہ عنہا! اس سے وہ مراد ہے جو نمازی ہے، روزہ دار ہے اور پھر خدا سے ڈرتا ہے۔'' ❻

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو خدا کی ملاقات پسند کرتا ہے، خدا بھی اس کی ملاقات

---

❶ مسند عائشہ، ص ۹۳ ❷ صحیح بخاری: باب حج النساء۔ ❸ صحیح مسلم: کتاب النکاح۔

❹ مسند احمد: ص ۱۷۵۔ ❺ صحیح بخاری: باب تربت یمینک، ص ۹۰۹۔

❻ ترمذی و ابن ماجہ و مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۵۹۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پسند کرتا ہے اور جو اس کی ملاقات کو ناگوار سمجھتا ہے، اس کو بھی اس سے ملنا ناگوار ہوتا ہے۔'' عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم میں سے موت کو کوئی پسند نہیں کرتا ہے؟ فرمایا: اس کا یہ مطلب نہیں، مطلب یہ ہے کہ مؤمن جب اللہ تعالیٰ کی رحمت، خوشنودی اور جنت کا حال سنتا ہے تو اس کا دل خدا کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ خدا بھی اس کے آنے کا مشتاق رہتا ہے اور کافر جب خدا کے عذاب اور ناراضی کے واقعات کو سنتا ہے، تو اس کو خدا کے سامنے جانے سے نفرت ہوتی ہے، خدا بھی اس سے نفرت رکھتا ہے۔ [1]

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیسیوں سوالات اور مباحث احادیث میں مذکور ہیں۔ جو درحقیقت ان کے روزانہ تعلیم کے مختلف اسباق ہیں۔

اُن موقعوں پر بھی جہاں بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برہمی اور آزردگی کا اندیشہ ہو سکتا تھا، وہ سوال اور بحث سے باز نہیں آتی تھیں اور درحقیقت خود آپ بھی اس کو برا نہیں مانتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے کسی بات پر آزردہ ہو کر ایلا کر لیا تھا، یعنی عہد فرمایا تھا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات کے پاس نہ جائیں گے۔ چنانچہ ۲۹ دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالا خانہ پر تشریف فرما رہے۔ تمام ازواج رضی اللہ عنہن بے قرار تھیں، اتفاق سے مہینہ ۲۹ دن کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یکم کو یعنی تیسویں دن بالا خانہ سے اتر کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ یہ ایسا موقع تھا کہ جس کی خوشی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سب کچھ بھول جانا چاہیے تھا اور پھر اس واقعہ پر نکتہ چینی بظاہر آپ کو دوبارہ آزردہ کرنا تھا لیکن مزاج شناس نبوت ان سب پر خود نفس شریعت کی گرہ کشائی مقدم سمجھتی تھیں، عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ نے فرمایا تھا ایک ماہ تک ہمارے حجروں میں نہ آئیں گے، آپ ایک دن پہلے کیونکر تشریف لائے؟ فرمایا: ''عائشہ مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔'' [2]

ایک مرتبہ ایک شخص نے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا چاہا، آپ نے فرمایا: ''آنے دو، وہ اپنے خاندان میں برا ہے'' جب وہ آکر بیٹھا تو آپ نے اس سے نہایت توجہ اور لطف و محبت سے باتیں فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعجب ہوا۔ جب وہ اٹھ کر چلا، تو عرض کی یارسول صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ تو اس کو اچھا نہیں جانتے تھے، لیکن جب وہ آیا تو آپ نے اس لطف و محبت کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ ''عائشہ! بدترین آدمی وہ ہے جس کی بد اخلاقی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔'' [3]

---

[1] جامع ترمذی: کتاب الجنائز۔

[2] صحیح بخاری: باب الفرقہ، ص ۳۳۵۔

[3] صحیح بخاری: باب الغیبۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بادیہ عرب کے اجڈ بدوی اور دہقانی چونکہ بد احتیاط تھے اور شرائع اسلام سے ان کو پوری آگاہی نہ تھی، اس لیے آپ ﷺ ان کی چیز کھانے سے احتراز فرماتے تھے، ایک دفعہ ام سنبلہ نامی ایک گاؤں کی عورت آپ کے پاس تحفۃً دودھ لائی، آپ نے پی لیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے، انہوں نے بھی پیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ان کی چیز کھانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ فرمایا کہ عائشہ! یہ وہ لوگ نہیں ہیں، ان کو تو جب بلایا جاتا ہے، آتے ہیں۔ [1] یعنی اسی سبب سے ان کو شریعت کے احکام معلوم ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ''اعتدال کے ساتھ کام کرو، لوگوں کو اپنے نزدیک کرو اور خوشخبری سناؤ کہ لوگوں کا عمل ان کو جنت میں نہ لے جائے گا۔ (بلکہ رحمت الٰہی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آخری بات عجیب معلوم ہوئی، سمجھیں کہ جو لوگ معصوم ہیں وہ تو اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو بھی نہیں! فرمایا: نہیں لیکن یہ کہ خدا اپنی مغفرت اور رحمت سے مجھے ڈھانک لے۔ [2]

ایک دفعہ نماز تہجد کے بعد بے وتر پڑھے، آپ نے سونا چاہا، عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ وتر پڑھے بغیر سوتے ہیں؟ ارشاد ہوا: عائشہ رضی اللہ عنہا میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ [3] بظاہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سوال گستاخی معلوم ہوتی ہے، لیکن اگر وہ یہ نسائیانہ جرأت نہ کرتیں تو آج امت محمدیہ نبوت کی حقیقت سے ناآشنا رہتی۔

ان سوالات اور مباحث کے علاوہ آنحضرت ﷺ خود بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت کی نگرانی کرتے اور جہاں لغزش نظر آتی، ہدایت و تعلیم فرماتے۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ کی خدمت میں چند یہودی آئے اور بجائے "**السلام علیک**'' کے (تم پر سلامتی ہو) زبان دبا کر'' **السام علیک**'' (تم کو موت آئے) کہا، آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں صرف "**وعلیکم**" (اور تم پر) فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سن رہی تھیں، وہ ضبط نہ کر سکیں، بولیں:'' **علیکم السام واللعنة** "(تم پر موت اور لعنت) آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا نرمی چاہیے۔ خدائے عزوجل ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔ [4]

ایک دفعہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی چیز چرائی، زنانہ رسم کے مطابق انہوں نے

---

[1] مسند عائشہ، ص ۱۳۳۔ [2] صحیح بخاری: باب القصد والمداومة علی العمل۔

[3] صحیح بخاری: باب فضل من قام رمضان۔

[4] صحیح بخاری: باب الرفق فی الامر کلہ ص ۸۹۰۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کو بد دعا دی، ارشاد ہوا: ”لَا تَسْتَبْحِی عَنْهُ“ ❶ یعنی بد دعا دے کر اپنا ثواب اور اس کا گناہ کم نہ کرو۔ ایک بار وہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک اونٹ پر سوار تھیں، اونٹ کچھ تیزی کرنے لگا، عام عورتوں کی طرح ان کی زبان سے فقرہ لعنت نکل گیا، آپ نے حکم دیا کہ اونٹ کو واپس کردو، ملعون چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ ❷ یہ گویا تعلیم تھی کہ جانور تک کو برا نہیں کہنا چاہیے۔

عام طور سے لوگ اور خصوصاً عورتیں معمولی گناہوں کی پروا نہیں کرتیں۔ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف خطاب کرکے فرمایا: ((يَا عَائِشَةُ اِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ)) ”عائشہ رضی اللہ عنہا معمولی گناہوں سے بچا کرو، خدا کے ہاں ان کی بھی پرسش ہوگی۔“ ❸ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عورت کا حال بیان کر رہی تھیں، اثنائے گفتگو میں بولیں کہ وہ پست قد ہے۔ آپ نے فوراً ٹوکا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی غیبت ہے۔ ❹

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کسی قدر پست قد تھیں، ایک دن انہوں نے کہا ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بس کیجیے صفیہ رضی اللہ عنہا تو اتنی ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”تم نے ایسی بات کہی کہ اگر سمندر کے پانی میں بھی ملاؤ تو ملا سکتی ہو۔ یعنی یہ غیبت ایسی تلخ بات ہے کہ سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو کل پانی بدمزہ ہو جائے۔“ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تو ایک شخص کی نسبت واقعہ بیان کیا۔ فرمایا کہ ”اگر مجھ کو اتنا اور اتنا بھی دیا جائے تو بھی یہ بیان نہ کروں۔“ ❺ یعنی مجھ کو کسی قدر بھی لالچ دلائی جائے تو میں ایسی بات کسی کے متعلق نہ کہوں۔

ایک دفعہ کسی سائل نے سوال کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا تو لونڈی ذرا سی چیز لے کر دینے چلی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! گن گن کر نہ دیا کرو، ورنہ اللہ تم کو بھی گن گن کر دے گا۔“ ❻ دوسرے موقع پر فرمایا: ”عائشہ! چھوہارے کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو وہی سائل کو دے کر آتش جہنم سے بچو، اسے بھوکا کھائے گا تو کچھ تو ہوگا۔ اور پیٹ بھرے گا اس سے کیا بھلا ہوگا۔“ ❼

ایک موقع پر آپ نے یہ دعا مانگی ”خداوند! مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالت مسکینی میں ہی موت دے اور مسکینوں ہی کے ساتھ قیامت میں اٹھا۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ کیوں؟

---

❶ مسند عائشہ: ص ۴۵۔ ❷ ایضاً ص ۷۶۔ ❸ ایضاً ص ۷۰۔
❹ ایضاً ص ۲۰۶۔ ❺ ایضاً ص ۷۰۔ ❻ ابوداؤد: کتاب الادب۔
❼ مسند عائشہ ص ۷۹۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یارسول اللہ ﷺ! فرمایا: "مسکین دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے، اے عائشہ! کسی مسکین کو بے نیل مرام واپس نہ کرنا، گو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، مسکینوں سے محبت رکھو اوران کو اپنے پاس جگہ دیا کرو۔" 1

ان مختلف اخلاقی نصائح کے علاوہ نماز، دعا اور دینیات کی اکثر باتیں آنحضرت ﷺ ان کو سکھایا کرتے تھے، وہ نہایت شوق سے ان کو سیکھا کرتی تھیں اور ہر ایک حکم کی شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔ 2

خانہ داری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس گھر میں رخصت ہو کر آئی تھیں وہ کوئی بلند اور عالی شان عمارت نہ تھی۔ بنی نجار کے محلّہ میں مسجد نبوی ﷺ کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے متعدد حجرے تھے۔ ان ہی میں ایک حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسکن تھا۔ یہ حجرہ مسجد کی شرقی جانب واقع تھا۔ 3 اس کا ایک دروازہ مسجد کے اندر مغرب رُخ اس طرح واقع تھا کہ گویا مسجد نبوی ﷺ اس کا صحن بن گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ اسی دروازہ سے ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ جب مسجد میں معتکف ہوتے تو سر مبارک حجرے کے اندر کر دیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بالوں کے اندر کنگھا کر دیتیں۔ 4 کبھی مسجد میں بیٹھے بیٹھے حجرہ کے اندر ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مانگ لیتے۔ 5

حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں اور کھجور کی پتیوں اور ٹہنیوں سے مسقّف تھا، اوپر سے کمبل ڈال دیا گیا تھا کہ بارش کی زد سے محفوظ رہے، بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا، دروازہ میں ایک پٹ کا کواڑ تھا 6 لیکن وہ عمر بھر کبھی بند نہ ہوا، 7 پردہ کے طور پر ایک کمبل پڑا رہتا تھا۔ حجرہ سے متصل ایک بالا خانہ تھا، جس کو مشربہ کہتے تھے، ایلا کے ایام میں آپ نے اسی بالا خانہ پر ایک مہینہ بسر فرمایا تھا۔ 8

---

1 جامع ترمذی: ابواب الزہد۔

2 مسند عائشہ: ص ۱۳۸، ۱۴۷، ۱۵۱۔

3 خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، سمہودی، باب ۴ فصل ۴۔

4 صحیح بخاری: اعتکاف۔ مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۳۱۔ 5 صحیح بخاری: کتاب الحیض۔

6 مسند احمد و ابن سعد و ادب المفرد امام بخاری باب النساء و سمہودی باب ۴ فصل ۴۔

7 سمہودی باب ۴ فصل ۴ 8 ابوداؤد: باب صلوٰۃ الامام قاعدا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گھر کی کل کائنات ایک چارپائی، ایک چٹائی، ایک بستر، ایک تکیہ جس میں چھال بھری تھی۔ آٹا اور کھجور رکھنے کے ایک دو برتن، پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کے ایک پیالہ سے زیادہ نہ تھی۔ 1 مسکن مبارک گو منبع انوار تھا لیکن راتوں کو چراغ جلانا بھی صاحب مسکن کی استطاعت سے باہر تھا۔ 2 کہتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتی تھیں اور گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا۔ 3

گھر میں کل آدمی دو تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کچھ دن کے بعد بریرہ رضی اللہ عنہا نام ایک لونڈی کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ 4 جب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا صرف دو بیویاں رہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز بیچ دے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں شب باش ہوتے تھے۔ اس کے بعد جب اور ازواج بھی اس شرف سے ممتاز ہوئیں تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کبرسنی کے سبب اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایثاراً دیدی، اس بنا پر نو دن میں دو دن آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر مقیم رہتے۔

گھر کے کاروبار کے لیے بہت زیادہ اہتمام و انتظام کی ضرورت نہ تھی، کھانا پکنے کی بہت کم نوبت آتی تھی، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی تین دن متصل ایسے نہیں گزرے کہ خاندانِ نبوت نے سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔ 5 فرماتی تھیں گھر میں مہینہ مہینہ بھر آگ نہیں جلتی تھی۔ 6 چھوہارے اور پانی پر گزارہ تھا۔ 7 فتح خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سالانہ مصارف کے لیے وظائف مقرر کر دیے تھے 8 اسی وسق (بار شتر) چھوہارا اور ۲۰ وسق جو 9 لیکن ایثار و فیاضی کی بدولت سال بھر کے لیے یہ سامان کبھی کافی نہ ہوا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی محبت سے تحفے اور ہدیے عموماً بھیجتے رہتے، بالخصوص جس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کی باری ہوتی لوگ قصداً ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ 10 اکثر ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے

---

1 احادیث میں مختلف موقعوں پر ان چیزوں کے نام آئے ہیں، دیکھو صلوٰۃ اللیل و کتاب الحیض و کتاب الطہارۃ۔

2 صحیح بخاری: باب التطوع خلف المرأۃ ص ۷۳۔

3 مسند طیالسی: ص ۲۰۷۔

4 صحیح بخاری: ص ۳۴۸ باب استعانۃ المکاتب و واقعہ افک و باب الصدقہ۔

5 صحیح بخاری: معیشت النبی و مسند احمد ص ۲۵۵۔

6 مسند احمد: ۶ ص ۲۱۷، ۲۳۷ و مسند طیالسی ص ۲۰۷ وغیرہ، صحیح بخاری کتاب الاطعمہ میں "ایک مہینہ" کا لفظ ہے۔

7 صحیح بخاری: باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ 8 ابوداؤد: حکم ارض خیبر۔

9 حوالہ سابق۔ 10 صحیح بخاری: فضل عائشہ رضی اللہ عنہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کچھ ہے؟ جواب دیتیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں اور پھر گھر بھر روزہ ہوتا۔ 1 کبھی بعض انصار دودھ بھیج دیا کرتے تھے، اسی پر قناعت کر لیتے۔ 2

اس عقل و شعور کے باوجود جو فطرۃً فیاض قدرت کی طرف سے ان کو عطا ہوا تھا، کم سنی کی غفلت اور بھول چوک سے وہ بری نہ تھیں گھر میں آٹا گوندھ کر رکھتیں اور بے خبر سو جاتیں، بکری آتی اور کھا جاتی۔ 3 ایک دن کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے آٹا پیسا، اس کی ٹکیاں پکائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگیں، شب کا وقت تھا، آپ آئے تو نماز میں مشغول ہوگئے، ان کی آنکھ لگ گئی، ایک پڑوسی کی بکری آئی اور سب کھا گئی 4، دوسری مُسن بیبیوں کے مقابلہ میں کھانا بھی اچھا نہیں پکاتی تھیں۔ 5

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خانگی انتظام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا، وہی سال بھر کا غلہ تقسیم کرتے تھے، ضرورت کے وقت باہر سے قرض لاتے تھے۔ 6 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی ہے تو سارا عرب مسخر ہو چکا تھا، اور تمام صوبوں سے بیت المال میں خزانے کے خزانے لدے چلے آتے تھے۔ تاہم جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک دن کے گزارے کا سامان بھی نہ تھا۔ 7

عہد صدیقی میں بدستور خیبر کی پیداوار سے مقررہ غلہ ملتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں سب کے نقد وظائف مقرر کر دیے، دیگر ازواج کو دس ہزار درہم سالانہ ملتا تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بارہ ہزار پاتی تھیں۔ 8 ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اختیار دیا تھا کہ خواہ وہ غلہ لیں خواہ زمین لے لیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمین لے لی 9 لیکن اس رقم کا اکثر حصہ فقراء اور مساکین پر وقف تھا۔ حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی غالباً یہی طریقہ قائم رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ حجاز ہوئے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے، وہ خالہ کے تمام مصارف کے ذمہ دار تھے، لیکن جس دن بیت المال سے وظیفہ آتا اسی دن شام کو گھر میں فاقہ ہوتا۔ 10

1 مسند احمد: جلد ۶ ص ۴۹۔ 2 مسند احمد: جلد، ص ۲۴۴۔ 3 صحیح بخاری: واقعہ افک۔

4 ادب المفرد امام بخاری، باب لا یوذی جارہ۔ 5 ابوداؤد: باب من افسد شیئاً غرم مثلہ۔

6 ابو داؤد: باب قبول ہدایا المشرکین۔ 7 ترمذی: ص ۴۰۷ مطبع العلوم دہلی۔ 8 مستدرک حاکم: ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا فی الصحابیات۔ 9 صحیح بخاری: باب المزارعہ بالشطر۔ 10 صحیح بخاری: باب مناقب قریش۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معاشرتِ ازدواجی

عورت کے متعلق مشرق ومغرب کا مذاق باہم نہایت مختلف ہے۔ مشرق میں عورت کی محبت دامن تقدس کا داغ ہے، وہ فقط ایوانِ عیش کی شمع دلفروز ہے، جس کی روشنی عزلت نشینان حریم قدس کے تنگ حجروں کو اور بھی تاریک کر دیتی ہے۔

دوسری طرف محبت کیش مغرب اس کو خدا سمجھتا ہے، یا خدا کے برابر جانتا ہے اور کہتا ہے کہ ''جو عورت کی مرضی وہ خدا کی مرضی۔'' یورپ کے نزدیک کسی مذہب کے معقول ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے عورت کا کیا درجہ قائم کیا ہے۔

اسلام کا صراط مستقیم افراط وتفریط کے وسط سے نکلا ہے، وہ نہ عورت کو خدا جانتا ہے نہ زندگی کی راہ کا کانٹا سمجھتا ہے۔ اس نے عورت کی بہترین تعریف یہ کی ہے کہ وہ مرد کے لیے اس کشمکش گاہِ عالم میں تسکین وتسلی کی روح ہے۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً﴾ [۳۰/الروم:۲۱]

''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے خود تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں کہ تم ان کے پاس پہنچ کر تسلی پاؤ اور اسی نے تم دونوں کے درمیان لطف ومحبت پیدا کیا۔''

بہرحال اس موقع پر یہ بحث مقصود نہیں کہ اسلام میں عورت کا کیا درجہ ہے اور اس کے کیا حقوق ہیں، یہاں ہم کو صرف یہ دکھانا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خانگی زندگی میں عملاً ازدواجی تعلقات کا کیا حال تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَ اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ.)) [1]

''تم میں اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے سب سے اچھا ہے اور میں اپنی بیویوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔''

---

[1] صحیح بخاری: جلد دوم، باب حسن المعاشرہ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کی عملی تصدیق اس سے ہوگی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی نو برس تک قائم رہی لیکن اس طویل مدت میں واقعہ ایلا کے سوا کوئی واقعہ باہمی غیر معمولی کشیدگی کا پیش نہیں آیا، ہمیشہ لطف ومحبت اور باہمی ہمدردی وخلوص کی معاشرت قائم رہی۔ خصوصاً جب یہ تصور کیا جائے کہ خاندان نبوت کی دنیاوی زندگی کس عسرت اور فقر وفاقہ سے گزری تھی تو اس لطف ومحبت کی قدر اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

بیوی سے محبت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہایت محبت رکھتے تھے اور یہ تمام صحابہ کو معلوم تھا، چنانچہ لوگ قصداً اسی روز ہدیے اور تحفے بھیجتے تھے جس روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کی باری ہوتی 1 اور ازواج مطہرات کو اس کا ملال ہوتا لیکن کوئی ٹوکنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ آخر سب نے مل کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آمادہ کیا۔ وہ پیام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لخت جگر! جس کو میں چاہوں اس کو تم نہیں چاہو گی؟ سیدۂ عالم کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ وہ واپس چلی آئیں، ازواج نے پھر بھیجنا چاہا مگر وہ راضی نہ ہوئیں۔ 2 آخر لوگوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بیچ میں ڈالا، وہ نہایت سنجیدہ اور متین بی بی تھیں۔ انہوں نے موقع پا کر متانت اور سنجیدگی کے ساتھ درخواست پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ام سلمہ! مجھ کو عائشہ کے معاملے میں دق نہ کرو، کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔“ 3

ایک دفعہ کہیں سے کوئی ہار آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ میں اس کو دوں گا، جو دنیا میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔“ سب نے کہا: یہ ابن قحافہ کی بیٹی (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے ہاتھ لگا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک وخالص محبت رنگین لباسوں اور طلائی زیوروں کے پردہ میں کبھی نہیں ظاہر ہوئی۔ اس لیے آپ نے وہ ہار اپنی کمسن نواسی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی امامہ رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔ 4

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب غزوہ سلاسل سے واپس آئے، تو دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دنیا میں سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ”عائشہ رضی اللہ عنہا کو“ عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی نسبت سوال ہے، فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کے باپ کو“ 5 ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

1 صحیح بخاری: جلد دوم، باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، ص ۵۳۲۔ 2 ایضاً: باب الهدایا۔

3 نسائی: حب الرجل بعض نسائہ۔ 4 مسند احمد: ج ٦ ص ١٠١۔

5 صحیح بخاری باب مناقب ابی بکر۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ریس نہ کیا کرو، وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے۔ 1

ایک دفعہ ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سواری کا اونٹ بدک گیا اوران کو لے کر ایک طرف کو بھاگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر بے قرار ہوئے کہ بے اختیار زبان مبارک سے نکل گیا، وَاعرُوُسَاہُ 2 ''ہائے! میری دلہن۔''

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا، اس لیے کراہ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''ہائے! میرا سر۔'' اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شروع ہوئی اور یہی آپ کا مرض الموت تھا۔ 3 مرض الموت میں بار بار دریافت فرماتے تھے کہ آج کون سا دن ہے؟ لوگ سمجھ گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار ہے 4 چنانچہ آپ کو لوگ ان کے حجرے میں لے گئے اور آپ تا وفات وہیں مقیم رہے اور وہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھے ہوئے وفات پائی۔ 5

فرمایا کرتے تھے کہ ''الٰہی! جو چیز میرے امکان میں ہے (یعنی بیویوں میں معاشرت اور لین دین کی برابری) میں اس عدل سے باز نہیں آتا، لیکن جو میرے امکان سے باہر ہے (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر و محبت) اس کو معاف کرنا۔ 6

عام لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت حسن و جمال کی بنا پر تھی۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے، ازواج مطہرات میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی حسین تھیں، ان کے محاسن ظاہری کی تعریف احادیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں موجود ہے۔ اسی کے ساتھ کمسن اور گویا کنواری بھی تھیں 7 لیکن حسن و جمال کی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ایک دو موقع کے سوا حدیث و تاریخ و سیر میں ایک حرف مذکور نہیں، ایک مستثنیٰ موقع یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ ''تم عائشہ رضی اللہ عنہا کی ریس نہ کرو کہ وہ تم سے خوبصورت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری ہے۔''

---

1 صحیح بخاری: ص ۷۸۵ حب الرجل بعض نسائہ۔

2 مسند احمد: ۶ ص ۲۴۸۔ 3 صحیح بخاری ص ۸۴۶ کتاب المرضی و مسند احمد ص ۲۲۸۔

4 صحیح بخاری: ص ۱۸۶ ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ 5 صحیح بخاری: ص ۶۴۰ باب مرض النبی۔

6 ابوداؤد وغیرہ، باب القسم بین الزوجات۔

7 زرقانی وغیرہ کتب سیر میں ان کی عمر و حالات دیکھو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ سنا تو تبسم فرمایا۔ 1 بہرحال اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر ترجیح رکھتی تھیں۔

اصل یہ ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں۔ 2 اور صحیح مسلم وابوداؤد (کتاب النکاح) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''شادی کے لیے عورت کا انتخاب چار اوصاف کی بنا پر ہوسکتا ہے۔ دولت، حسن و جمال، حسب ونسب، اور دینداری، تم دیندار کی تلاش کرو۔'' اس لیے ازواج میں وہی زیادہ منظور نظر ہوتیں جن سے دین کی خدمت سب سے زیادہ بن آسکتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم مسائل، اجتہاد فکر اور حفظ احکام میں تمام ازواج سے ممتاز تھیں اس بنا پر شوہر کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ علامہ ابن حزم نے ''الملل والنحل'' میں اس مبحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور اس نتیجہ کو بدلائل ثابت کیا ہے۔ 3 صحاح 4 میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ غَيْرُ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ آسِيَةُ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَ اِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ. 5

''مردوں میں تو بہت کامل گزرے لیکن مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا عورتوں میں کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔''

اس حدیث سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس محبت اور قدر و منزلت کا باعث کیا تھا، ظاہری حسن و جمال یا باطنی فضل وکمال۔ باطنی کمالات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا درجہ تھا، اس لیے وہ بھی آنحضرت ﷺ کو محبوب تھیں، حالانکہ عمر کے لحاظ سے وہ مسن تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ۶۵ برس کی ہو کر فوت ہوئیں، لیکن آنحضرت ﷺ کے دل میں ان کی محبت 6 اس شدت سے قائم رہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس پر رشک آتا تھا۔ چنانچہ ایک بار حضرت

---

1 صحیح بخاری: باب موعظۃ الرجل ابنتہ بحال زوجہا۔ 2 مسند احمد: مسند عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۱۵۲۔

3 الملل والنحل: بحث افضلیت صحابہ رضی اللہ عنہم۔

4 مسلم: کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا رقم: ۶۲۹۹۔

5 بخاری: کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ وضرب اللہ مثلا للذین آمنوا: رقم: ۳۴۱۱۔

6 صحیح مسلم: باب فضل خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عائشہ رضی اللہ عنہا نے برے طریقے سے ان کا نام لیا تو آپ نے برہمی ظاہر فرمائی۔ 1

شوہر سے محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف شدید محبت تھی بلکہ شغف وعشق تھا۔ اس محبت کا کوئی اور دعویٰ کرتا تو ان کو ملال ہوتا تھا۔ چنانچہ باہم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں اس کا بڑا خیال تھا، تفصیل آگے آتی ہے۔ کبھی راتوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیدار ہوتیں اور آپ کو پہلو میں نہ پاتیں تو بے قرار ہو جاتیں، ایک دفعہ شب کو آنکھ کھلی، تو آپ کو نہ پایا۔ راتوں کو گھروں میں چراغ نہیں 2 جلتے تھے، ادھر ادھر ٹٹولنے لگیں، آخر ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ملا، دیکھا تو آپ سربسجود مناجات الٰہی میں مصروف ہیں۔ 3 ایک دفعہ اور یہی واقعہ پیش آیا تو شک سے خیال کیا کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں، اٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں، دیکھا تو آپ تسبیح وتہلیل میں مصروف ہیں۔ اپنے قصور پر نادم ہوئیں اور بے اختیار زبان سے نکل گیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں کس خیال میں ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس عالم میں ہیں۔" 4

ایک شب کا اور واقعہ ہے کہ آنکھ کھلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا، شب کا نصف حصہ گزر چکا تھا، ادھر ادھر ڈھونڈا لیکن محبوب کا جلوہ نظر نہیں آیا۔ آخر تلاش کرتی ہوئی قبرستان پہنچیں، دیکھا تو آپ دعا و استغفار میں مشغول ہیں، الٹے پاؤں واپس آئیں اور صبح کو آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، ہاں! رات کوئی کالی کالی چیز سامنے جاتی معلوم ہوتی تھی، وہ تم ہی تھیں؟ 5

ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں آپ کے ساتھ تھیں، رات کو بلا ناغہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محمل میں تشریف لاتے اور جب تک قافلہ چلا کرتا، باتیں کیا کرتے۔ ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: لاؤ ہم دونوں اپنا اپنا اونٹ بدل لیں، رات ہوئی تو حسب معمول آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محمل میں تشریف لائے۔ دیکھا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں، آپ سلام کر کے بیٹھ گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف آوری کی منتظر تھیں، جب قافلہ نے

---

1 صحیح بخاری ومسلم: باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

2 صحیح بخاری: باب التطوع خلف المرأۃ۔ موطا: باب صلوۃ اللیل۔

3 موطا امام مالک: باب ماجاء فی الدعا۔ 4 نسائی: باب الغیرۃ وباب الدعا فی السجود۔

5 حدیث کی مختلف کتابوں میں کسی قدر اختلاف ہے مگر مقصد ایک ہے، صحاح میں باب زیارۃ القبور، دیکھیے خصوصاً نسائی: باب الاستغفار للمؤمنین وباب الغیرۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ضبط نہ ہو سکا، محمل سے اتر پڑیں، دونوں پاؤں گھاس پر رکھ دیے اور بولیں "خداوندا! میں ان کو تو کچھ نہیں کہہ سکتی تو کوئی بچھو یا سانپ بھیج جو مجھ کو آ کر ڈس لے۔" 1

دیکھو! اس فقرہ میں کس قدر نسوانی خصوصیات کی جھلک ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلا کر لیا تھا یعنی عہد کر لیا تھا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات کے پاس نہ آئیں گے۔ باہر حجرہ سے متصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک مردانہ بالاخانہ تھا وہیں قیام فرماتے تھے، تمام بیبیاں گریہ وزاری میں مصروف تھیں 2 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مرضی وہاں جا بھی نہیں سکتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ مہینہ گزرنے کے انتظار میں ایک ایک دن گنتی تھیں 3۔ مہینہ جب ختم ہوا تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے کمرے میں تشریف لائے۔

چونکہ ازواج مطہرات میں مختلف درجوں کی عورتیں تھیں، بعض امراء اور رئیس گھرانوں کی بیٹیاں تھیں اور وہ اس طرح فقیرانہ زندگی بسر کرنے پر راضی نہ تھیں، اس بنا پر تخییر کی آیت نازل ہوئی کہ جو چاہے اس شرف کو قبول کرے اور جو چاہے خانۂ نبوت سے الگ ہو جائے۔ ازواج مطہرات میں کون سی ایسی بدقسمت تھی جو کنارہ کشی پسند کرتی، سب نے بخوشی اسی زندگی کو ترجیح دی، لیکن سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی ابتداء کی اور فضل تقدیم کے لیے منع کر دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا جواب کسی کو نہ بتائیے گا۔ 4 اس فقرہ میں نسوانی فطرت کی جھلک نمایاں ہے۔

اسی کشمکش کے آخر زمانہ میں ارجاء کی آیت نازل ہوئی، یعنی جس بی بی کو آپ چاہیں رکھیں اور جس کو چاہیں الگ کر دیں، گو آپ نے اپنے فطری رحم و مروت کی بنا پر کسی کو الگ کرنا گوارا نہ فرمایا لیکن یہ اختیار بہرحال حاصل ہو چکا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ اختیار مجھ کو عطا ہوا ہوتا تو میں اس شرف میں کسی اور کو ترجیح نہیں دیتی۔ 5

غزوہ موتہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ملال ہوا۔ اسلام میں نوحہ ممنوع ہے، ایک صاحب نے آ کر اطلاع دی کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاں عورتیں نوحہ کر رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منع کر دو۔ وہ گئے اور واپس آئے۔ کہا نہیں مانتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

1 صحیح بخاری: باب القرعہ بین النساء ص ۷۸۵۔

2 صحیح بخاری: باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساءہ ص ۷۸۳۔

3 صحیح بخاری: کتاب المظالم، باب الغرفۃ رقم ۲۴۶۸۔ 4 صحیح بخاری: باب ایلاء روایت عائشہ۔

5 ایضاً: تفسیر سورۃ احزاب و مسند احمد جلد ۶ ص ۷۶۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے فرمایا: ان کے منہ میں خاک ڈال دو۔ وہ پھر گئے اور واپس آ کر کچھ کہنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دروازہ کی درز سے دیکھ رہی تھیں اور بے قرار ہو رہی تھیں کہ نہ یہ صاحب جو آپ کہتے ہیں وہ کرتے ہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان چھوڑ کر جاتے ہیں۔ 1 آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھے سو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اسی طرح آرام فرما رہے تھے کہ ایک خاص سبب سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ میں اندر تشریف لائے اور بیٹی کے پہلو میں کونچا دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں صرف اس خیال سے نہیں ہلی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابِ راحت میں خلل واقع ہو گا۔ 2

بیوی کی مدارات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انسانی معاشرت کے لیے نمونہ تھی۔ اس بنا پر صرف اس تعلیم کے لیے کہ شوہر کو اپنی بیوی کی خوشنودی کی کس طرح کوشش کرنی چاہیے۔ آپ کبھی کبھی ان کے ساتھ غیر معمولی انبساط کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ اوپر گزر چکا ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھیل کود پر بھی مسرت ظاہر فرماتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش کی تھی، اس کی شادی ہونے لگی تو اس تقریب کو معمولی سادگی کے ساتھ انجام دینے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے تو فرمایا۔ "عائشہ! گیت اور راگ تو ہے نہیں۔" 3

ایک دفعہ عید کا دن تھا، حبشی عید کی خوشی میں نیزے ہلا ہلا کر پہلوانی کے کرتب دکھا رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ تماشا دیکھنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور وہ پیچھے کھڑی ہو گئیں اور جب تک وہ خود تھک کر نہ ہٹ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اوٹ کیے کھڑے رہے۔ 4

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ بڑھ کر بول رہی تھیں۔ اتفاق سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے یہ گستاخی دیکھی تو اس قدر برہم ہوئے کہ بیٹی کو مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً آڑے آ گئے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے، تو فرمایا: کہو! میں نے تم کو کیسا بچایا۔ 5

ایک دفعہ ایک لونڈی کو لیے ہوئے آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ پھر

---

1 صحیح بخاری: کتاب الجنائز۔ 2 صحیح بخاری: باب تیمم۔

3 مسند احمد ۲۶۹/۶ و بخاری: کتاب النکاح و فتح الباری۔

4 صحیح بخاری: باب حسن المعاشرہ۔

5 ابوداؤد: کتاب الادب، باب ماجاء فی المزاح۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پوچھا کہ تم اس کو پہچانتی ہو؟ عرض کی: نہیں یارسول اللہ ﷺ! فرمایا کہ فلاں شخص کی لونڈی ہے، تم اس کا گانا سننا چاہتی ہو۔ انہوں نے اپنی مرضی ظاہر کی تو وہ تھوڑی دیر تک گاتی رہی۔ آپ ﷺ نے گانا سن کر فرمایا: اس کے نتھنوں میں شیطان باجا بجاتا ہے یعنی اس قسم کے گانے کو آپ نے بذاتہ مکروہ سمجھا۔ 1

دل بہلانا: کبھی کبھی دل بہلانے کو آپ ﷺ کہانی بھی کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اثنائے گفتگو میں خرافہ کا نام آیا، پوچھا خرافہ کو جانتی ہو کون تھا؟ قبیلہ عذرہ کا ایک آدمی تھا، اس کو جن اٹھا کر لے گئے، وہاں اس نے جو بڑے بڑے عجائبات دیکھے تھے، واپس آ کر ان کو لوگوں سے بیان کیا تھا۔ اس بنا پر جب کوئی عجیب بات اب لوگ سنتے ہیں، تو کہتے ہیں یہ خرافہ کی بات ہے۔ 2 (ہماری زبان میں اسی کی جمع خرافات مستعمل ہے)

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہانی کہنی شروع کی، 3 اس کہانی میں عبارت کی جو خوبی ہے اس کا بیان تو کہیں اور آئے گا۔ یہاں صرف نفس قصہ کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ عرب کا مذاق قائم رہے:۔

''ایک دن گیارہ سہیلیاں ایک جگہ مل کر بیٹھی تھیں۔ باہم طے پایا کہ ہر ایک اپنے اپنے شوہر کا حال بے کم وکاست کہہ سنائے۔ پہلی بولی کہ میرا شوہر اونٹ کا وہ گوشت ہے جو کسی پہاڑ پر رکھا ہو، نہ میدان ہے کہ کوئی وہاں تک پہنچ جائے اور نہ گوشت ہی اچھا ہے کہ اس کو کوئی اٹھا لے جائے۔ دوسری نے کہا: میں اپنے شوہر کا حال نہیں بیان کروں گی، اگر بیان کروں تو اس قدر لمبا ہے کہ ڈر ہے کہ کچھ چھوڑ نہ دوں اور اندر باہر کا سب حال نہ کہہ دوں۔ تیسری نے کہا: میرا شوہر بڑا سخت ہے بولوں تو طلاق پا جاؤں اور چپ رہوں تو سمجھو کہ بیاہی ہوں نہ بن بیاہی۔ چوتھی بولی: میرا شوہر حجاز کی رات ہے نہ گرم نہ سرد، نہ ڈر ہے نہ ملال۔ پانچویں نے کہا: میرا شوہر گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے باہر جاتا ہے تو شیر ہو جاتا ہے، جو وعدہ کرے اس میں پھر پوچھنے کی حاجت نہیں۔ چھٹی نے کہا: میرا شوہر ساتھ کھاتا ہے تو اکیلا سب چٹ کر جاتا ہے، پیتا ہے تو سب سڑپ جاتا ہے، لیٹتا ہے تو سب خود اوڑھ لیتا ہے، کبھی دریافت

---

1 مسند احمد (عائشہ رضی اللہ عنہا)۔ 2 شمائل ترمذی: باب حدیث خرافہ و مسند احمد جلد ۶ ص ۱۵۷۔

3 نسائی نے یہ کہانی خود آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حال کے لیے ہاتھ اندر نہیں کرتا۔ ساتویں بولی: میرا شوہر بے وقوف اور نامرد ہے کبھی سر پھوڑ دے، کبھی کچھ توڑ دے۔ آٹھویں نے کہا: میرا شوہر چھونے میں خرگوش (نرم وگداز) اور سونگھنے میں کوسم ہے۔ نویں نے کہا: میرے شوہر کا بڑا مکان ہے، امیر ہے، اس کی تلوار کا پرتلا لمبا ہے (بلند و بالا ہے)، اس کے چولہے میں راکھ کا ڈھیر 1 ہوتا ہے۔ (فیاض ہے) دسویں نے کہا: میرا شوہر مالک ہے اور تم مالک کو کیا سمجھیں، وہ ان سب سے بہتر ہے، اس کے اونٹوں کا بڑا گلہ ہے، وہ گھر میں پڑے رہتے ہیں، چرنے کو نہیں جاتے۔ 2 باجے کی آواز سن لیں تو سمجھ جائیں کہ موت کا دن آ گیا۔ 3 گیارہویں نے اپنی بڑی لمبی کہانی شروع کی، میرے شوہر کا نام ابوزرع ہے، تم ابوزرع کو کیا سمجھیں، اس نے زیوروں سے میرے کان اور چربی سے میرے بازو بھر دیئے، مسرت سے میرا دل خوش کر دیا، بکری والوں کے گھرانے میں مجھے پایا لیکن ہنہنانے والے گھوڑوں، بلبلانے والے اونٹوں، غلہ ملنے والوں اور پھٹکنے والے مزدوروں میں لا کر مجھے رکھ دیا۔ بولتی ہوں تو کوئی برا نہیں کہتا، سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں، پیتی ہوں تو سب پی جاتی ہوں۔ ام ابی زرع! ام ابی زرع کیسی ہے؟ اس کے کپڑوں کی گٹھری بھاری اور اس کے رہنے کا گھر وسیع ہے۔ ابوزرع کا بیٹا، ابوزرع کا بیٹا کیسا ہے؟ سوتا ہے تو ننگی تلوار معلوم ہوتا ہے، کھاتا ہے تو حلوان کا دست کھاتا ہے۔ ابوزرع کی بیٹی، ابوزرع کی بیٹی کیسی ہے؟ والدین کی فرمانبردار اور سوکن کے لیے رشک۔ ابوزرع کی لونڈی! ابوزرع کی لونڈی کیسی ہے؟ کہیں گھر کی کوئی بات باہر نہیں دہراتی، اناج کو فضول نہیں برباد کرتی، گھر کو کوڑا کرکٹ سے نہیں بھرتی۔"

آنحضرت ﷺ تحمل کے ساتھ دیر تک یہ کہانی سنتے رہے۔ پھر فرمایا: عائشہ! میں تمہارے لیے ویسا ہی ہوں، جیسا ابوزرع، ام زرع کے لیے۔ لیکن عین اس وقت جب آپ ﷺ اسی قسم کی لطف و محبت کی باتوں میں مصروف ہوتے، دفعتہً اذان کی آواز آتی، آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے۔

---

1 عرب میں یہ فیاضی کے بیان کا طریقہ ہے۔

2 اس خیال سے کہ خدا جانے مہمان کس وقت آ جائے اور ان کے ذبح کرنے کی ضرورت پڑے۔

3 یعنی کوئی تقریب ہے، اس میں ذبح ہونا ہوگا۔ صحیح بخاری: باب حسن المعاشرہ ص ۷۸۰۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر یہ معلوم ہوتا کہ آپ ہم کو پہچانتے ہی نہیں۔ 1

ساتھ کھانا:

آپ اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک دستر خوان بلکہ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے تھے۔ایک دفعہ ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے، آپ نے ان کو بھی بلا لیا اور تینوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا، 2 (اس وقت تک پردہ کا حکم نہیں آیا تھا) کھانے میں بھی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ وہی ہڈی چوستے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چوستی تھیں، پیالہ میں وہیں پر منہ رکھ کر پیتے تھے، جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منہ لگاتی تھیں۔ 3 ایک دفعہ دونوں ساتھ کھانے میں مصروف تھے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا شکایت لے کر پہنچیں کہ عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو ضرورت سے بھی باہر نکلنے میں ٹوکتے ہیں۔ 4 راتوں کو گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا، اس لیے کبھی کبھی دونوں کا ہاتھ ایک ہی بوٹی پر پڑ جاتا تھا۔ 5

ایک دفعہ ایک ایرانی پڑوسی نے آپ کی دعوت کی، آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہوں گی۔ اس نے کہا: نہیں، ارشاد ہوا تو میں بھی قبول نہیں کرتا۔ میزبان دوبارہ آیا اور پھر یہی سوال و جواب ہوا، اور وہ واپس چلا گیا، تیسری دفعہ پھر آیا، آپ نے پھر فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت ہے؟ عرض کی ''جی ہاں'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے گھر گئے۔ 6

ہم سفری: سفر میں تمام ازواج تو ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں اور کسی کو خاص طور پر ترجیح دینا بھی خلاف انصاف تھا۔ اس بنا پر آپ سفر کے وقت قرعہ ڈالتے تھے جن کا نام آتا وہ شرف ہمراہی سے ممتاز

---

1 یہ واقعہ امام غزالی نے احیاء العلوم باب اشتراط الخشوع میں نقل کیا ہے۔ بخاری: باب کیف یکون الرجل فی اہلہ، میں اس کے قریب قریب ایک حدیث ہے۔

2 معجم طبرانی ص ۴۵ و ادب المفرد امام بخاری باب اکل الرجل مع امرأتہ۔

3 مسند احمد: جلد ۶ ص ۶۴ و سنن ابی داؤد باب مواکلۃ الحائض۔

4 صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب خروج النساء۔ 5 مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۱۷

6 یہ واقعہ غالباً ہجرت کے اوائل سال کا ہوگا، محدثین بیان کرتے ہیں کہ آپ کے تنہا دعوت نہ قبول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس روز خانہ نبوی میں فاقہ تھا، آپ نے مروت اور لطف و اخلاق سے دور سمجھا کہ گھر میں بیوی کو بھوکا چھوڑ کر خود شکم سیر کریں، پڑوسی نے اس لیے دو دفعہ انکار کیا کہ اس کے ہاں سامان ایک ہی آدمی کے لیے تھا، تیسری دفعہ کچھ اور سامان کر کے حاضر ہوا، فقہاء نے اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بے تکلف دوستوں سے انکار دعوت یا کسی اور مہمان کے بڑھانے کے لیے اصرار کرنا جائز ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الاطعمہ میں ہے، نووی بھی دیکھنا چاہیے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوتیں۔ 1 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی متعدد سفروں میں آپ کے ساتھ رہی ہیں۔غزوہ بنی المصطلق میں ساتھ ہونا تو یقینی طور پر ثابت ہے۔انہی میں وہ سفر بھی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے بدلنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ایک اور ہمسفری کا واقعہ احادیث میں مذکور ہے،جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑی تھیں۔

غزوہ بنی المصطلق کے سفر میں دو عجیب واقعے پیش آئے اور دونوں میں خدائے پاک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو امتیاز وشرف کی لازوال دولت بخشی۔ پہلے واقعہ کا نتیجہ حکم تیمّم کا نزول ہے اور دوسرے واقعہ میں معصوم اور پاکباز عورتوں کی برأت کا قانون ہے(تفصیل آگے آتی ہے)مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ کے سفر میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں 2 اور حجۃ الوداع میں تو اکثر ازواج ساتھ تھیں،جن میں ایک یہ بھی تھیں۔

ساتھ دوڑنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہسواری اور تیراندازی کا بہت شوق تھا،صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور خود اپنے سامنے لوگوں سے اس کی مشق کراتے تھے۔ایک غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رفیق سفر تھیں،تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا آؤ دوڑیں دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے،یہ دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں۔کئی سال کے بعد اسی قسم کا ایک موقع پھر آیا،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اب میں بھاری ہوگئی تھی،اب کی باری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔فرمایا:عائشہ رضی اللہ عنہا یہ اس دن کا جواب ہے۔ 3

ناز و انداز: دریائے محبت کی بہت سی لہریں عورت کے خالص نسوانی خصوصیات کے اندر پنہاں ہیں،ناز وانداز عورت کی فطرت ہے۔اس قسم کے واقعات جو احادیث میں مذکور ہیں لوگ ان کو قابل تنقید سمجھتے ہیں،وہ ان کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ ایک امتی کا اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ خطاب ہے اور اس کو بھول جاتے ہیں کہ ایک بیوی اپنے شوہر سے باتیں کر رہی ہے۔

چنانچہ اسی قسم کے جو چند واقعات صحاح میں ہیں وہ اسی حیثیت کے ہیں اور ان کو اسی نظر سے پڑھنا اور سمجھنا چاہیے۔فرماتی ہیں کہ جب یہ حکم اترا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو پیغمبر کے حوالے کر دے(یعنی مہر معاف کر کے زوجیت میں داخل ہو)تو جائز ہے۔تو مجھے غیرت آئی کہ کیا کوئی عورت ایسا بھی کرسکتی ہے لیکن جب ارجاء کی آیت اتری،جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا

1 صحیح بخاری:باب القرعہ بین النساء۔ 2 مسند احمد:مسند عائشہ جلد ۶۔

3 سنن ابی داؤد:باب السبق۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گیا تھا کہ آپ ﷺ جس بیوی کو چاہیں اپنے پاس بلائیں یا اس کے پاس رات گزاریں اور جس کو چاہیں نہ بلائیں تو میں نے کہا کہ ''آپ ﷺ کا خدا دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ کی ہر خواہش کو جلد پوری کرتا ہے۔'' [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا منشاء نعوذ باللہ اعتراض نہیں بلکہ بیوی کا محبوبانہ ناز ہے۔ خواص امت کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب اور ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی خواہشوں کو بھی پورا فرما دیتا ہے اور اس سے مقصود اس کی جمعیت خاطر ہوتی ہے، تا کہ وہ دل جمعی سے اپنے کام میں لگا رہے لیکن آنحضرت ﷺ کا معمول اس اجازت الٰہی کے بعد بھی یہی رہا آپ ﷺ ہر روز ازواج سے باری کی اجازت طلب فرما لیا کرتے تھے۔ [2]

آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اکثر یاد کیا کرتے تھے۔ جس سے دوسری مدعی محبت بیویوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ ایک بار آپ ﷺ اسی طرح ان کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بول اٹھیں: یارسول اللہ ﷺ! آپ کیا اس بڑھیا کا بار بار ذکر چھیڑا کرتے ہیں، خدا نے آپ کو اس سے اچھی بیویاں دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو خدا نے اسی سے اولاد دی۔ [3] یہی روایت مسند احمد میں اسی طرح ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف شروع کی اور بہت دیر تک تعریف فرماتے رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اس پر رشک آیا تو میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک بوڑھی عورت کا جس کے ہونٹ لال تھے اور جس کو مرے ہوئے ایک زمانہ ہو چکا، اتنی دیر سے اتنی تعریف فرما رہے ہیں۔ آپ کو اس سے بہتر بیویاں خدا نے دی ہیں یہ سن کر حضور ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ پھر فرمایا: یہ میری وہ بیوی تھیں کہ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو وہ ایمان لائی اور جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے تو اس نے میری تصدیق کی اور جب لوگ مجھے اپنی امداد سے محروم کر رہے تھے تو اس نے اپنی دولت سے میری غم خواری کی اور اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد روزی کی جب کہ دوسری بیویوں سے مجھے اولاد سے محروم کیا۔ [4]

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا، آنحضرت ﷺ کا مرض الموت شروع ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے سامنے مرتیں تو میں تم کو اپنے ہاتھ سے غسل دیتا اور اپنے ہاتھ

---

[1] صحیح بخاری: تفسیر احزاب۔ [2] صحیح بخاری: تفسیر سورۃ احزاب۔

[3] صحیح بخاری: فضل خدیجہ۔ [4] مسند احمد: جلد ۶، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۱۱۸، ۱۵۰۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے تمہاری تجہیز و تکفین کرتا، تمہارے لیے دعا کرتا۔ عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ میری موت مناتے ہیں، اگر ایسا ہو جائے تو آپ اسی حجرے میں نئی بیوی لا کر رکھیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ 1

کہیں سے کوئی قیدی گرفتار ہو کر آیا تھا اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بند تھا یہ اِدھر عورتوں سے باتیں کر رہی تھیں، وہ اُدھر لوگوں کو غافل پا کر نکل بھاگا، آپ تشریف لائے تو گھر میں قیدی کو نہ پایا، دریافت کیا تو واقعہ معلوم ہوا، غصہ میں فرمایا: ''تمہارے ہاتھ کٹ جائیں۔'' پھر باہر نکل کر صحابہ کو خبر کی، وہ گرفتار ہو کر آیا۔ آپ جب اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی ہیں۔ پوچھا: عائشہ رضی اللہ عنہا کیا کرتی ہو، عرض کی دیکھتی ہوں کون سا ہاتھ کٹے گا۔'' آپ متاثر ہوئے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ 2

ایک دن در پردہ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر دو چراگاہیں ہوں ایک اچھوتی اور دوسری چری ہوئی، تو آپ کس میں اونٹ چرانا پسند فرمائیں گے جواب دیا: پہلی میں۔ 3 یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بیویوں میں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ایک کنواری تھیں۔

افک کے واقعہ میں جس کا ذکر آگے آئے گا، جب وحی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت ظاہر ہوئی تو ماں نے کہا: لو! بیٹی اٹھو اور اپنے شوہر کے قدم لو۔ تنک کر بولیں میں اپنے رب کے سوا جس نے میری برأت ظاہر کی، کسی اور کی شکر گزار نہیں ہوں۔

آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ: عائشہ! جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو یا ناراض ہوتی ہو تو مجھ کو پتہ لگ جاتا ہے۔ ناراض ہوتی ہو تو ''ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم'' اور خوش رہتی ہو تو ''محمد ﷺ کے خدا کی قسم'' کھاتی ہو، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! صرف زبان سے نام چھوڑ دیتی ہوں۔ 4

مارگولیوس ''لائف آف محمد ﷺ'' میں اسی واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے:

''جب محمد ﷺ ان کو (عائشہ رضی اللہ عنہا کو) ناراض کرتے تو وہ ان کو پیغمبر خدا کہنے سے

---

1 صحیح بخاری: ص ۸۴۶ کتاب المرض و مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۲۸۔

2 مسند احمد: جلد ۶ ص ۵۳۔

3 صحیح بخاری: باب نکاح الابکار، ص ۷۶۶۔

4 صحیح بخاری: باب ما یجوز من الہجران، ص ۸۹۷۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انکار کر دیتی تھیں اور ان کی وحی پر سخت نکتہ چینی کرتی تھیں۔'' 1

یورپ کی عربی دانی، راست گوئی اور مذہبی بے تعصبی کی یہ کتنی اچھی مثال ہے!

خدمت گزاری: گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ 2 آٹا خود پیستی تھیں۔ 3 خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتی تھیں 4 بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں۔ 5 وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں۔ 6 آپ قربانی کے لیے جو اونٹ بھیجتے اس کے لیے خود قلادہ بٹتی تھیں۔ 7 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں۔ 8 جسم مبارک میں عطر مل دیتی تھیں۔ 9 آپ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں۔ 10 سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں۔ 11 مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں۔ 12 گھر میں آپ کا کوئی مہمان آتا تو مہمان کی خدمت انجام دیتیں۔ چنانچہ حضرت قیس غفاری رضی اللہ عنہ جو صفہ والوں میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا: چلو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلو، جب حجرہ میں پہنچے، تو فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا ہم لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ وہ چونی کا پکا ہوا کھانا لائیں، آپ نے کھانے کی کوئی اور چیز مانگی تو چھوہارے کا حریرہ پیش کیا، پھر پینے کی چیز مانگی تو ایک بڑے پیالے میں دودھ حاضر کیا، اس کے بعد ایک اور چھوٹے پیالے میں پانی لائیں۔ 13

اطاعت اور احکام کی پیروی

بیوی کا سب سے بڑا جوہر شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نو برس کی شب و روز کی طویل صحبت میں آپ کے کسی حکم کی کبھی مخالفت نہیں کی بلکہ انداز و اشارہ سے بھی

---

1 مارگولیوس کی لائف آف محمد، ص ۱۵۱۔

2 ادب المفرد: امام بخاری، باب لا یوذی جارہ۔

3 صحیح بخاری: واقعہ افک۔

4 صحیح بخاری وابوداؤد۔

5 شمائل ترمذی میں عام ازواج کا حکم ہے۔

6 مسند احمد: جلد ۶ ص ۶۸۔

7 صحیح بخاری: کتاب الحج۔

8 صحیح بخاری: باب اعتکاب۔

9 صحیح بخاری: کتاب الحج۔

10 صحیح بخاری غسل وابوداؤد باب الاعادۃ من النجاسۃ یکون فی الثوب۔

11 مسند احمد: جلد ۶ ص ۵۴۔

12 ابوداؤد: کتاب الطہارت، باب غسل۔

13 ابوداؤد: کتاب الادب۔ شاید یہ قبل حجاب کا واقعہ ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کوئی بات ناگوار سمجھی تو فوراً ترک کر دی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑے شوق سے دروازہ پر ایک مصور پردہ لٹکایا، آپ نے اندر داخل ہونے کا قصد کیا تو پردہ پر نظر پڑی، فوراً تیوری پر بل پڑ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر سہم گئیں۔ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قصور معاف مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی؟ فرمایا: ''جس گھر میں تصویریں ہوں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً پردہ چاک کر ڈالا اور اس کو اور مصرف میں لے آئیں۔ 1 ایک صحابی کو ولیمہ کی دعوت کرنی تھی لیکن گھر میں سامان نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ! عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر کہو کہ غلہ کی ٹوکری بھیج دیں۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آ کر پیغام سنایا، اسی وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوری ٹوکری اُٹھوادی 2 اور گھر میں شام کے کھانے کو کچھ نہیں رہا۔

شوہر کی زندگی میں تو شاید بہت سی عورتیں اس وصف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حریف نکلیں، لیکن اصلی اطاعت تو بیڑیوں کے کٹ جانے کے بعد بھی اپنے کو قیدی بنائے رکھنا ہے یعنی شوہر کی وفات کے بعد بھی اس کے ایک ایک حکم کی تعمیل اسی طرح کی جائے جس طرح اس کی زندگی میں کی جاتی تھی۔

اوپر گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فیاضی کی تعلیم دی تھی، اس کا یہ اثر تھا کہ وہ مرتے دم تک اس فرض سے غافل نہ رہیں۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ انہوں نے جہاد کی اجازت چاہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''عورتوں کا جہاد حج ہے'' اس حکم کے سننے کے بعد وہ اس کی پابندی اس شدت سے کرتی تھیں کہ ان کا کوئی سال کم تر حج سے خالی جاتا تھا، 3 ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی خدمت میں کچھ کپڑا اور کچھ نقد روپیہ بھیجا۔ پہلے واپس کر دیا، پھر لوٹا کر قبول کر لیا اور فرمایا کہ آپ کی ایک بات یاد آ گئی ہے 4 ایک دفعہ عرفہ کے دن روزہ سے تھیں، گرمی اس قدر شدید تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے دیے جا رہے تھے، کسی نے مشورہ دیا کہ روزہ توڑ دیجیے۔ فرمایا کہ ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکی ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو میں روزہ کیسے توڑ سکتی ہوں؟'' 5

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ کر وہ بھی برابر چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں

---

1 صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب التصاویر۔

2 مسند احمد: جلد ۴ ص ۵۸۔ 3 صحیح بخاری: باب حج النساء۔

4 مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۵۹۔ 5 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۲۸۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور فرماتی تھیں کہ ''اگر میرے باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئیں اور منع کریں تو میں نہ مانوں''۔ [1] ایک دفعہ ایک عورت نے آ کر پوچھا کہ ام المؤمنین! مہندی لگانا کیسا ہے؟ جواب دیا میرے محبوب کو اس کا رنگ پسند لیکن بو پسند نہ تھی، حرام نہیں، تم چاہے لگاؤ۔

باہمی مذہبی زندگی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر ایک پیغمبر کا خلوت کدہ تھا، یہاں نہ دولت اور تموّل کا سامان تھا اور نہ ان کو اس کی پروا تھی۔ اسلام دین و دنیا کا جامع ہے۔ گزشتہ ابواب میں زندہ دلی کے جو مناظر نظر آتے تھے، وہ صرف انسانی فطرت کے تماشا گاہ تھے، خلوت کدۂ نبوت کو اب واقعات ذیل کی روشنی میں دیکھو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا معمول تھا کہ جب گھر میں تشریف لاتے تو کسی قدر آواز سے یہ الفاظ دہراتے:

لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَا بْتَغٰى وَادِياً ثَالِثاً وَ لَا يَمْلَأُ فَمَهٗ اِلَّا التُّرَابُ وَ مَا جَعَلْنَا الْمَالَ اِلَّا لِاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ [2]	آدم کے بیٹے کی ملکیت میں اگر دولت و مال سے بھرے ہوئے دو میدان ہوں وہ تیسرے کی حرص کرے گا۔ اس کی حرص کے منہ کو صرف مٹی بھر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے دولت تو اپنی یاد دلانے اور مسکینوں کی مدد کرنے کے لیے پیدا کی ہے۔ جو خدا کی طرف لوٹے تو خدا بھی اس کی طرف لوٹے گا۔

ان الفاظ کی روزانہ تکرار سے مقصود یہ تھا کہ تمام اہل بیت کو دنیا کی بے ثباتی اور دولت کا ہیچ ہونا یاد رہے۔

عشاء پڑھ کر آپ حجرے میں داخل ہوتے، مسواک کر کے فوراً سو رہتے، پچھلے پہر بیدار ہوتے، تہجد کی نماز ادا فرماتے [3] جب رات آخر ہوتی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اٹھاتے اور وہ اٹھ کر آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتیں، اور وتر ادا کرتیں۔ [4]

جب صبح کا سپیدہ نمودار ہو جاتا تو آپ صبح کی سنت پڑھ کر کروٹ لیٹ جاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کرتے [5] پھر فریضۂ صبح کے لیے باہر نکلتے، کبھی رات بھر وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۳۸۔ [2] مسند احمد: جلد ۶ ص ۵۵۔ [3] ایضاً۔
[4] ایضاً ص ۱۵۲۔ [5] صحیح مسلم: صلوٰۃ اللیل و بخاری: باب من تحدث بعد الرکعتین۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دونوں عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، آنحضرت ﷺ امام ہوتے، وہ مقتدی ہوتیں۔ آنحضرت ﷺ سورۃ بقرہ، آل عمران اورنساء وغیرہ لمبی لمبی سورتیں پڑھتے، جہاں خدا سے ڈرنے والی کوئی آیت آتی۔ اللہ کی پناہ چاہتے۔ جب کوئی رحمت و بشارت کا موقع آتا، اللہ سے اس کی آرزو کرتے اسی طرح یہ پُراثر روحانی منظر تمام رات قائم رہتا۔ 1 غیر معمولی اوقات مثلاً کسوف وغیرہ کی حالت میں جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے یہ بھی ساتھ کھڑی ہو جاتیں، آنحضرت ﷺ مسجد میں جماعت کو نماز پڑھاتے، یہ اپنے حجرے میں کھڑی ہو کر اقتدا کر لیتیں۔ 2

نماز پنجگانہ اور تہجد کے علاوہ آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں۔ 3 اکثر روزے رکھا کرتیں، کبھی وہ اور رسول اللہ ﷺ دونوں مل کر ایک ساتھ روزے رکھتے اور رمضان کے آخری عشرہ میں آنحضرت ﷺ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس فرض میں شریک ہو جاتی تھیں، مسجد کے صحن میں خیمہ نصب کرا لیتیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر آنحضرت ﷺ بھی تھوڑی دیر کو وہاں آ جاتے۔ 4 ۱۱ھ میں حج کے لیے بھی ساتھ ہی گئیں، حج وعمرہ دونوں کی نیت کی تھی لیکن زنانہ مجبوری سے وہ طواف سے معذور ہو گئیں تو ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ رونے لگیں۔ آنحضرت ﷺ باہر سے تشریف لائے تو سبب دریافت کیا اور تسلی دے کر مسئلہ بتایا۔ پھر اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا کر باقی فرائض ادا کیے۔ 5

گھر میں فرائض نبوت

تعلقات زن وشوئی کا یہ آخری عنوان ہے۔ باہمی لطف ومحبت کے جو واقعات اوپر گزر چکے ہیں، ان کو پڑھ کر ایک کور باطن خیال کر سکتا ہے کہ آپ گھر میں آ کر فرائض نبوت کو بھول جاتے تھے لیکن خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول تم سن چکے ہو کہ وہ کیا کہتی تھیں؟ فرماتی تھیں کہ آپ باتوں میں مشغول ہوتے، دفعتہً اذان ہوتی آپ اٹھ جاتے پھر یہ معلوم ہوتا کہ گویا آپ ﷺ ہم کو پہچانتے بھی نہیں۔

آپ ﷺ نے غزوہ تبوک سے جب فاتحانہ مراجعت فرمائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوشی میں خیر مقدم کے طور پر ایک مصور پُرنقش و نگار پردہ آویزاں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے جب دروازہ پر قدم رکھا، چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! قصور معاف ہو، کیا خطا ہوئی؟ ارشاد ہوا کہ "عائشہ! ہم کو خدا نے اینٹ اور مٹی کی آرائش کے لیے دولت نہیں دی۔"

1 مسند احمد: جلد ۶ ص ۹۲۔ 2 صحیح بخاری: صلوٰۃ الکسوف۔
3 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۵۱۔ 4 صحیح بخاری: باب اعتکاف النساء۔ 5 صحیح بخاری: کتاب الحج۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک شب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور پھر چپکے سے اٹھ کر ایک سمت کو روانہ ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی چھپ کر پیچھے پیچھے روانہ ہوئیں، آپ بقیع کے قبرستان میں پہنچے، وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا میں مشغول ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھپی کھڑی رہیں، واپسی میں آپ نے دیکھ لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لپک کر کمرہ کے اندر داخل ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عائشہ یہ کیا تھا؟ چونکہ یہ تجسس میں داخل تھا، جو منع ہے۔ عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان اور پھر سارا واقعہ بیان کر دیا۔ [1]

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک یہودی کو جس نے آپ کو موت کی بددعا دی تھی، سختی سے جواب دیا، تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ! خدا مہربان ہے وہ نرمی کو پسند کرتا ہے، نرمی سے وہ دیتا ہے جو سختی سے نہیں دیتا، اور نہ کسی اور طرح دیتا ہے۔'' [2]

گو ریشم اور سونے کا استعمال اسلام میں عورتوں کے لیے مباح ہے لیکن چونکہ دنیا کے آرائشی تکلفات سے آپ کو طبعاً نفرت تھی، اس بناء پر اپنے گھر میں اتنی حشمت کا اظہار بھی ناپسند تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سونے کے کنگن پہنے، آپ نے فرمایا: میں تم کو اس سے بہتر تدبیر نہ بتاؤں، تم ان کنگنوں کو اتار دو اور چاندی کے دو کنگن بنوا کر ان پر زعفران کا رنگ چڑھا دو۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ہم کو پانچ چیزوں سے منع فرمایا: ریشمی کپڑے، سونے کے زیور، سونے اور چاندی کے برتن، سرخ نرم گدے اور کتان آمیز ریشمی کپڑے۔ میں نے عرض کی، اگر تھوڑا سا سونا ہو جس میں مشک باندھا جا سکے تو کچھ مضائقہ ہے؟ فرمایا: نہیں! چاندی کو تھوڑی زعفران سے رنگ لیا کرو [4]

گھر میں ہمیشہ ہر موقع پر اخلاقی نصائح کی تعلیم دیا کرتے تھے، اس کی متعدد مثالیں اوپر گزر چکی ہیں، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آٹا پیسا، اس کی ٹکیاں پکائیں، آپ باہر سے تشریف لائے تو نماز میں مشغول ہو گئے، ان کی آنکھ لگ گئی، ایک پڑوسن کی بکری آ کر ان کو کھا گئی،

---

[1] یہ واقعہ مختلف الفاظ میں تمام کتب احادیث میں مذکور ہے، اس وقت ہمارے سامنے نسائی: باب الاستغفار للمؤمنین ہے۔

[2] صحیح مسلم: باب فضل الرفق۔

[3] نسائی: کتاب الزینۃ۔

[4] مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۲۸، عورتوں کے لیے ریشمی کپڑے اور سونے کے زیور گو دوسری حدیثوں سے جائز ہیں لیکن شاید خاص ازواج مطہرات کے لیے ان کو پسند نہیں فرمایا گیا یا یہ کہ ان میں زیادتی اور غلو کو پسند نہیں فرمایا گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑیں کہ بکری کو ماریں، آپ نے روکا کہ "عائشہ! ہمسایہ کو تکلیف نہ دو۔" 1

عرب میں سوسمار کھانے کا دستور تھا لیکن آپ اس کو پسند نہیں فرماتے تھے، ایک بار کسی نے اس کا گوشت تحفۃً بھیجا۔ آپ ﷺ نے نہیں کھایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا "یا رسول اللہ! محتاجوں کو نہ کھلا دیں۔" فرمایا: "جس کو تم آپ کھانا پسند نہ کرو وہ دوسروں کو بھی نہ کھلاؤ۔" 2

سوکنوں کے ساتھ برتاؤ

عورت کے لیے دنیا کی سب سے تلخ چیز ایک سوکن کا وجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک سے لے کر آٹھ آٹھ سوکنوں تک ایک ساتھ رہی ہیں تاہم شرف صحبت کے پرتو سے یہ آئینے ہر قسم کے زنگ وغبار سے پاک تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ نے کئی اسباب سے مختلف اوقات میں دس نکاح کیے ان میں سے ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن سے ۳ھ میں نکاح ہوا تھا، صرف دو تین مہینے زندہ رہیں۔ باقی نو بیویاں آپ کی وفات تک زندہ تھیں، یہ بیویاں حسب ذیل سنین میں شرف نکاح سے ممتاز ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کس سال تک کتنی سوکنوں سے سابقہ رہا۔

نمبر شمار	نام	نکاح کا سال
۱	حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	۱۰ سنہ نبوی
۲	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۳ھ
۳	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۵ھ
۴	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنی مصطلق رئیس زادی	۵ھ
۵	حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش قریشیہ	۵ھ
۶	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان	۶ھ
۷	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۷ھ
۸	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر کی رئیس زادی	۷ھ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں گو زندہ نہ تھیں، لیکن آنحضرت ﷺ

---

1 ادب المفرد امام بخاری: باب لا یوذی جارہ۔ 2 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۶۳۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے قلب مبارک میں ان کی یاد ہمیشہ زندہ رہی، آپ ﷺ اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کا ذکر خیر کیا کرتے، وہ خود بیان کرتی ہیں کہ "جس قدر خدیجہ رضی اللہ عنہا پر مجھ کو رشک آتا تھا کسی دوسری بی بی پر نہیں آتا تھا اور یہ اس لیے کہ آپ اُن کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔" اور سال میں ایک مرتبہ ان کی طرف سے قربانی کرتے تھے اور ان کی تمام سہیلیوں کو تحفہ بھیجتے تھے لیکن بایں ہمہ ان کی فضیلت اور شرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو انکار نہ تھا۔ فرماتی تھیں کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی معرفت ان کو ایک بے غم و رنج بہشت کی بشارت دی تھی۔ ❶ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وہ تمام ترکارنامے جو آغاز اسلام سے متعلق ہیں، یعنی آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا، مصائب میں مستقل رہنا اور مشکلات میں آپ کی دلدہی کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعہ سے مروی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا گو آگے پیچھے ایک ساتھ نکاح میں آئیں تاہم چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تقریباً نکاح کے بعد ساڑھے تین برس تک میکہ ہی میں رہیں، اس بنا پر اس عرصہ میں عملاً حضرت سودہ رضی اللہ عنہا گویا آنحضرت ﷺ کی تنہا بیوی تھیں۔ ۱ھ میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آئیں تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سوکن موجود تھیں، ان حالات میں عموماً ایک دوسرے کو اپنے حق میں خلل انداز تصور کر سکتی تھیں لیکن نتائج اس قیاس طبعی کے بالکل برخلاف ہیں، تمام واقعات باہمی اتحاد اور موانست کے موید ہیں، اکثر خانگی مشوروں میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رفیق تھیں، ❷ دو چار برس کے بعد جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو ان کو خیال ہوا کہ شاید آنحضرت ﷺ ان کو طلاق دے دیں اور وہ شرف صحبت سے محروم ہو جائیں۔ اس بنا پر انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور انہوں نے خوشی سے قبول کر لی۔ ❸ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وہ بے حد معترف تھیں۔ فرماتی تھیں کہ "سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی، گو ان کے مزاج میں تھوڑی تیزی ضرور تھی۔" ❹

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ۳ھ میں ازواج میں داخل ہوئیں، اس بناء پر تقریباً ۸ برس حضرت

---

❶ صحیح بخاری: فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

❷ صحیح بخاری: باب الھدایا و باب التحریم۔

❸ صحیح بخاری و مسلم: کتاب النکاح و جواز الھبہ نوبتہا لضرتہا۔

❹ صحیح مسلم: باب جواز ہبتہا نوبتہا لضرتہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہیں۔ ان دونوں میں ایک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پارہ جگر تھی تو دوسری فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قرۃ العین، دونوں میں نہایت لطف ومحبت تھی، تمام امور خانگی میں دونوں کی ایک رائے ہوتی اور برابر کی شریک رہتی تھیں، دیگر ازواج کے مقابلہ میں دونوں ایک دوسرے کی حامی تھیں۔ 1 تاہم عشق ومحبت کی شریعت دوسری ہے۔ ع

باسایہ ترا نمی پسندم

ایک دفعہ سفر میں دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھیں، رات کو جب قافلہ چلتا، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محمل میں آ کر تشریف فرما ہوتے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آؤ سواری کا اونٹ بدل لیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے اس کو قبول کر لیا، رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف نہ لائے تو فطرتِ بشری کے مطابق ان کو سخت تکلیف ہوئی۔ 2

عقل وفہم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تمام بیویوں میں ممتاز تھیں۔ صلح حدیبیہ میں قربانی کے موقع پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مشورہ دیا، وہ عورتوں کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ 3 فقہی مسئلوں اور فتووں میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد انہی کا درجہ ہے 4 اسی لیے گو وہ سن رسیدہ تھیں، تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قدر فرماتے تھے، ان وجوہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمسر تھیں، تاہم ایک معمولی سے اتفاقی واقعہ کے سوا کوئی واقعہ ان کے باہمی اختلاف کا مذکور نہیں۔ وہ اتفاقی واقعہ یہ ہے کہ بعض ازواج نے ان کو سفیر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے بھیجا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ لوگوں کے تحفے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، وہیں بھیجے جائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کی تخصیص نہ ہو، وہ یہ پیغام لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آئیں اور نہایت متانت سے اپنی درخواست پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، وہ خاموش ہو گئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ گفتگو سنی، لیکن کوئی آزردگی نہیں ظاہر کی۔ 5

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں بھی کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے، البتہ وہ ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر پہلے گھبرا اٹھی تھیں۔ 6 کہ ان کے مقابلہ میں ان کا رتبہ کم نہ ہو جائے لیکن

---

1 بخاری: باب الهدایا وباب التحریم وباب الایلا وترمذی مناقب صفیہ رضی اللہ عنہا ونسائی باب الغیرۃ۔
2 صحیح بخاری: القرعہ بین النساء فی السفر۔ 3 صحیح بخاری: ذکر حدیبیہ۔
4 طبقات ابن سعد: جز ثانی قسم ثانی ص ۱۲۶۔ 5 صحیح مسلم وبخاری: فضل عائشہ رضی اللہ عنہا۔
6 طبقات ابن سعد: ترجمہ جویریہ رضی اللہ عنہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آخران کا خیال غلط ثابت ہوا کہ ان کی قدر و منزلت کے اسباب ہی کچھ اور تھے، اس کا تعلق ظاہری حسن سے کچھ نہ تھا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ خود دار اور مزاج کی تیز تھیں چنانچہ اسی لیے ان کو پہلے شوہر سے مفارقت کرنی پڑی، اس کے علاوہ وہ رشتہ میں سب بیویوں سے زیادہ آپ سے قریب تھیں، اس بنا پر وہ اپنے کو اوروں سے زیادہ عزت کا مستحق سمجھتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''تمام بیبیوں میں یہی میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں'' بعض بیبیوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خاموشی کے بعد ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیر بنا کر بھیجا، انہوں نے بڑی دلیری سے آ کر تقریر کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چپ چاپ ان کی باتیں سنتی اور کنکھیوں سے آپ کی طرف دیکھتی جاتی تھیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب خاموش ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پا کر یہ کھڑی ہوئیں اور ایسی مسکت اور مدلل گفتگو کی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا لاجواب ہو کر رہ گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: ''کیوں نہ ہو، آخر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔'' [1]

رمضان کے آخری عشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مسجد کے صحن میں خیمہ کھڑا کر کے اتنے دن اعتکاف میں بسر کرتیں۔ ہر روز صبح کو بضرورت آپ وہاں آجایا کرتے، ایک سال جب یہ موقع آیا اور انہوں نے حسب دستور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر خیمہ کھڑا کیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی اجازت چاہی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سنا تو انہوں نے بھی اپنا خیمہ برابر میں لگایا، صبح اٹھ کر آپ نے دیکھا کہ مسجد کے صحن میں متعدد خیمے کھڑے ہیں۔ دریافت سے معلوم ہوا، تو فرمایا: کیا انہوں نے یہ خلوص اور نیک نیتی سے کیا ہے؟ یہ کہہ کر تمام خیمے اکھڑوا دیے اور اس سال اعتکاف کا مہینہ بدل دیا۔ [2]

ایک دفعہ شب کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں، اس زمانہ میں گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے، اسی اثناء میں آپ تشریف لائے تو سیدھے ایک طرف کو بڑھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں، ان کو اس پر غصہ آ گیا اور کچھ بول گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی برابر کا جواب دیا، باہر مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے جو یہ آوازیں سنیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئیں، حضرت

[1] صحیح مسلم: فضل عائشہ رضی اللہ عنہا۔ [2] صحیح بخاری: باب الاعتکاف۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عائشہ رضی اللہ عنہا باپ کی ناراضی دیکھ کر سہم گئیں۔ نماز کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹی کے گھر آئے اور گو ابتدائی قصور ان کا نہ تھا، تاہم بہت کچھ سمجھایا اور تنبیہ کی۔ ❶

ان چند واقعات سے یہ قیاس نہ کرنا چاہیے کہ باہم ان کے دل صاف نہ تھے۔ جہاں چند آدمی ایک جگہ رہتے ہیں، ان میں کیسی ہی موافقت اور میل ملاپ ہو، ناممکن ہے کہ کبھی کبھی حقیقت میں یا غلط فہمی سے وقتی اور فوری رنجش نہ پیدا ہو، خاص کر جہاں عورتوں کا مجمع ہو اور وہ بھی سوکنوں کا، وہاں مختلف واقعات پر کبھی کبھی ناگواری کا پیدا ہونا، عورت کی جنسی فطرت ہے۔ فیض صحبت انسان کو اعلیٰ ترین انسان بنا دیتا ہے، لیکن اس کی فطرت کو نہیں بدلتا۔ عورت کی طبعی خواہش یہ ہے کہ اس کی محبت میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو، یہاں یہی چیز مفقود تھی کہ ایک ہی شمع کی سب پروانہ تھیں، تاہم محبت کا ایک ہی چراغ سب کے سینوں میں جل رہا تھا، پھر بھی اتفاقی اور فوری جذبات کو چھوڑ کر تمام سوکنوں میں لطف و مدارات کی بہتر سے بہتر مثال قائم تھی۔

یہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب حلقۂ ازواج میں داخل ہوئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو مبارکباد دی۔ ❷ اُدھر کا حال سنیے، مدینہ کے بعض منافقوں نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا...... تو بہن کی محبت میں حمنہ بنت جحش (حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن) بھی اس سازش میں مبتلا ہو گئیں، لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا قدم حق اور صواب کے راستے سے ذرا بھی نہیں ہٹا۔ آنحضرت ﷺ نے جب ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت دریافت فرمایا، تو انہوں نے صاف کہا:

((مَا عَلِمْتُ فِيهَا اِلَّا خَيْرًا.)) ”خوبی کے سوا ان میں اور کچھ میں نے نہیں جانا۔“

اگر وہ چاہتیں تو ایک ہی فقرہ میں اپنے حریف کو شکست دے سکتی تھیں لیکن شرف صحبت نے ان کمزوریوں سے ان کو بالاتر بنا دیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے اس احسان اور خوبی کی یاد ہمیشہ شکر گزاری کے ساتھ رکھتی تھیں۔ ❸

ایک دفعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودیہ کہہ دیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ ان سے ناراض ہو گئے اور دو مہینے تک ان سے کلام نہ کیا، آخر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں کہ تم بیچ میں پڑ کر میرا قصور معاف کرا دو، اب وہی موقع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حاصل تھا

❶ صحیح مسلم باب القسم بین الزوجات۔

❷ صحیح بخاری: تفسیر آیۃ لاتدخلوا بیوت النبی۔ ❸ صحیح بخاری: قصہ افک۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن انہوں نے خاص اس غرض سے اہتمام کے ساتھ بناؤ سنگار کیا، آپ ﷺ آئے تو اس سلیقہ سے گفتگو کی کہ معاملہ رفت وگزشت ہوگیا۔ [1]

مرنے کے بعد کسی کی خوبیوں کا اظہار مرنے والے کی اخلاقی زندگی کو حیات جاودانی بخشتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حریف پر یہ آب حیات بھی برسایا، بیان کرتی ہیں کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک دفعہ اپنی بیویوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم میں سے سب سے پہلے مجھ سے وہ آ کر ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے لیے ہم لوگ اپنے اپنے ہاتھ ناپا کرتے تھے لیکن سب سے پہلے جب زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے آپ کا مقصود فیاضی اور سخاوت تھی۔ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور اس طریقہ سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ خیرات کیا کرتی تھیں۔ (عربی میں مجازاً فیاضی کو طولِ ید سے تعبیر کرتے ہیں)

اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ایک معاملہ کے متعلق ناگوار حد تک گفتگو پہنچ گئی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کو دہراتی ہیں لیکن حسن نیت اور پاک باطنی دیکھو کہ ساتھ ساتھ ان کی تعریف بھی کرتی جاتی ہیں، کہتی ہیں کہ "اس کے بعد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آئیں، تمام بیویوں میں آنحضرت ﷺ کے سامنے قدر و منزلت میں انہی کو میری برابری کا دعویٰ تھا۔ میں نے کوئی عورت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، سخی، مخیر اور اللہ تعالیٰ کی تقرب جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی، فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔" [2]

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کوئی موافق یا مخالف واقعہ احادیث میں مذکور نہیں۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں ہے کہ مرض الموت میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا، وہ آئیں تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا "سوکنوں میں کچھ نہ کچھ بھی ہو ہی جاتا ہے، اگر کچھ ہوا ہو تو خدا ہم دونوں کو معاف کرے۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا "خدا سب معاف اور اس سے تم کو بری کرے۔" حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم نے مجھے اس وقت مسرور کیا، خدا تم کو بھی خوش رکھے۔ [3]

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی نسبت بھی احادیث میں کچھ مذکور نہیں، رجال کی کتابوں میں ہے کہ جب

---

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۹۵۔ [2] صحیح مسلم: باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا و نسائی باب حب النساء۔

[3] طبقات ابن سعد: جز نساء ص ۷۱۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انہوں نے وفات پائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "وہ ہم میں سب سے زیادہ پرہیز گار تھیں۔" 1

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا صرف تین برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہیں اور عام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے وہ بیگانہ بھی تھیں کیونکہ وہ خیبر کی رہنے والی اور نسلاً یہودیہ تھیں۔ خیبر ہی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں، خیبر کی واپسی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محمل میں سوار ہوئیں کہ مدینہ کے پاس آکر محمل کی رسی ٹوٹ گئی اور محمل گر پڑا، مدینہ میں خبر ہوئی تو لونڈیاں تک دیکھنے آئیں اور اس واقعہ کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی نحوست سمجھ کر ان کو برا بھلا کہنے لگیں۔ 2 مدینہ پہنچ کر آپ نے ان کو ایک انصاریہ کے گھر اتارا، مختلف اسباب سے ان کی آمد اہم ہوگئی تھی، اکثر عورتیں ان کو دیکھنے کو گئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی چھپ کر نقاب پوش بھیڑ میں کھڑی ہوگئیں بایں ہمہ وہ چھپ نہ سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہچان لیا۔ وہ شرما کر واپس چلیں تو آپ بھی ان کے ساتھ اٹھے، قریب پہنچ کر پوچھا: "عائشہ! کہو تم نے کیسا پایا؟" بولیں کہ "ہاں! یہودیہ ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ نہ کہو وہ مسلمان ہوگئی ہے۔" 3

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو کھانا پکانے میں خاص سلیقہ تھا، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ان سے بہتر کھانا پکانے والا کسی کو نہیں دیکھا، ایک دن دونوں نے آپ کے لیے کھانا پکایا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا کھانا جلد تیار ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے، انہوں نے وہیں ایک لونڈی کے ہاتھ کھانا بھجوادیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی محبت کی بربادی دیکھ کر جھنجھلا اٹھیں اور ایک ایسا ہاتھ مارا کہ لونڈی کے ہاتھ سے پیالہ چھوٹ کر گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، آپ خاموشی کے ساتھ پیالہ کے ٹکڑوں کو چننے لگے، اور خادمہ سے فرمایا کہ "تمہاری ماں کو غصہ آگیا۔" چند لمحوں کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے فعل پر خود ندامت ہوئی، عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس جرم کا کیا کفارہ ہوسکتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ایسا ہی پیالہ اور ایسا ہی کھانا چنانچہ نیا پیالہ ان کو واپس کیا گیا۔" 4

---

1 تہذیب التہذیب ابن حجر: جلد ۱۲، ص ۴۵۳۔ 2 صحیح مسلم: فضیلۃ اعتاق الامۃ ثم یتزوجہا۔

3 ابن سعد: ترجمہ صفیہ۔ 4 یہ واقعہ باختلاف الفاظ حدیث کی تمام کتابوں میں مذکور ہے اور اس سے فقہ کا ایک بڑا اصول مستنبط کیا گیا ہے کہ تاوان کس طرح ادا ہونا چاہیے (بخاری کتاب المظالم و باب الغیرۃ) مسلم و ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں امہات المؤمنین کے نام مذکور نہیں ہیں لیکن مسند احمد، ابوداؤد، نسائی میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس میں ناموں کی تصریح ہے (ابوداؤد کتاب البیوع۔ نسائی کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ۔ مسند جلد ۶) قصہ کی پوری تصویر تمام روایتوں کو یکجا کرنے سے معلوم ہوتی ہے۔ نسائی کی ایک روایت میں اور نیز معجم طبرانی (حدیث علی بن اسحاق ص ۱۱۸) میں دوسری بیوی کا نام ام سلمہ مذکور ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ذرا پست قد تھیں، ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بس کیجیے صفیہ رضی اللہ عنہا تو اتنی ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ! تم نے ایسی بات کہی کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں بھی ملاؤ تو ملا سکتی ہو۔'' عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو ایک شخص کی صورتحال بیان کی، ارشاد ہوا کہ ''اگر مجھ کو اتنا اور اتنا بھی دیا جائے تو بھی میں کسی کی نسبت کوئی بات نہ کہوں۔'' اس امر کا ثبوت کہ یہ وقتی امور، دوامی محبت وقدر شناسی میں عائق نہ تھے۔ یہ ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک ہی ٹولی میں تھیں اور باہم ایک دوسرے کی حامی تھیں۔ 1

آپ نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سوکنوں کے ساتھ کس لطف، کس انصاف اور کس عزت کا برتاؤ کرتی ہیں اور کس کھلے دل سے ان کی خوبیوں اور نیکیوں اور تعریفوں کا اظہار کرتی ہیں۔ کبھی کبھی بشری فطرت سے کوئی خلاف فعل سرزد ہو جاتا ہے تو کس قدر جلد نادم ہو جاتی ہیں۔ سوکنوں پر حملہ کرنے میں بھی پہل نہیں کرتیں، ہاں کوئی پہل کرتی ہے تو وہ چپ بھی نہیں رہتیں لیکن اس کے باوجود وہ اس کی تعریف میں کمی نہیں کرتیں۔

مشتبہ اور غلط روایات:

عام طور سے دنیا میں سوکنوں کے درمیان خلوص اور محبت کا رواج بہت کم ہے لیکن حریم نبوت کی حجلہ نشینوں سے جن اخلاقی خوبیوں کی دنیا توقع کرسکتی ہے، بحمد اللہ کہ وہ اس توقع میں ناکامیاب نہیں۔ واقعات میں کہیں کہیں جو بدنمائی ہے وہ درحقیقت یا منافقوں کی بنائی ہوئی یا بعض ناعاقبت اندیش فرقوں کی جاہلانہ کوشش ہے۔ چنانچہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک عورت تھی، سیر اور رجال کی کتابوں میں اس کی نمایاں خصوصیت یہ لکھی ہے کہ ''ازواج مطہرات کو باہم لڑایا کرتی تھی''۔ ((كَانَتْ تَحْرِشُ بَيْنَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم)) اور اس گناہ کا وہ خود اعتراف کرتی تھی۔ لوگوں نے پوچھا: تمہاری بات کو وہ سچ کیونکر جانتی تھیں؟ اس نے کہا سچ نہ جانتیں تو میں کہتی کیونکر۔ 2

اوپر جو روایتیں گزر چکی ہیں گو وہ صرف صحاح سے ماخوذ ہیں تاہم ان میں جہاں بھی کچھ بدنمائی ہے، اگر ذرا کریدا جائے تو دفعتہً تمام بنیاد کھوکھلی ہو جاتی ہے، پیالہ توڑنے کا واقعہ تمام حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن بخاری ومسلم میں کہیں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام مذکور نہیں۔ ابوداؤد، نسائی، مسند احمد اور بعض کم درجہ کتابوں میں راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

1 صحیح بخاری: کتاب الہدایا۔ 2 الاصابہ ابن حجر: ذکر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی زبانی روایت کرتے ہیں۔ اس طریقہ کی اول راوی جسرۃ بنت دجانہ ہے جس کی گو محدث عجلی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے۔

تاہم اس کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ہے:

((عند جسرۃ عجائب.)) [تہذیب]

''جسرہ کی روایتوں میں عجیب وغریب باتیں ہیں۔''

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث کو باطل کہا ہے۔ [تہذیب]

دوسرا راوی فلیت عامری (یا افلت عامری) ہے۔ اگرچہ بعض محدثین نے اس کی بھی توثیق کی ہے۔ لیکن اکثر ائمہ فن کی یہ رائیں ہیں:۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ:۔ لاباس بہ میں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ (یعنی کسی قدر ضعیف ہے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ:۔ (بہ روایت خطابی وبغوی) مجہول، مجہول الحال ہے۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ:۔ غیر مشہور ہے، ثقاہت کے ساتھ معروف نہیں ہے اور اس کی ایک خاص حدیث باطل ہے۔

شب کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی باہمی سخت گفتگو کی روایت گو صحیح مسلم میں ہے لیکن ذرا ان حالات کو پیش نظر رکھیے۔ اس واقعہ کے راوی اول حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو ۵ ھ سے امہات المؤمنین کے حجروں میں نہیں جاتے تھے۔ یہ واقعہ ۵ ھ کے بعد کا ہے۔ یہ واقعہ زنان خانہ میں پیش آیا، جہاں وہ موجود نہ تھے۔ اس لیے سلسلہ روایت اخیر راوی تک نہیں پہنچتا۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے اور اندر سے آوازیں آ رہی تھیں جن کو وہ سن رہے تھے، تو اس رات کے وقت میں جب کہ اول تو وہ حجرہ کے اندر موجود نہ تھے، اور دوسرے یہ کہ وہاں چراغ نہ تھا وہ کیونکر دیکھ سکے کہ آپ نے کدھر ہاتھ بڑھایا، اور کیا واقعہ پیش آیا، اور سب سے عجیب یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل کی بات کیونکر جان لی کہ وہ ڈر گئیں کہ اب والد ضرور آ کر مجھ کو تنبیہ کریں گے۔ اس لیے یہ روایت کسی قدر غیر محتاطانہ معلوم ہوتی ہے۔

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ آپ نے سبب دریافت فرمایا تو بولیں کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم آپ کی نظر میں زیادہ معزز ہیں۔ ہم آپ کی بیویاں بھی ہیں اور چچازاد بہنیں بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی، اور فرمایا تم نے یہ نہیں کہا کہ مجھ سے زیادہ معزز کیونکر ہو سکتی ہو میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ ہارون علیہ السلام اور میرے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس روایت کو تمام اہل سیر نقل کرتے ہیں لیکن اس کے بعد اس روایت کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جو رائے ہے، اس کو چھوڑ دیتے ہیں ان کی رائے یہ ہے:۔

((هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّامِنْ حَدِيْثِ هَاشِمِ الْكُوْفِيِّ وَ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذَاكَ.)) [فضائل ازواج النبی]

''یہ حدیث غریب ہے، ہاشم کوفی کے سوا کسی اور طریقہ سے ہم لوگ اس کو نہیں جانتے اور اس کی سند کچھ ایسی نہیں ہے۔''

ہاشم کوفی کی نسبت محدثین کی یہ رائے ہے:۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ:۔ لا اعرفه، میں اس کو نہیں جانتا۔

ابن معین رحمۃ اللہ علیہ:۔ لیس بشیء، یہ کچھ نہیں۔

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ:۔ ضعیف الحدیث، ضعیف الحدیث ہے۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ:۔ مقدار مایرویه لا یتا بع علیه، ان کے دوسرے ساتھی ان کی تصدیق اور تائید نہیں کرتے، اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے، اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بیٹھی تھیں۔ رات کا وقت تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پہچانا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چپکے چپکے اشارہ کر رہی تھیں، اور آپ نہیں سمجھتے تھے۔ آخر آپ بھی سمجھ گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا برہم ہوئیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور اٹھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا تم کو یہ کہتی ہے، یہ کہتی ہے......'' اس حدیث کا دوسرا راوی علی بن زید تیمی ہے اس کے متعلق ائمہ فن کے اقوال سنو:۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ: فِيْهِ ضُعْفٌ وَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ. اس میں ضعف ہے، اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، لَيْسَ بِشَيْءٍ. ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ، قوی نہیں، کچھ نہیں، ضعیف ہے۔

یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ: ضَعِيْفٌ ، ضَعِيْفٌ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ. ضعیف ہے، ہر چیز میں ضعیف ہے۔

جوزانی رحمۃ اللہ علیہ: وَاهِيُ الْحَدِيْثِ، واہی ہے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ: لَيْسَ بِالْمَتِيْنِ عِنْدَهُمْ، محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، قوی نہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ: **لَا یُحْتَجُّ بِہٖ**، اس سے حجت لانا جائز نہیں۔

اس قسم کی تصریحات اور ائمہ کی بھی ہیں۔ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں۔''وہ جو حدیثیں آج سناتے تھے وہ کل اور ہو جاتی تھیں۔'' 1

سیر کی عام کتب میں اور اس قسم کے چند واقعات ملیں گے جن کا زیادہ تر ذخیرہ واقدی اور کلبی کے مزخرفات سے فراہم کیا گیا ہے، مثال کے لیے ہم صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں:

احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبیلہ کی رئیسہ سے نکاح کیا، جب وہ مدینہ آئی اور آپ حجلہ عروسی میں گئے، تو فرمایا:''تم اپنے آپ کو میرے حوالہ کرو۔''اس نے کہا:''کیا ایک شہزادی اپنے آپ کو ایک رعایا کے حوالہ کرسکتی ہے۔''آپ نے اس کی تسکین کے لیے اس کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا تو اس نے کہا میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں، آپ نے فرمایا:''تم نے بڑے کی پناہ مانگی''۔ یہ کہہ کر واپس چلے آئے اور اس کو رخصت کر دیا۔ 2

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ابن سعد، ہشام بن محمد سے راوی ہیں کہ اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے سکھایا تھا کہ تم اس طرح کہنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہنے سے خوش ہوتے ہیں۔ ہشام بن محمد کون بزرگ ہیں۔ دنیا ان کو کلبی کے نام سے جانتی ہے ان کی مخصوص صفات یہ ہیں، متروک، غیر ثقہ، رافضی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا کَانَ صَاحِبُ سَمَرٍ وَ نَسَبٍ مَّا، مَاظَنَنْتُ اَنَّ اَحَدًا یُحَدِّثُ عَنْهُ. [میزان]

''یہ ایک نسب دان اور داستان گو تھا، میں نہیں جانتا کہ کوئی اس سے حدیث روایت کرنا گوارا کرے گا۔''

صحیح بخاری میں بہ تصریح مذکور ہے، کہ یہ خاتون آپ کو پہچانتی نہ تھی۔اس لیے یہ گستاخی کی اور جب بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تو اس نے سر پیٹ لیا۔ 3 خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس بدنصیب کا قصہ بیان کرتی ہیں لیکن یہ نہیں کہتیں 4 کہ یہ میری تعلیم تھی

---

1 یہ تمام اقوال تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال سے ماخوذ ہیں۔

2 صحیح بخاری: کتاب الطلاق۔ 3 صحیح بخاری: آخر کتاب الاشربہ۔

4 صحیح بخاری: کتاب الطلاق۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حالانکہ ان کی آزاد بیانی اور اگر اپنا جرم ہو، تو روایت میں اس کا اعتراف مشہور ہے۔ [1]

سوتیلی اولاد کے ساتھ برتاؤ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چار سوتیلی بیٹیاں تھیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور سب اپنی اپنی سسرال جا چکی تھیں۔ اس کے علاوہ ان میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ۲ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے ایک سال کے بعد انتقال ہو گیا، البتہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بہ ترتیب ۸ھ و ۹ھ میں وفات پائی اور سات آٹھ برس ان کے سامنے زندہ رہیں، تاہم کوئی باہمی آزردگی کا واقعہ مذکور نہیں۔

آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو راہ الٰہی میں شہید ہوئیں۔ ان کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی، جو میری محبت میں ستائی گئی۔'' [2] حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک لڑکی امامہ نام کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت پیار کرتے تھے ان کو گود میں لے کر مسجد جاتے تھے اور نماز پڑھاتے تھے۔ تو ان کو کندھے پر بٹھا لیتے تھے۔ [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کو اُس سے بہت محبت تھی۔ کہیں سے ایک ہار آیا تھا، عورتوں نے کہا یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قسمت کا ہے، لیکن آپ نے وہ امامہ کو عطا فرمایا۔ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گو کنواری تھیں لیکن ان سے سن میں پانچ چھ برس بڑی تھیں۔ غالباً ایک سال یا اس سے بھی کچھ کم دونوں ماں بیٹی ایک ساتھ رہی ہوں گی۔ ۲ھ کے بیچ میں وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بیاہ دی گئیں، شادی کے لیے جن ماؤں نے سامان درست کیا تھا، ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں نے خاص طور پر اس کا اہتمام کیا۔ مکان لیپا، بستر لگایا، اپنے ہاتھ سے کھجور کی چھال دھن کر تکیے بنائے، چھوہارے اور منقٰی دعوت میں پیش کیے، لکڑی کی ایک الگنی تیار کی کہ اس پر پانی کی مشک اور

---

[1] دیکھو ان کے اخلاق و عادات کا بیان نیز روایت حدیث کا باب۔

[2] زرقانی بحوالہ طحاوی و حاکم ترجمہ زینب رضی اللہ عنہا۔

[3] صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔ [4] مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۰۱۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کپڑے لٹکائے جائیں، خود بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیاہ سے کوئی اچھا بیاہ میں نے نہیں دیکھا 1 شادی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جس گھر میں گئیں، اس میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں صرف ایک دیوار کا فصل تھا، بیچ میں ایک دریچہ تھا جس سے کبھی کبھی باہم گفتگو ہوتی تھی۔ 2

حدیث کی کتابوں میں کوئی صحیح واقعہ ایسا مذکور نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ماں بیٹی کے دل باہم صاف نہ تھے۔ حدیثیں تمام تر اسی کی موید ہیں کہ دونوں میں یک جہتی، محبت اور میل ملاپ تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سسرال میں اپنے ہاتھ سے کام کرتے کرتے تھک گئی تھیں۔ ایک لونڈی کی درخواست کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور اتفاق سے باریابی نہ ہوئی تو ماں ہی کو وکیل بنا کر واپس چلی گئیں۔ 3 بیٹی کا برتاؤ یہ تھا کہ جب دوسری ماؤں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابل میں سفیر بنا کر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور انہوں نے ان کی طرف سے درخواست پیش کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیٹی جس کو میں چاہوں، اس کو تم نہیں چاہو گی۔'' تو فوراً شرما کر واپس چلی آئیں اور پھر ماؤں کے دوبارہ اصرار سے بھی درخواست کے لیے نہیں گئیں۔ 4

بیٹی کی تعریف میں کہتی ہیں: ''میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے باپ کے سوا کوئی اور بہتر انسان کبھی نہیں دیکھا۔ 5 ایک تابعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا''؟ بولیں: ''فاطمہ رضی اللہ عنہا!'' کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ نشست و برخاست کے طور طریقہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا کسی اور کو نہیں دیکھا، جب آپ کی خدمت میں وہ آتیں آپ سروقد کھڑے ہو جاتے، پیشانی چوم لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے، اسی طرح جب آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے۔ تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں، باپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ 6 وہ خاص حدیث جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہل بیت اور آل عبا میں ہونے کا ذکر ہے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعہ سے مروی ہے۔ 7

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن ہم سب بیویاں آپ کے پاس بیٹھی تھیں کہ

---

1 یہ پوری تفصیل ابن ماجہ، باب الولیمہ میں ہے۔ 2 خلاصۃ الوفا: فصل رابع۔

3 صحیح بخاری: کتاب الجہاد و باب عمل المرأۃ فی بیت زوجہا و مسند ابوداؤد طیالسی مسند علی۔

4 صحیح بخاری۔ 5 زرقانی بحوالہ معجم اوسط طبرانی علی شرط الشیخین۔

6 جامع ترمذی: باب المناقب میں دونوں حدیثیں ہیں۔ 7 صحیح مسلم: کتاب الفضائل۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا سامنے سے آئیں، بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چال تھی، ذرا بھی فرق نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تپاک سے بلا کر پاس بٹھالیا، پھر چپکے چپکے ان کے کان میں کچھ کہا، وہ رونے لگیں۔ ان کی بے قراری دیکھ کر آپ نے پھر ان کے کان میں کچھ کہا، وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا ''فاطمہ! تمام بیویوں کو چھوڑ کر صرف تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راز کی باتیں کہتے ہیں اور تم روتی ہو۔'' آپ جب اٹھ گئے تو میں نے واقعہ دریافت کیا۔ بولیں: ''میں باپ کا راز نہیں فاش کروں گی۔'' جب آپ کا انتقال ہو گیا تو میں نے دوبارہ کہا: ''فاطمہ رضی اللہ عنہا! میرا جو تم پر حق ہے، اس کا واسطہ دیتی ہوں اس دن کی بات مجھ سے کہہ دو۔'' انہوں نے کہا کہ ہاں اب ممکن ہے میرے رونے کا سبب یہ تھا کہ آپ نے اپنی جلد وفات کی اطلاع دی تھی۔ ہنسنے کا باعث یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تم تمام دنیا کی عورتوں کی سردار بنو۔'' [1]

اس حدیث سے دونوں ماں بیٹی کے تعلقات کتنے خوشگوار نظر آتے ہیں، یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخیر عمر کا واقعہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ میراث اور فدک کے جھگڑوں نے ان پاک روحوں کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا تھا اور نہ کوئی اور خانگی آزردگی کا واقعہ ان کے شیشۂ خاطر کو مکدر کر سکا تھا۔

غلط اور مشتبہ روایات:

مسند احمد میں انہی بزرگ سے جنہوں نے بیان کیا تھا کہ ایک دفعہ شب کے وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں اور باہمی سخت کلامی کی نوبت آئی، مروی ہے کہ اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئیں اور ان سے جا کر کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تم کو برا بھلا کہتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے وہ آپ کی خدمت میں دوڑی آئیں اور شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خدا کی قسم وہ تمہارے باپ کو پیاری ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا! ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے جو کچھ کہا وہ کافی نہ تھا، جو (جلانے کو) یہ بھی کہہ دیا کہ خدا کی قسم وہ تمہارے باپ کو پیاری ہے۔'' [2]

یہ حدیث بظاہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں ہے لیکن اس تصویر کو غور سے دیکھو تو نظر آئے گا کہ نامعقول راوی نے ازواج مطہرات کے اخلاق کا کتنا بدنما نقشہ کھینچا ہے۔ اس ہجو ملیح کا

---

[1] صحیح مسلم و صحیح بخاری: باب من ناجی بین یدی الناس۔ [2] مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۳۰۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سرچشمہ علی بن زید تیمی ہے، جو ضعیف، واہی، نا قابل حجت ہونے کے ساتھ رافضی بھی تھا۔ 1

یحییٰ نے اپنی مسند میں عیسیٰ بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک دریچہ کھلتا تھا، آپ اس دریچہ سے ان کی خیریت پوچھ لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شب کو آپ گھر میں رونق افروز نہ تھے، اسی دریچہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کچھ گفتگو ہوگئی، آخر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دریچہ بند کرادیا۔ 2

ابن عبدالحمید اور عیسیٰ بن عبداللہ دونوں صاحب جو اس واقعہ کے راوی ہیں۔ علاوہ اس کے کہ پایہ اعتبار سے ساقط ہیں، شیعہ بھی ہیں، گو اہل فن کے نزدیک شیعہ ہونا ضعف کا سبب نہیں، تاہم یہ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ان کی شہادت کبھی قبول نہیں ہوسکتی۔

واقعۂ افک

مدینہ میں آکر مسلمانوں کو جن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ مکہ سے بالکل مختلف تھیں۔ مدینہ میں منافقوں کا ایک گروہ پیدا ہوگیا تھا، جو ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ انسان کے لیے سب سے بڑی چیز آبرو ہے اور اس پر حملہ بڑے کمینہ دشمن کا کام ہے۔ لیکن یہاں اسلام کو جیسے مخلص، وفا شعار اور محبت والے دوست ملے تھے، اسی قسم کے نفاق پرور، عداوت پیشہ اور غدار دشمن بھی ہاتھ آئے تھے، اس قسم کے غلط اور خلاف آبرو واقعات کی تشہیر اور باہمی خانہ جنگی کے اسباب کی فراہمی ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھا۔ اگر خدانخواستہ توفیق الٰہی شامل حال نہ ہوتی تو ان کی خانہ برانداز کوششیں پہلے ہی کتنی بار صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تفریق بلکہ خونریزی میں کامیاب ہوچکی ہوتیں۔

ان کوششوں کی سب سے ذلیل مثال ''افک'' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا واقعہ ہے۔ معلوم ہے کہ اس منافق گروہ کے سب سے بڑے دشمن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، اس بنا پر حرم نبوت اور بارگاہ خلافت کی شہزادیوں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بدنام کرنے میں ان کی ناکام کوششوں کا بڑا حصہ صرف ہوا، جن کی متعدد مثالیں اوپر گزر چکی ہیں اور کچھ آگے آئیں گی۔

---

1 تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال فی نقد الرجال۔ 2 خلاصۃ الوفاء فصل ۴ ص ۱۲۷، مصر بحوالہ یحییٰ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نجد کے قریب مریسیع نامی بنی مصطلق کا ایک چشمہ تھا، شعبان ۵ ھ میں مسلمان اسی چشمہ کے پاس ان سے معرکہ آراء ہوئے تھے، چونکہ یہ معلوم تھا کہ یہاں کوئی خونریز جنگ نہیں ہوگی اس لیے منافقوں کی ایک بہت بڑی تعداد فوج میں شریک ہوگئی تھی، ابن سعد کی روایت ہے:

((وَ خَرَجَ مَعَهُ بَشَرٌ كَثِيرٌ مِّنَ الْمُنَافِقِينَ لَمْ يَخْرُجُوا فِي غَزَاةٍ قَطُّ مِثْلُهَا.)) [1]

''اس سفر میں منافقین کی بہت بڑی تعداد شریک تھی جو کسی اور غزوہ میں نہیں ہوئی۔''

اوپر گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں جاتے تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے جن کے نام پر قرعہ پڑتا، وہ معیت کے شرف سے ممتاز ہوتیں۔ اسی طریقہ سے اس سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہم رکابی میں تھیں، چلتے وقت اپنی بہن اسماء رضی اللہ عنہا کا ایک ہار عاریۃً پہننے کو مانگ لیا تھا وہ ان کے گلے میں تھا، ہار کی لڑیاں اتنی کمزور تھیں کہ ٹوٹ ٹوٹ جاتی تھیں، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چودہ برس کی تھی، یہ عورت کا وہ زمانہ ہے جس میں ان کے نزدیک معمولی سا زیور بھی وہ گراں قیمت سامان ہے جس کے شوق میں ہر زحمت گوارا کرلی جاسکتی ہے۔

سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے محمل پر سوار ہوتیں، ساربان محمل اٹھا کا اونٹ پر رکھ دیتے تھے اور چل کھڑے ہوتے تھے، اس وقت کم سنی اور اچھی غذا نہ ملنے کے باعث اس قدر دبلی پتلی اور ہلکی پھلکی تھیں کہ محمل اٹھانے میں ساربانوں کو مطلق محسوس نہیں ہوتا تھا کہ اس میں کوئی سوار بھی ہے یا نہیں۔

سفر سے واپسی میں کئی بار منافقین نے شرارتیں کیں، ایک دفعہ قریب تھا کہ مہاجرین اور انصار تلواریں کھینچ کھینچ کر باہم کٹ مریں، آخر مشکل سے معاملہ رفع دفع کیا گیا۔ ان شریروں نے انصار کو سمجھایا کہ وہ اسلام کی مالی خدمت چھوڑ دیں، عبداللہ بن ابی نے جو ان کا رئیس تھا برملا کہا:

﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ [۶۳/منافقون:۸]

''اگر ہم لوگ مدینہ واپس پہنچے تو معززین ان ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کر کے اس واقعہ کی اطلاع دی، تو گو وہ اس جرم میں شریک

---

[1] ابن سعد: جز مغازی، ص ۴۵ لیڈن۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہ تھے، تاہم ان کو ندامت ہوئی، اور عبداللہ بن ابی کی طرف سے ایک عام نفرت پیدا ہوگئی۔ خود اس کے بیٹے نے جب یہ سنا تو باپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا: ''جب تک تم یہ اقرار نہ کرلو کہ ذلیل تم ہو اور معزز محمد ﷺ ہیں میں تم کو نہیں چھوڑوں گا۔'' [1]

ایک جگہ رات کو قافلہ نے پڑاؤ کیا، پچھلے پہر وہ پھر روانگی کو تیار تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے قافلہ سے ذرا دور نکل کر باہر آڑ میں چلی گئیں۔ فارغ ہوکر جب لوٹیں تو اتفاق سے گلے پر ہاتھ پڑ گیا، دیکھا تو ہار نہ تھا، ایک تو کم سنی اور پھر مانگے کی چیز، گھبرا کر وہیں ڈھونڈنے لگیں، سفر کی ناتجربہ کاری کی بناپر ان کو یقین تھا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے ہی ہار ڈھونڈ کر واپس آ جاؤں گی، اس بناپر نہ کسی کو واقعہ کی اطلاع دی اور نہ آدمیوں کو اپنے انتظار کا حکم دے کر گئیں، ساربان حسب دستور محمل کو اونٹ پر رکھ کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر کی تلاش میں ہار مل گیا۔ ادھر قافلہ چل چکا تھا، پڑاؤ پر آئیں تو یہاں سناٹا تھا۔

مجبوراً چادر اوڑھ کر وہیں پڑ رہیں کہ جب لوگ محمل میں نہ پائیں گے تو خود لینے آئیں گے۔ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، جو ساقہ (ریرگارڈ) یعنی چھوٹے چھوٹے سپاہیوں اور فوج کی گری پڑی چیزوں کے انتظام کے لیے لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے، صبح کو جب وہ پڑاؤ پر آئے تو دور سے سواد نظر آیا، حکم حجاب سے پہلے، جو اسی سال نازل ہو چکا تھا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا۔ دیکھتے ہی پہچان لیا، پاس آ کر ''اِنَّا لِلّٰہِ'' پڑھا، آواز سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوتے سے چونک پڑیں، صفوان نے اپنا اونٹ بٹھایا اور ان کو سوار کر کے اگلی منزل کا راستہ لیا۔ قافلہ نے دوپہر کے وقت پڑاؤ کیا ہی تھا کہ محمل سامنے نظر آیا۔ صفوان کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محمل میں سوار تھیں۔ یہ نہایت معمولی واقعہ تھا اور اکثر سفر میں پیش آتا ہے، آج ریل کے زمانہ میں بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں۔

ہندوؤں میں سیتا پر اور بنو اسرائیل میں مریم علیہا السلام پر جو کچھ گزری، اسلام میں اسی کا اعادہ ہوا،

---

[1] ابن سعد: جز مغازی ص ۴۵، صحیح بخاری و فتح الباری تفسیر سورۃ منافقین، نسائی میں ہے کہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے لیکن بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے کہ اس وقت مہاجرین انصار سے کم تھے، اس سے اس کی تردید ہوتی ہے، ابن ابی حاتم اور تمام ارباب مغازی متفق ہیں کہ غزوہ مریسیع میں یہ واقعات پیش آئے، فتح الباری جلد ۸ ص ۴۹۸۹،۷۴۰۴۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عبداللہ بن ابی نے کہ جس کا زخم ابھی تازہ تھا، یہ مشہور کیا کہ نعوذ باللہ! اب وہ پاکدامن نہیں رہیں۔ جا بجا اس چیز کو پھیلانا شروع کیا، نیک دل مسلمانوں نے اس افواہ کو سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھا کہ ((سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ)) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: ''ام ایوب رضی اللہ عنہا اگر تم سے یہ کوئی کہتا کیا تم مان لیتیں۔'' بولیں: ''استغفر اللہ! کسی شریف کا بھی یہ کردار ہے۔'' حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا: تو عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے کہیں زیادہ شریف ہیں، کیا ان سے ایسا ہوسکتا ہے!؟ عبداللہ بن ابی کے علاوہ مدینہ میں تین اور آدمی بھی اس سازش میں مبتلا ہو گئے۔ حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت، حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا اور مسطح بن اثاثہ حالانکہ ان میں سے دو اول الذکر اس سفر میں شریک تک نہ تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ! واقعہ کی صحت سے بحث نہ تھی، ان کو صفوان رضی اللہ عنہ کی بدنامی پر مسرت تھی۔ ان کو ملال تھا کہ بیرونی لوگ ہمارے گھر آ کر ہم سے زیادہ معزز کیوں بن گئے، چنانچہ ایک قصیدہ میں انہوں نے اس کا ماتم کیا ہے: [1]

امسیٰ الجلابیبُ قدعزوا وقد کثروا ابن الفریعة امسٰی بیضة البلد

اس قدر معزز ہو گئے اور اتنے بڑھ گئے اور فریعہ کا بیٹا (حسان) اتنا ذلیل ہو گیا

حمنہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں، وہ سمجھیں کہ اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زک دے کر اپنی بہن کو بڑھنے کا موقع دلائیں گی۔ [2] مسطح سے البتہ تعجب ہے کہ اول تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک عزیز تھے، پھر ان ہی کا دستِ فیض ان کی قوت کا سامان تھا۔

دنیا میں عزت سے زیادہ کوئی چیز نازک نہیں۔ یہ وہ شیشہ ہے جو پتھر پھینکنے سے نہیں بلکہ پتھر پھینکنے کے ارادے سے بھی چور چور ہو جاتا ہے، غلط سے غلط بات بھی جب کسی آبرودان اور نیک آدمی کی نسبت کوئی شریر کہہ بیٹھتا ہے تو وہ یا تو شرم سے پانی پانی یا غصہ سے آگ بگولا ہو جاتا ہے۔

اب تک ناصرۂ اسلام کی مریم ان واقعات سے بے خبر تھی، اتفاقاً ایک شب مسطح کی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کو آبادی سے باہر جا رہی تھیں کہ مسطح کی ماں کو کسی چیز سے ٹھوکر لگی، انہوں نے اپنے بیٹے کو بددعا دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ٹوکا: کہ ہائیں! تم ایک صحابی کو گالی دیتی ہو۔ مسطح کی ماں نے واقعہ بیان کیا، سننے کے ساتھ ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ کہتی ہیں کہ بدحواسی میں اپنی ضرورت بھول گئی اور یوں ہی لوٹ آئی تاہم ان کو اتنی بڑی بات کا یقین نہیں آیا، سیدھی میکہ

---

[1] ابن ہشام: ذکر افک ودیوان حسان۔ [2] صحیح بخاری ومسلم: حدیث افک۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آ ئیں۔ ماں سے پوچھا تو انہوں نے تسکین دی، اتنے میں ایک انصاریہ آ گئی اس نے پوری داستان دہرائی۔ اب شک کا کیا موقع تھا، سنتے ہی غش کھا کر گر پڑیں۔ والدین نے سنبھالا اور سمجھا بجھا کر گھر رخصت کیا۔ یہاں پہنچ کر شدت کا بخار اور لرزہ آیا، اس حالت میں انسان کو طرح طرح کا خیال آتا ہے اور ذرا ذرا سی بات سے بدگمان ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے پوچھ لیتے کہ اب ان کا کیا حال ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ بیماری میں اگلا سا التفات میرے حال پر نہیں، اس بنا پر اجازت لے کر وہ پھر میکہ چلی آئیں۔ دن رات آنکھوں سے آنسو جاری رہتے کہتی ہیں کہ نہ آنسو تھمتا تھا اور نہ آنکھوں میں نیند کا سرمہ لگتا تھا، باپ لطف و محبت سے سمجھاتے تھے کہ روتے روتے تمہارا کلیجہ نہ پھٹ جائے، ماں دلاسا دیتی تھی کہ بیٹی! جو بیوی اپنے شوہر کو چہیتی ہوتی ہے اس کو اس قسم کے صدمے اٹھانے ہی پڑتے ہیں۔ ایک بار غیرت سے ارادہ کیا کہ کنویں میں گر کر جان دے دیں۔

صفوان رضی اللہ عنہ کو جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی اس ہجو گوئی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے قسم کھائی کہ اللہ کی قسم! اب تک میں نے کسی عورت کو چھوا بھی نہیں ہے اور غصہ سے تلوار ہاتھ میں لے کر حضرت حسان کی تلاش میں نکلے اور یہ شعر پڑھ کر تلوار کا وار کیا:۔

تلقَّ ذباب السیف مِنّی فانّنی غلامٌ اذاھو ھُوجِیتُ لست بشاعرِ

لو مجھ سے تلوار کی یہ دھار، میں نوجوان ہوں جب میری ہجو ہو، میں شاعر نہیں

وہ پکڑ کر بارگاہِ نبوی میں حاضر کیے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تقصیر معاف کرائی اور اس کے معاوضہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو جائیداد عنایت فرمائی۔

گو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی بے گناہی مسلم تھی، تاہم شریروں کے منہ بند کرنے کے لیے تحقیق ضروری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے تسکین دی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''دنیا میں عورتوں کی کمی نہیں (یعنی اگر لوگوں کے کہنے کی پروا ہو تو طلاق دے دیجیے) اور خادمہ سے پوچھ لیجیے وہ سچ سچ بتا دے گی'' اس سے کنایۃً پوچھا گیا تو واقعہ اتنا مستبعد تھا کہ سمجھ بھی نہ سکی، وہ عام خانہ داری کے متعلق ان کی حالت کا استفسار سمجھی، بولی کہ ''اور تو کوئی برائی نہیں، ہاں بچپن ہے، سوتی ہیں تو بکری آٹا کھا جاتی ہے'' آخر صاف لفظوں میں اس سے سوال کیا گیا، اس نے کہا ''سبحان اللہ اللہ کی قسم! جس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرح سنار کھرے سونے کو جانتا ہے اسی طرح میں ان کو جانتی ہوں۔'' بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا بھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس تشدد سے لوگوں نے سمجھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے آزردگی ہوئی ہوگی۔ بنوامیہ نے اپنی حکومت کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جو الزامات قائم کیے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا لیکن امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے عین وقت پر نہایت بہادری سے اس کی تردید کی۔ سوکنوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمسری کا دعویٰ تھا اور ان کی بہن حمنہ اس سازش میں شریک بھی تھی۔ اس لحاظ سے آپ نے ان کی رائے بھی دریافت کی، انہوں نے کان پر ہاتھ رکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں بھلائی کے سوا اور کچھ میں نہیں جانتی۔ اس کے بعد آپ نے مسجد میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ایک مختصر تقریر میں حرم نبوت کی پاکی وطہارت اور عبداللہ بن ابی کی خباثت کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا:

> ''مسلمانو! اس شریر کو میری طرف سے کون سزا دے گا، جس کی نسبت مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل بیت پر عیب لگاتا ہے۔ قبیلہ اوس کے رئیس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر وہ ہمارے قبیلہ کا آدمی ہے تو ابھی اس کا سر اڑا دیں گے اور اگر ہمارے بھائی خزرج میں سے ہے تو آپ حکم دیجیے ہم تعمیل ارشاد کو تیار ہیں۔''

اوس وخزرج کی باہمی عداوت اور معرکہ آرائی پشت ہا پشت سے چلی آتی تھی، اسلام نے آکر اس فتنہ کو دبا دیا تھا لیکن وہ آگ ابھی تک راکھ کے نیچے دبی تھی، ہلکے سے جھونکے سے بھی وہ بھڑک اٹھتی تھی۔ خزرج کے رئیس سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو یہ برا معلوم ہوا کہ وہ اپنے قبیلہ کی نسبت جو چاہتے کہہ سکتے ہیں لیکن ان کو دوسرے کے قبیلہ کے معاملہ میں دخل دینے کا حق کیا تھا؟ وہ اپنے قبیلہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود عرض کرتے اور اتفاق یہ کہ شریر اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور ابھی حسان کا واقعہ گزر چکا تھا، اس لیے انہوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے کہا ''تم تو قتل نہیں کر سکتے تم میں یہ قدرت نہیں۔'' ابن معاذ کے چچا زاد بھائی اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے برابر سے ٹوکا کہ ''سعد یہ کیا منافقانہ پن ہے؟ منافقوں کی طرف داری کرتے ہو۔'' معاملہ نے طول پکڑا اور قریب تھا کہ دونوں قبیلے تلواریں سونت سونت کر سامنے آجائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو چپ کیا اور بات آئی گئی ہوگئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہاں سے اٹھ کر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بستر علالت پر پڑی تھیں۔ آنکھیں آنسوؤں سے پرنم تھیں، والدین داہنے بائیں تیمارداری میں مصروف تھے۔ آپ قریب جا کر بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کر کے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا اگر تم مجرم ہو تو توبہ کرو، خدا قبول کرے گا، ورنہ خدا خود تمہاری طہارت اور پاکی کی گواہی دے گا۔ والدین کو اشارہ کیا کہ آپ کو جواب دیں لیکن ان سے کچھ کہتے نہ بنا، یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے آنسو دفعتہً خشک ہو گئے، ایک قطرہ بھی آنکھوں میں نہ تھا، دل نے اپنی برأت کے یقین کی بنا پر اطمینان محسوس کیا۔ پھر خود جواب میں اس طرح گویا ہوئیں: ''اگر میں اقرار کرلوں، حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں، تو اس الزام کے صحیح ہونے میں کس کو شک رہ جائے گا۔ اگر انکار کروں تو لوگ کب باور کریں گے؟ میرا حال اس وقت یوسفؑ کے باپ (کہتی ہیں کہ سوچنے پر بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ آیا) کا سا ہے۔ جنہوں نے کہا تھا: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ.''

منافقوں نے اس فتنہ انگیزی سے جو مقاصد پیش نظر رکھے تھے، یعنی۔

① (نعوذ باللہ) پیغمبر اور صدیق کے نام کی اہانت اور بدنامی۔

② خاندانِ نبوی میں تفریق۔

③ اسلام کے برادرانہ اتحاد اور اجتماعی قوت میں رخنہ ڈالنا۔

وہ سب ایک ایک کر کے حاصل ہو چکے تھے۔

اب وہ وقت تھا کہ عالم غیب کی زبان گویا ہو، بالآخر وہ گویا ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا، پیشانی پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلک رہے تھے اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ج فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اَفَضۡتُمۡ فِیۡهِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ○ اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ وَ تَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِکُمۡ مَّا لَیۡسَ لَکُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَّ تَحۡسَبُوۡنَهٗ هَیِّنًا وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِیۡمٌ ○ وَ لَوۡ لَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا یَکُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَکَلَّمَ بِهٰذَا سُبۡحٰنَکَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِیۡمٌ ○ یَعِظُکُمُ اللّٰهُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِهٖۤ اَبَدًا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ○ وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ○ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ○﴾ [۲۴/النور:۱۱،۱۹]

''جن لوگوں نے یہ افترا باندھا ہے وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں، تم اس کو برا نہ سمجھو، بلکہ اس میں تمہاری بہتری تھی (کہ مؤمنین اور منافقین کی تمیز ہوگئی) ہر شخص کو حصہ کے مطابق گناہ اور جس کا اس میں بڑا حصہ تھا اس کو بڑا عذاب ہوگا، جب تم نے یہ سنا تو مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں نے اپنے بھائی بہنوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہیں کیا اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح تہمت ہے اور کیوں نہیں ان افترا پردازوں نے چار گواہ پیش کیے اور جب گواہ پیش نہیں کیے تو خدا کے نزدیک جھوٹے ٹھہرے۔ اگر خدا کی عنایت ومہربانی دین ودنیا میں تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو جو افواہ تم نے اڑائی تھی اس پر تم کو سخت عذاب پہنچتا۔ جب تم اپنی زبان سے اس کو پھیلا رہے تھے اور منہ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تم کو علم نہ تھا اور تم اس کو ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ خدا کے نزدیک وہ بڑی بات تھی۔ تم نے سننے کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہا کہ ہم کو ایسی ناروا بات منہ سے نہیں نکالنی چاہیے، خدا پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ خدا نصیحت کرتا ہے، کہ اگر تم مؤمن ہو تو پھر ایسی بات نہ کرو خدا اپنے احکام بیان کرتا ہے اور وہ دانا اور حکمت والا ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برائی پھیلے اُن کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بڑی دردناک سزا ہے۔ خدا سب جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے۔''

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ○ یَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَیۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَاَیۡدِیۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ○﴾ [۲۴/النور:۲۳،۲۴]

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''جولوگ مسلمان بھولی بھالی پاک دامن بیبیوں پر تہمت رکھتے ہیں، وہ دنیا اور عقبیٰ دونوں میں ملعون ہوں گے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا، اس دن جب خود ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں پر گواہی دیں گے۔''

ماں نے کہا: لو بیٹی! اٹھو اور شوہر کے قدم لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نسوانی غرور و ناز کے ساتھ جواب دیا: ''میں صرف اپنے خدا کی شکر گزار ہوں، کسی اور کی ممنون نہیں۔''

اس کے بعد قانون ازالہ حیثیت کے مطابق تین مجرموں کو اَسّی اَسّی کوڑے کی سزا دی گئی۔ [1]

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے جرم کے کفارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں چند شعر کہے، جو ابن اسحاق کی روایت سے اس کی سیرت میں منقول ہیں۔ بخاری میں اس قدر ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے چند شعر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنائے جن میں سے ایک یہ تھا:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَ تُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ [2]

پاکدامن ہے، باوقار ہے، مشتبہ نہیں ہے بھولی بھالی عورتوں کے بدن کا گوشت نہیں کھاتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر سن کر کہا: ''یہ سچ ہے مگر تم ایسے نہیں ہو۔'' یہ اشارہ ان کے واقعہ تہمت میں شرکت کی طرف تھا۔

سر ولیم میور کا بیان

سر ولیم میور نے لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں واقعہ افک کے بیان میں عجیب وغریب تاریخی اور ادبی غلطیاں کی ہیں۔ جن اغلاط کو اس کتاب سے تعلق نہیں ان کے بیان کا تو یہ موقع نہیں تاہم تاریخی وادبی غلطی کی ایک ایک مثال پر قناعت کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ:

''بنی مصطلق کے خلاف بھیجی ہوئی مہم جب مدینہ واپس آئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا کا محمل آپ کے سامنے دروازہ کے پاس مسجد کے متصل رکھا گیا، لیکن جب کھولا گیا تو وہ

[1] یہ تمام مسلسل واقعہ صحیح بخاری وصحیح مسلم (کتاب التوبہ) میں مفصل مذکور ہے۔ امام بخاری نے بتفصیل واختصار متعدد مقامات میں ان روایات کو درج کیا ہے، کتاب الشہادت، کتاب الجہاد، تفسیر سورۃ نور، غزوہ بنی مصطلق میں خصوصیت کے ساتھ تفصیل ہے، زائد باتیں جو حدیث کی دوسری کتابوں میں مروی ہیں، فتح الباری جلد ۸ تفسیر نور سے لی ہیں، اختلافات وروایات کی تطبیق، واقعات کی ترتیب اور مطالب ومعنی کی تصحیح میں حافظ ابن حجر کی تقلید کی ہے۔

[2] صحیح بخاری: کتاب التفسیر، رقم: ۴۷۵۵۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خالی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد صفوان رضی اللہ عنہ جو ایک مہاجر تھے نمودار ہوئے، اونٹ پر عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں اور آگے آگے صفوان رضی اللہ عنہ تھے۔"

آگے چل کر کہتا ہے:

"اگر چہ صفوان رضی اللہ عنہ نے بڑی جلدی کی تاہم فوج کو نہ پا سکے، پس لوگوں کے اترنے اور خیمہ نصب کرنے کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا صفوان رضی اللہ عنہ کی رہبری میں منظر عام کے سامنے داخل شہر ہوئیں۔"

یہ دونوں بیان حدیث اور سیر کی ساری کتابوں کے خلاف ہیں۔ اس تصویر کشی سے میور کا مقصود یہ ہے کہ صورتحال اور زیادہ بدنما نظر آئے، حالانکہ متفقہ طور سے ثابت ہے کہ صفوان رضی اللہ عنہ نے چند گھنٹوں کے فصل سے دوپہر کے وقت اگلی منزل میں فوج کو پالیا، یہ سرے سے مدینہ کا قصہ ہی نہیں۔

لوگ حسان رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود اپنی زبان سے برا نہیں کہتی تھیں بلکہ لوگوں کو اس سے روکتی تھیں۔ [1]

صحیح بخاری و مسلم میں اس کا سبب خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی مذکور ہے کہ وہ یعنی حسان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں کو جواب دیتے تھے۔ لیکن ہمارے محقق مورخ کو تیرہ سو برس کے بعد ایک اور لطیف وجہ نظر آئی ہے لکھتا ہے:۔

"حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے شاعرانہ تخیل کو بدل کر ایک نہایت عمدہ نظم لکھی جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت، حسن، عقلمندی اور چھریرے خوبصورت بدن کی تعریف کی تھی۔

خوشامد بھری ہوئی تعریف نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور شاعر میں میل کرا دیا۔"

کاش انگلینڈ کا مستشرق اعظم ہم کو بتا سکتا کہ تمام شعر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حسن، عقلمندی اور چھریرے خوبصورت بدن کی تعریف کس فقرے میں مذکور ہے اور شاید ہمارے محقق کو یہ بھی نہیں معلوم کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ شعر سنایا گیا تھا تو ان کا سن اس وقت چالیس برس کا ہوگا، ان کا جسم اس وقت چھریرا نہیں بلکہ پندرہ سولہ ہی برس کے سن میں بھاری ہو گیا تھا۔ [2]

سر ولیم میور کے مشرقی تبحر اور عربی دانی کا اس سے بھی عجیب اور مضحکہ انگیز نمونہ یہ ہے کہ:

---

[1] صحیح بخاری: تفسیر سورۂ نور و مناقب حسان رضی اللہ عنہ۔

[2] سنن ابی داؤد: باب السبق علی الرجل۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''اس نظم میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے چھریرے، خوبصورت بدن کی تعریف تھی، چھریرے بدن کی ہجو سے عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت رنج ہوتا تھا، حسان جب اس فقرے پر پہنچے، جس میں ان کی لاغری کی طرف اشارہ تھا، تو شوخی کے ساتھ شاعر کو روکا اور خود شاعر کی فربہی کی برائی کی۔ (حاشیہ)''

ہم نے اسلامی دفتر کا سارا عرصۂ کائنات چھان ڈالا، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس طرز اخلاق اور حلیہ کا پتہ نہ چلا۔ ناچار خود سر ولیم کے بتائے ہوئے اشارہ پر ہم نے جستجو کی تو نظر آیا کہ تصویر کا قصور نہ تھا بلکہ خود یورپ کے سب سے بڑے ماہر عربیات کے دماغی شیشہ کا قصور تھا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر کا دوسرا مصرع یہ تھا:

وَ تُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ [1] وہ بھولی بھالی عورتوں کا گوشت نہیں کھاتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر سن کر کہا: ''لیکن تم ایسے نہیں ہو۔''

عربی محاورہ میں کسی کا گوشت کھانا، اس کی غیبت اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے سے عبارت ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کسی کی غیبت اور پیٹھ پیچھے برائی نہیں کرتیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعریضاً کہا، لیکن تم ایسے نہیں ہو، یعنی تم غیبت کرتے ہو اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے کے بھی مرتکب ہوئے، یہ واقعۂ افک کی طرف اشارہ تھا۔ اس سے یہ مقصود نہ تھا کہ میں دبلی تو ہوں مگر تم بڑے موٹے ہو۔

اس جاہلانہ کمال کا تماشہ یورپ کے عجائب زار کے سوا ہم کو کہاں نظر آ سکتا ہے!

آخر میں ہم کو ان کا ممنون ہونا چاہیے کہ اصل الزام کے بطلان سے ان کو بھی انکار نہیں لکھتے ہیں:

''ان کی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی) ماقبل و مابعد کی زندگی ہم کو بتاتی ہے کہ وہ اس جرم سے بالکل بے گناہ تھیں۔''

تیمّم کے حکم کا نزول

ایک اور سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں، وہی ہار گلے میں تھا۔ قافلہ واپس ہو کر مقام ذات الجیش میں پہنچا تو وہ ٹوٹ کر گر پڑا، گزشتہ واقعہ سے ان کو تنبیہ ہو گئی تھی، فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا، [2] صبح قریب تھی، آپ نے پڑاؤ ڈال دیا اور ایک آدمی اس کے ڈھونڈنے کو دوڑایا۔ اتفاق یہ کہ

---

[1] صحیح بخاری: کتاب التفسیر۔ [2] مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۷۲۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جہاں فوج نے منزل کی تھی وہاں پانی مطلق نہ تھا۔ نماز کا وقت آ گیا، لوگ گھبرائے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوج کو کس مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ وہ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے، دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زانو پر سر رکھے آرام فرما رہے ہیں۔ بیٹی کو کہا ہر روز تم نئی مصیبت سب کے سر پر لاتی ہو اور غصہ سے ان کے پہلو میں کئی کونچے دیے، لیکن وہ آپ کی تکلیف کے خیال سے ہل بھی نہ سکیں۔

آپ صبح کو بیدار ہوئے تو واقعہ معلوم ہوا، اسلام کے تمام احکام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہمیشہ مناسب واقعات کی تقریب سے نازل ہوئے ہیں۔ اسلام میں نماز کے لیے وضو فرض تھا، لیکن بیسیوں موقعے ایسے پیش آتے ہیں جہاں پانی نہیں ملتا، یہ موقع بھی اسی قسم کا تھا۔

چنانچہ اس موقع پر قرآن مجید کی حسبِ ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا.﴾ [۴/النسآء :۴۳]

''اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہے اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پر پھیر لو۔ اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔''

ابھی ابھی مجاہدین کا پُر جوش گروہ جو اس مصیبت پر تلملا رہا تھا، اس ابرِ رحمت کو دیکھ کر مسرت سے لبریز ہو گیا، اسلام کے فرزند اپنی ماں کو دعائیں دینے لگے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک بڑے پایہ کے صحابی تھے، جوشِ مسرت میں بول اٹھے: ''اے صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر والو! اسلام میں یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔'' [1] صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو ابھی لختِ جگر کی تادیب کے لیے بے قرار تھے، فخر کے ساتھ صاحبزادی کو خطاب کر کے فرمایا: ''جانِ پدر! مجھے معلوم نہ تھا کہ تو اس قدر مبارک ہے تیرے ذریعہ سے خدا نے مسلمانوں کو کتنی آسانی بخشی۔'' [2]

اس کے بعد قافلہ کی روانگی کے لیے جب اونٹ اٹھایا گیا تو وہیں اس کے نیچے ہار پڑا ملا۔ [3]

---

[1] یہ تمام واقعہ مفصل صحیح بخاری کتاب التیمم میں مذکور ہے۔ [2] مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۷۳۔

[3] صحیح بخاری: کتاب التیمم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تحریم، ایلا اور تخییر

تحریم

اوپر گزر چکا ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی دو ٹولیاں تھیں۔ ایک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور دوسری بیویاں تھیں۔

معمول شریف یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر تمام ازواج کے پاس جا کر بیٹھتے تھے، اگرچہ آپ کے عدل کا یہ حال تھا کہ ذرا کسی کی طرف پلہ جھک نہیں سکتا تھا، لیکن اتفاقاً حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں چند روز تک معمول سے زیادہ دیر تک تشریف فرما رہے۔ اس لیے اوقاتِ مقررہ پر تمام ازواج کو آپ کی آمد کا انتظار تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز نے شہد بھیجا ہے، چونکہ شہد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا مرغوب ہے۔ وہ روز آپ کے سامنے شہد پیش کرتی ہیں اور آپ اخلاق سے انکار نہیں فرماتے ہیں، اس سے روزانہ معمول میں ذرا فرق آ گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا کہ اس کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے، آپ نظافت پسند تھے، ذرا سی بُو بھی نہایت ناگوار خاطر ہوتی تھی۔ [1] شہد کی مکھیاں جس قسم کا پھول چوستی ہیں شہد کی مٹھاس میں اسی قسم کی لذت اور بُو ہوتی ہے۔ عرب میں مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جس کی بو میں ذرا نبیذ کی سی کرختگی ہوتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کو سمجھا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائیں تو پوچھنا چاہیے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے منہ سے یہ کیسی بو آتی ہے؟ جب آپ یہ فرمائیں کہ شہد کھایا ہے تو کہنا چاہیے کہ شاید مغافیر کا شہد ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد سے کراہت پیدا ہوئی اور عہد کیا کہ اب شہد نہ کھاؤں گا۔

اگر یہ عام انسانوں کا واقعہ ہوتا تو یہ کوئی ایسی بات نہ تھی، لیکن یہ ایک شارع اعظم کا فعل تھا، جس کی ایک ایک بات پر بڑے بڑے قانون کی بنیاد پڑ جاتی ہے، اس لیے خدائے پاک نے اس پر عتاب فرمایا اور سورۂ تحریم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔

---

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۴۹۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ وَ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o ﴾ [٦٦/التحریم:١،٢]

''اے پیغمبر! خدا نے تیرے لیے جو حلال کیا ہے اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لیے اس کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتا ہے، خدا بخشنے والا اور مہربان ہے اور اس نے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے خداوند تمہارا آقا ہے اور علم و حکمت والا ہے۔''

اسی زمانہ میں آپ نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہی، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی۔ قرآن مجید میں اسی کے بعد مذکور ہے:

﴿ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا ج فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَ اَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَکَ ھٰذَا ط قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ o ﴾ [٦٦/التحریم:٣]

''اور پیغمبر نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کہی، جب اس نے دوسرے سے اس کو کہہ دیا، اور خدا نے پیغمبر پر اس واقعہ کو ظاہر کر دیا، تو پیغمبر نے اس بیوی کو اس کا قصور کچھ بتایا اور کچھ نہیں بتایا۔ اس نے کہا آپ سے کس نے یہ کہہ دیا، پیغمبر نے جواب دیا مجھ کو اس باخبر دانا نے بتایا۔''

﴿ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَ اِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ o ﴾ [٦٦/التحریم:٤]

''اگر تم دونوں خدا کی بارگاہ میں رجوع کرو (تو تمہارے لیے کوئی ایسی مشکل بات نہیں) کیونکہ تمہارے دل تو اس کی طرف مائل ہی ہیں اور اگر تم دونوں نے اس پر ایکا کر لیا، تو بھی (اے منافقین یہ کوئی ایسی بات نہیں) خدا پیغمبر کا آقا ہے اور جبرئیل، مؤمنین، صالحین اور فرشتے اس کے مددگار ہیں۔''

سوال یہ ہے کہ کون سا ایسا راز تھا، جس کے اخفا کے لیے اتنی شدت درکار تھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ وہ یہی شہد کی تحریم کا واقعہ تھا۔ بعض ❶ غیر صحیح روایتوں میں ہے کہ ماریہ نامی آپ کی ایک حرم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھیں، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی کی خاطر ان کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کردی تھی کہ اس راز کو اپنے ہی تک رکھنا، عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہ کہنا۔ انہوں نے کہہ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب اس سے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی رضامندی مقصود نہ تھی بلکہ اور ازواج کی بھی جیسا کہ قرآن مجید کا نص ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط ﴾ [٦٦/التحریم:١]

"اے پیغمبر! جو چیز خدا نے تیرے لیے حلال کی ہے، اس کو بیویوں کی رضامندی خاطر کے لیے اپنے اوپر حرام کیوں کرتا ہے۔"

تو پھر انہی کو واقعہ سے بے خبر رکھنا ایک بے معنی سی بات ہے کہ ان کی رضامندی تو اس واقعہ کے جاننے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس شے کو آپ نے حرام کرلیا تھا، وہ ایک کنیز کا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ تھا، حالانکہ آیت کا اشارہ ہے کہ وہ کم از کم تین بیویوں [1] کی مشترکہ خواہش ہو، پھر کسی کھانے کی چیز یا کسی کنیز سے احتراز کا راز اس قدر کیا اہم تھا، جس کے لیے روئے زمین کے مسلمانوں اور آسمانوں کے فرشتوں کی اعانت درکار ہو۔ آپ جب شہد نہ کھاتے یا اس کنیز سے تعلقات نہ رکھتے تو لوگ خود سمجھ جاتے کہ آپ نے ایسا کیا ہے۔ عرب میں لوگ سوسمار کھاتے تھے، آپ کو اس سے کراہت تھی۔ عام روایت کی رُو سے آپ نے ایک دو بیویوں کو طلاق دے دی تھی یا اس کا اظہار کیا تھا، لیکن ان میں سے کوئی شے راز نہ تھی۔

جن لوگوں کو قرآن مجید کے عام طرزِ ادا سے آگاہی ہے یا محاوراتِ عرب پر عبور ہے وہ جانتے ہیں کہ "اِذْ" کے بعد ہمیشہ نئے سرے سے نیا واقعہ شروع ہوتا ہے، گزشتہ آیت تک تو تحریم کے واقعہ کا بیان تھا، یہاں سے ایک الگ بات شروع ہوتی ہے اور اس کا بیان خود قرآن مجید کی دوسری آیت میں ہے کہ وہ کیا شے ہے، وہ "مظاہرہ" ہے یعنی ایکا کرنا، اس مظاہرہ کی تفصیل صحیح مسلم کے حوالے سے آگے ہم نقل کرتے ہیں۔

گزشتہ صفحہ کا حاشیہ: [1] اکابر محدثین نے تصریح کی ہے کہ روایت صحیح طریقے سے ثابت نہیں۔

[1] کیونکہ قران مجید میں جمع کا لفظ آیا ہے اور جمع کا لفظ عربی میں کم سے کم تین پر بولا جاتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

منافقین مدینہ جن کی شرارت کی متعدد مثالیں اوپر گزر چکی ہیں، ان کو اپنے خبث باطنی کے لیے اس سے زیادہ کیا مسالہ ہاتھ آ سکتا تھا، عجب نہیں کہ انہوں نے ایک عظیم الشان سازش کی بنیاد ڈال دی ہو، یہ صرف قیاس نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت خود قرآن مجید کی آیتوں سے ملتا ہے، اوپر کی آیت جس اہمیت کی مقتضی ہے، اس سے بھی گو اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے، لیکن اس آیت کے بعد اس واقعہ کی مناسبت سے مسلمانوں کو یہ نصیحت کر کے کہ آل اولاد اور بیوی بچوں کی محبت اور طرف داری راہ حق سے تم کو گمراہ نہ کرے۔ حسب ذیل آیت ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [٦٦/التحریم:٩]

''اے پیغمبر! کفار اور منافقوں سے مجاہدہ اور سختی کر، ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا بُرا ٹھکانا ان کا ہے۔''

پھر انہی کو خطاب کر کے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے حق پرستی اختیار نہ کی تو اس سے ان پیغمبروں کو یا ان کی دعوت الٰہی کو کیا نقصان پہنچا۔ اسی طرح اے منافقین! ان بیویوں کی وقتی نارضامندی سے تم رسول کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو، اس قیاس کی صحت اس آیت سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو اسی واقعہ کے ضمن میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

﴿ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ﴾ [۴/النسآء:۸۳]

''اور جب ان منافقین کو امن یا خوف کی کوئی خبر معلوم ہوتی ہے تو اس کو پھیلا دیتے ہیں، اگر اس کو رسول یا اپنے صاحب الرائے اشخاص کی طرف رجوع کر دیتے تو بات کو سمجھنے والے سمجھ جاتے۔''

ازالۂ شکوک

آیت دوم کی تفسیر میں بھی ہمارے بعض مفسروں نے غلطیاں کی ہیں ان کے خیال کے مطابق دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہوگا:

''اگر تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو (تو یہ نہایت ضروری ہے) کیونکہ

[1] صحیح مسلم: باب الایلاء۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمہارے دل کج ہو گئے ہیں اور اگر اس پر ایکا کر لو تو خدا اس کا (پیغمبر کا) آقا ہے۔"

① خط زدہ ترجمہ بالکل غلط ہے، یہ ظاہر ہے کہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کی جزا محاورۂ عرب کے مطابق محذوف ہے، ہم نے وہ جزائے محذوف "لَا بَاسَ" (کوئی ایسی مشکل بات نہیں) قرار دی ہے، مفسرین کے مطابق وہ "فَهُوَ وَاجِبٌ" (یہ ضروری ہے) ہوگی۔ کلام عرب پر جن کو عبور ہے وہ تسلیم کریں گے کہ "اِن" کے بعد جب جزا محذوف ہوتی ہے اور اس کے بعد "فَقَدْ" کے ساتھ اس جزا کی علت بیان کر دی جاتی ہے۔ تو ہمیشہ "لَا بَاسَ" (کچھ مضائقہ نہیں) لَا حَرَجَ (کچھ حرج نہیں) لَا ضَيْرَ (کچھ نقصان نہیں) فَهُوَ هَيِّنٌ (یہ معمولی بات ہے) وغیرہ الفاظ بطور جزا کے مراد ہوتے ہیں، اشعار عرب میں اور خود قرآن مجید میں اس کی کثرت سے مثالیں [1] موجود ہیں۔

② صَغَتْ کا ترجمہ زاغت (یعنی کج ہونا) بھی صحیح نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن (نعوذ باللہ) اس سے بالاتر ہیں کہ ان کے دل کج اور گمراہ ہوں، اردو میں دو مفہوم ہیں، کسی چیز سے ہٹنا اور کسی چیز کی طرف جھکنا، اور مائل ہونا۔ عربی میں ان دونوں مفہوموں کے لیے تین قسم کے لفظ ہیں، اول جو صرف پہلے معنی پر دلال ہیں مثلاً: انحرف، ادعوی، زَاغَ، حَادَ۔ دوم جو فقط دوسرے معنی کو بتاتے ہیں۔ مثلاً: قَاءَ، تَابَ، اِلْتَفَتَ، تَوَجَّهَ وہ جو دونوں کو مشتمل ہیں، مثلاً مَالَ، شَغَلَ، عَدَلَ، رَجَعَ، وغیرہ۔

صَغٰی دوسرے معنی میں مستعمل ہے، بعض مفسروں نے اس کو تیسرے معنی میں لیا ہے اور اکثر نے اول معنی میں اور یہ سب سے بڑی ادبی غلطی ہے۔ عرب کے محاورات اور لغات کا ایک حرف بھی اس

---

[1] ناظرین میں جو صاحب عربی جانتے ہوں، وہ ان آیتوں پر غور کریں:

① ﴿ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ. ﴾ [۳/آل عمران:۱۸۴]
"اگر تجھ کو جھلاتے ہیں تو کوئی بات نہیں کہ تجھ سے پہلے پیغمبر بھی جھلائے گئے۔"

② ﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ ﴾ [۹/التوبۃ:۴۰]
"اگر اس پیغمبر کی مدد نہیں کرتے، تو کوئی نقصان نہیں کہ خدا اس کا مددگار ہے۔"

③ ﴿ وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [۸/الانفال:۳۸]
"اگر پھر ایسا کریں تو کوئی حرج نہیں کہ گزشتہ امتوں کا قانون گزر چکا ہے۔"

④ ﴿ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَ كَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴾ [۶/الانعام:۸۹]
"اگر یہ اس کے منکر ہیں تو کوئی پروا نہیں کہ ہم نے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں جو اس کو مانتے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے استناد میں نہیں مل سکتا۔ [1] قرآن مجید میں ایک اور جگہ یہ لفظ آیا ہے:

﴿ وَ لِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [٦/الانعام:١١٣]

''تا کہ جو ایمان نہیں لائے ان کے دل اس کی طرف جھکیں، اور اس کی خواہش کریں۔''

دیکھو کہ یہاں کجی یا ٹیڑھے ہونے کے معنی نہیں ہیں۔

③ آیت زیر بحث میں یہ نہیں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے دل کس چیز کی طرف جھک چکے ہیں۔ بعض مفسرین نے نعوذ باللہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا اور تکلیف رسانی کی طرف۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جہاں سے جو لفظ محذوف ہوتا ہے ہمیشہ آگے پیچھے وہ کہیں مذکور ہوتا ہے یا قرینہ غالب سے سمجھا جاتا ہے، اس کے پہلے ''توبہ'' کا لفظ ہے اس لیے یہی لفظ آگے محذوف ہے، آیت کے محذوفات کا اگر ذکر کر دیں تو یہ عبارت ہوگی:

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللهِ (فَهُوَ هَيِّنٌ) فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا، (اِلَى التَّوْبَةِ اِلَى اللهِ)

''اور تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو (تو تمہارے لیے یہ آسان ہے) کیونکہ تمہارے دل (رجوع الی اللہ کی جانب) مائل ہو ہی چکے ہیں۔''

ایلاء

تحریم ہی کے سلسلہ میں ایلاء کا واقعہ پیش آیا، یہ تحریم و ایلاء ۹ھ کا واقعہ ہے، اس وقت عرب کے دور دراز صوبے زیر نگیں ہو چکے تھے۔ مالِ غنیمت، فتوحات اور سالانہ محاصل کا بے شمار ذخیرہ وقتاً فوقتاً مدینہ آتا رہتا تھا۔ بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی جس زہد و قناعت کے ساتھ بسر ہوتی تھی، اس کا ایک دھندلا سا خاکہ خانہ داری کے عنوان میں گزر چکا ہے۔

فتح خیبر کے بعد غلہ اور کھجوروں کی جو مقدار ازواج مطہرات کے لیے مقرر تھی، ایک تو وہ خود کم تھی؛ پھر فیاضی اور کشادہ دستی کے سبب سال بھر تک بمشکل کفایت کر سکتی تھی، آئے دن گھر میں فاقہ ہوتا تھا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں بڑے بڑے قبائل کی بیٹیاں بلکہ شہزادیاں داخل تھیں، جنہوں نے

[1] دیکھو لسان العرب، بیضاوی نے اس کو قِیْـــلَ کر کے لکھا ہے۔ مولانا حمید الدین صاحب نے ''سورہ تحریم'' کی تفسیر میں ''مسئلہ شرط اور معنی صغو'' کی نہایت تحقیق کی ہے جس کو زیادہ تفصیل و تحقیق مقصود ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔

15940

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس سے پہلے خود اپنے یا پہلے شوہروں کے گھروں میں ناز ونعم کی زندگیاں بسر کی تھیں، اس لیے انہوں نے مال و دولت کی یہ بہتات دیکھ کر آپ سے مصارف میں اضافہ کی خواہش کی۔

یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو نہایت مضطرب ہوئے، پہلے اپنی صاحبزادی کو سمجھایا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مصارف کا تقاضا کرتی ہو، تم کو جو کچھ مانگنا ہو مجھ سے مانگو، خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا لحاظ فرماتے ہیں، ورنہ تم کو طلاق دے دیتے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایک بی بی کے دروازے پر گئے اور ان کو نصیحت کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''عمر رضی اللہ عنہ! تم ہر چیز میں تو دخل دیتے ہی تھے، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے معاملہ میں بھی دخل دیتے ہو۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جواب سے افسردہ ہو کر خاموش ہو گئے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ بیچ میں آپ ہیں اور ادھر ادھر بیویاں بیٹھی ہیں اور مصارف کی مقدار بڑھانے پر مصر ہیں۔ دونوں اپنی صاحبزادیوں کے مارنے پر آمادہ ہو گئے، لیکن انہوں نے عرض کی ہم آئندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دیں گی۔

دیگر ازواج اپنے مطالبہ پر قائم رہیں، اتفاقاً اسی زمانہ میں آپ گھوڑے سے گر پڑے پہلوئے مبارک میں ایک درخت کی جڑ سے خراش آ گئی۔ 1 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے متصل ایک بالاخانہ تھا 2، جو گویا ان گھروں کا توشہ خانہ تھا۔ 3 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے۔ منافقین نے مشہور کر دیا کہ آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد میں جمع ہو گئے، گھر گھر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، ازواج مطہراتؓ رو رہی تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے خود آپ سے واقعہ کی تحقیق کی جرأت نہ کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے، تمام صحابہ ملول اور چپ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی کی اجازت چاہی، دو بار کوئی جواب نہ ملا، تیسری دفعہ اجازت ہوئی تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہیں جسم مبارک پر بان سے بدھیاں پڑ گئی ہیں۔ ادھر ادھر نظر اٹھا کر دیکھا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے توشہ خانہ میں چند مٹی کے برتن اور چند سوکھی مشکوں کے سوا کچھ نہ تھا، یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں بھر آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی؟ ارشاد ہوا: نہیں، عرض کی کیا میں یہ بشارت

---

1 ابوداؤد: باب امامۃ من صلی قاعداً۔ 2 حوالۂ مذکور 3 صحیح مسلم: باب الایلاء۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عام مسلمانوں کو نہ سنادوں، اجازت پاکر زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔

یہ مہینہ ۲۹ روز کا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ۔ ''میں ایک ایک روز گنتی تھی ، ۲۹ دن ہوئے تو آپ بالا خانہ سے اتر آئے۔'' سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ایک مہینہ کے لیے عہد فرمایا تھا، ابھی تو انتیس ۲۹ ہی دن ہوئے ہیں، ارشاد ہوا مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

تخییر

چونکہ عام ازواج توسیع نفقہ کی طالب تھیں اور پیغمبر صرف اپنی بیویوں کی رضامندی کے لیے اپنے دامن کو زخارف دنیوی میں ملوث نہیں کرسکتا تھا، اس لیے تخییر کی آیت نازل ہوئی یعنی جو بیوی چاہے فقر و فاقہ کو اختیار کر کے شرف صحبت سے ممتاز رہے اور دنیا کے بجائے آخرت کی نعمت پائے اور جو چاہے کنارہ کش ہو کر دنیا طلبی کی ہوس پوری کرے، وہ آیت یہ ہے:۔

﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَ اُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ○ وَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ ﴾ [۳۳/الاحزاب:۲۸،۲۹]

''اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم کو زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی ہوس ہے تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر رخصت کردوں اور اگر خدا اور رسول اور آخرت پسند ہے، تو اللہ نے تم سی نیک عورتوں کے لیے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔''

آپ سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک بات پیش کرنا چاہتا ہوں، اس کا جواب اپنے والدین سے مشورہ کر کے دینا۔ عرض کی، ارشاد فرمایئے، آپ نے اوپر کی آیتیں پڑھ کر سنائیں، گزارش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس امر میں اپنے والدین سے مشورہ لوں، میں خدا اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ یہ جواب سن کر آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا جواب دوسری بیبیوں پر ظاہر نہ ہو۔'' ارشاد ہوا کہ معلم بن کر آیا ہوں، جابر بن کر نہیں آیا۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم: باب الایلاء میں یہ تمام واقعات مفصل مذکور ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بیوگی ۱۱ھ

اب عورت کے مصائب زندگی میں سے سب سے آخری مرحلہ کا ذکر ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کا سفر اختیار کیا۔ ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو محبت و اخلاص تھا وہ ہر جگہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صفر ۱۱ھ کے پچھلے مہینے کی کوئی تاریخ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے، وہ سر کے درد سے بے قرار تھیں اور ہائے وائے کر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میرے سامنے مرتیں تو میں اپنے ہاتھ سے تمہاری تجہیز و تکفین کرتا، وہ بے تکلفانہ لہجے میں عرض پرداز ہوئیں کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ شاید اس لیے ارشاد ہو رہا ہے کہ اس حجرہ میں کوئی نئی بیوی بیاہ کر آئے۔ آپ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا کہ "ہائے! میرا سر" اسی وقت سے درد شروع ہو گیا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر آپ صاحبِ فراش ہو گئے، اس حالت میں بھی بیویوں کی خاطر داری منظور تھی، حسبِ دستور ایک ایک روز ایک ایک حجرہ میں قیام فرمارہتے، لیکن ہر روز استفسار ہوتا کہ کل میں کہاں رہوں گا، ازواج مطہرات نے سمجھ لیا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں قیام رہے، سب نے اجازت دے دی، اس وقت سے آخر زندگی تک آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے حجرے میں قیام فرمارہے۔

اس خواہش کا سبب شاید عام لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت سمجھیں، لیکن اوپر گزر چکا ہے کہ خدا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فطری کمال، عقل، قوت حافظہ، سرعت فہم اور اجتہاد فکر عطا فرمایا تھا۔ عجب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہو کہ آپ کے آخری اقوال وافعال کا بھی ایک ایک حرف دنیا میں محفوظ رہے، چنانچہ آپ کی وفات کے متعلق اکثر صحیح حالات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعہ امت تک پہنچے۔

روز بروز مرض کی شدت بڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ مسجد میں امامت کے لیے بھی آپ تشریف نہ لے جاسکے۔ بیویاں تیمارداری میں مصروف تھیں۔ کچھ دعائیں تھیں جن کو پڑھ کر آپ بیمار کو دم کیا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہی دعائیں پڑھ پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کر دیا کرتی تھیں۔

صبح کی نماز میں لوگ آپ کی آمد کے منتظر تھے، کئی دفعہ آپ نے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن ہر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دفعہ غش آ گیا، آخر حکم دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر جو شخص کھڑا ہوگا لوگ اس کو منحوس سمجھیں گے۔ اس لیے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں، 1 ان سے یہ کام نہ بن آئے گا، وہ رو دیں گے، کسی اور کو حکم ہو۔'' لیکن آپ نے دوبارہ یہی ارشاد فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم عرض کرو، انہوں نے عرض کی تو فرمایا۔ ''تم یوسف والیاں ہو، 2 کہہ دو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کریں۔'' چنانچہ انہوں نے امامت کی۔

آپ علالت سے پہلے کچھ اشرفیاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا کر بھول گئے تھے۔ اس وقت یاد آیا، فرمایا کہ ''عائشہ! وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ ان کو اللہ کی راہ میں صرف کر دو، کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا؟'' چنانچہ اسی وقت خیرات کر دی گئیں۔ 3

اب وقت آخر تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سرہانے بیٹھی تھیں۔ آپ ان کے سینہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اتنے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن مسواک لیے اندر آئے۔ آپ نے مسواک کی طرف دیکھا۔ سمجھ گئیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے مسواک لے کر اپنے دانت سے نرم کر کے آپ کو دی۔ آپ نے صحیح و تندرست آدمی کی طرح مسواک کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فخر یہ کہا کرتی تھیں کہ تمام بیویوں میں مجھ ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخری وقت میں بھی میرا جھوٹا آپ نے منہ میں لگایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی تندرستی کے لیے دعائیں مانگ رہی تھیں، آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا، فوراً دست مبارک کھینچ لیا، اور فرمایا ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاجْعَلْنِیْ مَعَ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی)) 4 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ تندرستی کی حالت میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبر کو مرتے وقت دنیاوی اور اخروی زندگی میں سے ایک کے قبول کا اختیار دیا جاتا ہے، ان الفاظ کو سن کر میں چونک پڑی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کنارہ کشی ہی قبول کی۔ تاہم وہ ابھی کمسن تھیں، کسی کو اب تک اپنی آنکھ سے مرتے نہیں دیکھا تھا، عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو بڑی تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا

---

1 حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں رویا کرتے تھے اور یہ تو خاص موقع تھا اس لیے یہ اظہار کچھ غلط نہ تھا، دیکھو بخاری، باب الہجرۃ۔ 2 یعنی تم ہی عورتیں ہو جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہکانا چاہا تھا۔

3 مسند احمد: جلد ۶ص ۴۹ 4 صحیح مسلم: کتاب السلام، باب استحباب رقیۃ المریض، رقم: ۵۷۰۷۔ مسند احمد: جلد ص ۱۲۶۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ثواب بھی بقدر تکلیف ہی ہے۔

اب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنبھالے بیٹھی تھیں، کہتی ہیں کہ دفعتہً مجھ کو آپ کے بدن کا بوجھ معلوم ہوا۔ آنکھوں کی طرف دیکھا تو پھٹ گئی تھیں۔ آہستہ سے سر اقدس تکیہ پر رکھ دیا اور رونے لگیں، [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کا سب سے زریں باب یہ ہے کہ مرنے کے بعد ان ہی کے حجرہ کو پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن بننا نصیب ہوا، اور نعش مبارک اسی حجرہ کے ایک گوشہ میں سپرد خاک ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا تھا کہ ان کے حجرہ میں تین چاند ٹوٹ کر گرے ہیں، انہوں نے اس کا ذکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی حجرہ میں مدفون ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان تین چاندوں میں سے ایک یہ ہے اور یہ ان میں سب سے بہتر ہے۔ [2] بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ دو پچھلے چاند صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اب بیوہ تھیں اور اسی عالم میں انہوں نے عمر کے چالیس مرحلے طے کیے۔ جب تک زندہ رہیں، اسی مزارِ اقدس کی مجاور رہیں، قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی سوتی تھیں۔ ایک دن آپ کو خواب میں دیکھا، اس دن سے وہاں سونا چھوڑ دیا۔ [3]

تیرہ برس تک یعنی جب تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں مدفون نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے حجاب وہاں آتی جاتی تھیں کہ ایک شوہر تھا، دوسرا باپ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد فرماتی تھیں کہ اب وہاں بے پردہ جاتے حجاب آتا ہے۔

ازواج مطہراتؓ کے لیے دوسری شادی خدا نے ممنوع قرار دی تھی۔ عرب کے ایک رئیس نے کہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں عقد کروں گا، چونکہ یہ امر دینی وسیاسی مصالح اور نیز شانِ نبوت کے خلاف تھا۔ اس لیے خدائے پاک نے فرمایا:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ﴾ [۳۳/الاحزاب:۶]

''پیغمبر! مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

---

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۷۴، اس باب میں جن واقعات پر حوالہ نہ ہو وہ صحیح بخاری باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہیں۔

[2] موطا امام مالک: ما جاء فی دفن المیت۔ [3] طبقات ابن سعد: جلد ثانی، قسم ثانی، ص ۸۵، بسند حسن۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

﴿مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ لَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا﴾ [۳۳/الاحزاب:۵۳]

''اور تمہیں مناسب نہیں کہ تم پیغمبر خدا کو اذیت دو، اور نہ یہ کہ کبھی اس کی بیویوں سے اس کے بعد بیاہ کرو، خدا کے نزدیک یہ بڑی بات ہے۔''

اصل یہ ہے کہ ازواج مطہرات جو ایک مدت تک حاملِ نبوت کی محرم اسرار رہیں، ان کی بقیہ زندگی صرف اس لیے تھی کہ مقدس شوہر کی تعلیمات اور اسباقِ عمل کو جب تک جیتی رہیں، دہراتی رہیں۔ ان کی زندگی کا ہر لحہ صرف اسی فرض کی بجا آوری میں صرف ہو۔ وہ مسلمانوں کی مائیں تھیں، ان کا فرض صرف بیٹوں کی تعلیم و تربیت تھی۔ چنانچہ ان کے فرائض خود خدا نے مقرر کر دیے تھے۔

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ○ وَ مَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا کَرِیْمًا﴾

[۳۳/الاحزاب:۳۰،۳۱]

''اے پیغمبر کی بیویو! تم میں جو بُرا کرے گی اس کو دوگنا عذاب ملے گا، اور خدا کے لیے یہ آسان بات ہے اور تم میں سے جو اللہ اور رسول کی فرمانبردار ہوگی، اور اچھے کام کرے گی، اس کو ثواب بھی دوبارہ ملے گا اور اس کے لیے ہم نے قیامت میں اچھی اور پاک روزی مہیا کی ہے۔''

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا○ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا○وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَةِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا○﴾ [۳۳/الاحزاب:۳۲۔۳۴]

''اے پیغمبر کی بیویو! تم عام اور معمولی عورتوں میں نہیں ہو، اگر پرہیزگار بنو۔ دب کر نہ بولا کرو کہ بیمار دل والے (منافقین) حوصلہ کریں، اور اچھی بات بولا کرو، اور گھروں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں وقار کے ساتھ رہا کرو اور گزشتہ زمانہ کی جاہلیت کی طرح بن ٹھن کر نہ نکلا کرو، نمازیں پڑھا کرو، زکوٰۃ دیا کرو، اور خدا اور رسول کی فرمانبرداری کیا کرو۔ خدا تو یہی چاہتا ہے، اے اہل بیت نبوت! کہ تم سے میل کچیل دور کر دے، اور تم کو بالکل پاک وصاف کر دے۔ تمہارے گھروں میں خدا کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں پڑھ کر سنائی جارہی ہیں ان کو یاد کیا کرو، بیشک خدا پاک اور دانا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آئندہ زندگی حرف بحرف ان ہی آیاتِ الٰہی کی عملی تفسیر ہے۔

عام حالات

عہدِ صدیقی

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پدر بزرگوار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین اور بیعتِ خلافت صدیقی کی تکمیل کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجیں اور وراثت کا مطالبہ کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یاد دلایا کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا: ''میرا کوئی وارث نہ ہوگا میرے تمام متروکات صدقہ ہوں گے۔'' یہ سن کر سب خاموش ہوگئیں۔ [1]

اصل یہ ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی ہی میں اپنے پاس کیا رکھتے تھے جو وفات کے بعد تقسیم ہوتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے درہم و دینار، جانور اور مویشی، لونڈی اور غلام کچھ ترکہ میں نہیں چھوڑا، [2] البتہ ولایت عامہ کے طریقوں سے مختلف اغراض و مقاصد کے لیے چند باغ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں جس طرح اور جن مصارف میں ان کی آمدنی صرف فرماتے تھے، وہ خلافتِ راشدہ میں بعینہٖ اسی طرح اور اسی حیثیت سے قائم رہے۔ آپ اپنی زندگی میں بیبیوں کے سالانہ مصارف اسی جائیداد سے ادا فرماتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ میں ان مصارف کو اسی طرح برقرار رکھا۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس فیاضی کی جو ترکہ کے باب میں انہوں نے کی ہے اس وقت اور قدر بڑھ جاتی ہے۔ جب یہ معلوم ہو کہ جس دن وہ بیوہ ہوئیں، اسی شام کو گھر میں

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الفرائض [2] صحیح بخاری: کتاب الوصایا۔

[3] صحیح بخاری: کتاب الفرائض مکالمہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

برکت تھی۔ 1

داغِ بے پدری

عہدِ صدیقی صرف دو برس قائم رہا، ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔نزع کے وقت صاحبزادی خدمت میں حاضر تھیں، باپ نے کچھ جائیداد بیٹی کو دے دی تھی۔اب دوسری اولاد کا سامان بھی ضروری تھا۔فرمایا: جان پدر! کیا تم وہ جائیداد اپنے بھائیوں کو دے دوگی؟ عرض کی: ''بسرو چشم'' 2 پھر دریافت کیا، آنحضرت ﷺ کے کفن میں کتنے کپڑے تھے؟ عرض کی: ''تین سفید کپڑے۔'' پوچھا کس دن وفات پائی، عرض کی: ''دوشنبہ کے روز'' دریافت کیا ''آج کون سا دن ہے؟'' بتایا کہ ''دوشنبہ ہے۔'' فرمایا: ''تو آج شب تک میرا بھی چل چلاؤ ہے۔'' پھر اپنی چادر دیکھی، اس میں زعفران کے دھبے تھے۔فرمایا کہ اسی کپڑے کو دھو کر اس کے اُوپر دو اور کپڑے بڑھا کر مجھ کو کفن دیا جائے۔عرض کی ''یہ کپڑا پرانا ہے'' ارشاد ہوا کہ ''مُردوں سے زیادہ زندوں کو نئے کپڑوں کی ضرورت ہے۔'' 3 اس کے بعد اسی دن سہ شنبہ کی رات کو وفات پائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ ہی میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں ادباً آپ ﷺ کے مزار مبارک سے کسی قدر پیچھے ہٹا کر دفن کیے گئے، اور اب یہ حجرہ نبوت کے چاند کے ساتھ ایک خلافت کے چاند کا بھی مغربِ تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیوگی کے ساتھ اس کم عمری میں دو ہی برس کے اندر یتیمی کا داغ بھی اٹھانا پڑا۔

عہدِ فاروقی

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عہد مبارک نظم ونسق کے لحاظ سے ممتاز تھا، انہوں نے تمام مسلمانوں کے نقد وظیفے مقرر کردیے تھے۔قاضی ابویوسف نے کتاب الخراج میں دو روایتیں لکھی ہیں، ایک یہ ہے کہ تمام ازواجِ مطہرات کو بارہ بارہ ہزار سالانہ دیا جاتا تھا، 4 دوسری روایت جس کو حاکم نے صحت میں بخاری ومسلم کے ہم رتبہ قرار دیا ہے، یہ ہے کہ دیگر ازواج کو دس دس ہزار اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارہ ہزار سالانہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔ 5 اس ترجیح کا سبب خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرما دیا تھا کہ ان کو میں دو ہزار اس لیے زیادہ دیتا ہوں کہ وہ آنحضرت ﷺ کو محبوب تھیں۔

---

1 ترمذی: کتاب الادب۔ 2 طبقات ابن سعد: ترجمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔
3 صحیح بخاری: ابواب الجنائز۔ 4 کتاب الخراج قاضی ابویوسف: ص ۲۵۔
5 مستدرک حاکم: جزء صحابیات، ذکر عائشہؓ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نو پیالے تیار کرائے تھے، جب کوئی چیز آتی، ایک ایک پیالہ میں کر کے ایک ایک کی خدمت میں بھیجتے۔ 1 تحفوں کی تقسیم میں یہاں تک خیال رکھتے کہ اگر کوئی جانور ذبح ہوتا تو بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سری اور پایہ تک اُن کے پاس بھیج دیتے تھے۔ 2 عراق کی فتوحات میں موتیوں کی ایک ڈبیہ ہاتھ آئی تھی، مالِ غنیمت کے ساتھ وہ بھی بارگاہِ خلافت میں بھیجی گئی، سب کو موتیوں کی تقسیم مشکل تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگ اجازت دیں تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیج دوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ محبوب تھیں۔ سب نے بخوشی اجازت دی، چنانچہ وہ ڈبیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دی گئی۔ کھول کر دیکھا، فرمایا: ''ابن خطاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کیے، خدایا! مجھے آئندہ اُن کے عطیوں کے لیے زندہ نہ رکھنا۔'' 3

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا تھی کہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے دفن ہوں، لیکن کہہ اس لیے نہیں سکتے تھے، کہ گو شرعاً مردوں سے زیر خاک پردہ نہیں، تاہم ادباً دفن کے بعد بھی وہ اپنے آپ کو غیر محرم ہی سمجھتے تھے، نزع کے وقت اس خلش سے بے تاب تھے۔ آخر اپنے صاحبزادے کو بھیجا کہ ''ام المؤمنین کو میری طرف سے سلام کہو اور عرض کرو کہ عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا ہے کہ وہ اپنے رفیقوں کے پہلو میں دفن ہو۔'' فرمایا: ''اگرچہ وہ جگہ میں نے خود اپنے لیے رکھی تھی، مگر عمر رضی اللہ عنہ کے لیے خوشی سے یہ ایثار گوارا کرتی ہوں۔''

اس اجازت کے بعد بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میرا جنازہ آستانہ تک لے جا کر پھر اذن طلب کرنا، اگر ام المؤمنین اجازت دیں تو اندر دفن کر دینا، ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ اجازت دی اور جنازہ اندر لے جا کر دفن کیا گیا 4 اور آخر اسی حجرہ اقدس میں خلافت کا دوسرا چاند بھی نگاہوں سے پنہاں ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت بارہ برس ہے، خلافت کا نصف زمانہ سکون اور اطمینان کا زمانہ تھا، اس کے بعد لوگوں کو ان سے مختلف شکایتیں پیدا ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

1 امام مالک باب جزیۃ اہل الکتاب۔ 2 موطا امام محمد: باب الزہد۔
3 مستدرک حاکم۔ 4 یہ تمام تفصیل صحیح بخاری کتاب الجنائز میں ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ تم کو خلافت کا جامہ پہنائے تو اس کو اپنی خوشی سے نہ اتارنا۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عام مسلمانوں میں بڑی مقبولیت حاصل تھی، [2] اور فرمانِ الٰہی کی رو سے تمام مسلمانوں کی ماں تھیں، اس لیے حجاز، شام، عراق اور مصر میں ہر جگہ ماں کی طرح مانی جاتی تھیں (اس دعویٰ کی تصدیق آئندہ واقعات سے ہوگی) لوگ آ کر ان کے پاس اپنی اپنی شکایتیں بیان کرتے تھے، وہ تسلی دیتی تھیں۔

خلافتِ صدیقی و فاروقی اور عثمانی کے ابتدائی زمانہ تک بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اور اربابِ مشورہ زندہ تھے، مہمات امور میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ مناصب جلیلہ پر اپنی اپنی استعداد اور استحقاق کے مطابق وہی ممتاز تھے۔ شیخین رضی اللہ عنہما نے ایک ایسا عادلانہ نظام قائم کیا تھا کہ کسی طرف پلہ جھکنے نہیں پاتا تھا، اس لیے تمام ملک میں امن وامان قائم تھا اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو ادّعا کا موقع نہ تھا۔ نوجوانوں میں جو لوگ بلند حوصلہ تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر، محمد بن ابی بکر، مروان بن حکم، محمد بن ابی حذیفہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہم وہ ان سے دبتے تھے اور خلافت وامارت کو اپنے سے بدرجہا بلند جانتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے، آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد بھتیجے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حواری رسول اللہ ﷺ کے بیٹے تھے، یہ اپنے آپ کو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے اور اس کے بعد وراثۃً خلافت کو اپنا حق جانتے تھے۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے صاحبزادے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بے مات بھائی تھے، ان کی ماں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی تھیں۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی آغوش میں انہوں نے تربیت پائی تھی [3] اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کو بیٹوں کی طرح چاہتے تھے۔

محمد بن ابی حذیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آغوش پروردہ تھے، حدِ بلوغ کو پہنچے تو کسی بڑے عہدے کے طالب ہوئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو مناسب نہیں سمجھا، یہ ناراض ہو کر مصر چلے گئے۔

---

[1] مسند احمد: جلد ۶، ص ۲۶۳۔ [2] مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے، وَ كَانَ اَحْسَنَ رَاْيًا فِي الْعَامَّةِ.

[3] اصابہ: ترجمہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مروان اور سعید بن عاص دونوں اموی تھے اور نوجوان و کم عمر تھے۔ اکابر مہاجرین کی وفات کے بعد ان کے فرزند و اخلاف، قدیم استحقاق کے مطابق، حقوق و مناصب کے مطالبہ میں پیش پیش تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اموی تھے اور ان کو اپنے خاندان ہی کے لوگوں پر بھروسہ ہوتا ہوگا، اس بنا پر بنو امیہ کے نوجوان انتخاب میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ چنانچہ یہی مروان اور سعید بن عاص بڑے بڑے منصبوں پر ممتاز ہوئے، اس سے قریش کے دوسرے بلند حوصلہ نوجوانوں کو ناگزیر طور پر اشتعال پیدا ہوا، چنانچہ اسی لیے محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش میں سب سے زیادہ حصہ لیا، اس کے علاوہ ان نوجوانوں میں کبار صحابہ کی طرح عدل و انصاف، صدق و امانت اور زہد و تقویٰ کا جوہر نہ تھا، اس لیے عام رعایا اور سپاہیوں میں جنہوں نے پہلے بزرگوں کی آنکھیں دیکھی تھیں، ان کی امارت اور سرداری سے برہمی اور ناگواری پیدا ہوئی۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ عرب ہمیشہ سے عجمیانہ غلامی کو شرافت کے دامن کا داغ سمجھتے تھے انہوں نے آزاد آب و ہوا میں پرورش پائی تھی، اسلام نے آکر ان کے اس فتنہ کو اور تیز کر کے عرب کے سارے قبیلوں کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا تھا، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم جو اسلام کی تعلیم و تربیت کے اصلی پیکر تھے، اس نکتہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے، ان کے بعد کے نوجوان افسروں اور عہدہ داروں نے اس سبق کو بھلا دیا، وہ علانیہ اپنی مجلسوں اور درباروں میں اپنی خود مختاری اور خاندانی شرافت کا اظہار کرنے لگے، دوسرے عرب قبائل کے لیے یہ تحکم سخت ناگوار ہوا، ان کو دعویٰ تھا کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایران، شام، مصر اور افریقہ کی فتوحات ان کی تلواروں کی بدولت حاصل ہوئی ہیں، اس لیے ان کو بھی برابر کا حق ملنا چاہیے۔ نومسلم عجم نہ صرف بنوامیہ اور قریش بلکہ قوم عرب سے فطرۃً نالاں تھے، اس لیے وہ اس قسم کے ہر فتنہ میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ عرب و عجم کے نقطۂ اتصال پر کوفہ آباد تھا، فتنہ کا آغاز اسی شہر سے ہوا، یہ عرب قبائل کی سب سے بڑی چھاؤنی تھی، سعید بن العاص کوفہ کا والی تھا، رات کو اس کے دربار میں شہر کے اکثر قبیلوں کے سرداروں کا مجمع رہتا تھا، اور عموماً عرب کے واقعات جنگ اور عرب قبائل کے خاندانی حسب و نسب کے تذکرے رہتے تھے۔ یہ وہ موضوع تھا جس میں ہر قبیلہ دوسرے سے اپنے کو کم درجہ نہیں سمجھتا تھا، مناظرہ کا خاتمہ اکثر جنگ و جدال اور سخت کلامی پر ہوتا تھا، اس موقع پر سعید کی زبان سے قریشیت کا فخرانہ اظہار آگ میں تیل کا کام دیتا تھا، اس کے اس طرز عمل سے قبائل کے سرداروں کو شکایتیں پیدا ہوئیں اور اس نے ایک فتنہ کی صورت اختیار کر لی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسی زمانہ میں ابن سبانام کا ایک یہودی مسلمان ہوگیا، یہودیوں کا یہ دستور رہا ہے کہ جب وہ دشمن سے دشمن بن کر انتقام نہیں لے سکتے، تو فوراً سپر ڈال کر اس کے مخلص دوست بن جاتے اور آہستہ آہستہ مخفی سازشوں سے اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ یہی یہود جب زور وقوت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو بے اثر نہ کر سکے تو ان میں سے پالوس نامی ایک یہودی نے عیسائی بن کر ان کی تعلیم کے اصل جوہر کو فنا کر دیا۔

ابن سبا (منافق) نے لوگوں میں یہ پھیلانا شروع کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحق جانشین ہیں اور وصی ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں خلافت کی وصیت کر دی تھی، اور اپنی یہودیت کے زمانہ میں بھی حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق یہی عقیدہ رکھتا تھا، اس نے اپنی اس بدعت کی تبلیغ کے لیے پوری کوشش کی اور جگہ جگہ جا کر اس سیاسی شورش کو بہانہ بنا کر اپنی سازش کے جال کو اس نے ہر جگہ پھیلا دیا۔ اس نے سارے ملک کا دورہ کیا، کوفہ، بصرہ اور مصر جہاں بڑی بڑی فوجی چھاؤنیاں تھیں، انقلاب پسندوں کا مرکز بنا کر ان تمام متفرق اشخاص کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا۔ اہل تاریخ نے ان کا نام ''سبائیہ'' رکھا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جزائر روم اور افریقہ میں لڑائیاں ہو رہی تھیں، اس لیے فوج کا زیادہ حصہ ادھر ہی رہتا تھا۔ جنگ کی شرکت کے بہانہ سے محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ سپاہیوں سے آزادانہ ملتے تھے اور ان میں اشتعال پیدا کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مصر اس بغاوت کا مرکز بن گیا، اس زمانہ میں عبداللہ بن ابی سرح مصر کے گورنر تھے۔ محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ وغیرہ نے عبداللہ بن ابی سرح اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف علانیہ تحریک شروع کر دی اور مصر میں جدید پولٹیکل فرقہ کے لیڈر بن گئے۔

اتفاق سے یہ حج کا زمانہ تھا، باہمی قرارداد کے مطابق کوفہ، بصرہ اور مصر سے ایک ہزار کی جمعیت نے حج کے بہانہ سے حجاز کا رخ کیا اور مدینہ کے قریب آ کر سب نے خیمے ڈالے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس کیا، یہ تھوڑی دور جا کر پھر لوٹ آئے اور مصر کے گورنر کے نام ایک خط پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ مصری باغیوں کے سرغناؤں کو ان کے مصر پہنچنے کے ساتھ فوراً قتل کر دو یا قید کر دو۔ ان کا خیال تھا کہ یہ خط مروان کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس لیے سب نے مل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور دو شرطیں پیش کیں،

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مروان کو حوالہ کر دیجیے یا خلافت سے دستبردار ہو جائیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دونوں شرطیں نامنظور کیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر اپنے بھائی کو بلا کر سمجھایا کہ تم اس ضد سے باز آ جاؤ، لیکن وہ کسی طرح نہ مانے۔ سال کے دستور کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی اثناء میں حج کے ارادے سے مکہ معظمہ چلی گئیں۔ محمد بن ابی بکر کو بھی ساتھ لے جانا چاہا، مگر وہ آمادہ نہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دو تین ہفتہ تک محاصرہ میں رہے اور بالآخر باغیوں کے ہاتھ سے انہوں نے شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

اب خلافت کے لیے صرف چار بزرگوں پر نظر پڑ سکتی تھی ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ گوشہ نشین ہو گئے ، اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے ، اور اہل مصر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے ، لیکن اہل مصر اور انقلاب پسندوں کی کثیر تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف داروں میں تھی۔ ان میں زیادہ پیش پیش اشتر نخعی ، حضرت عمار بن یاسر اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے ، طرف دار لوگ خلیفہ ثانی کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پیش کرتے تھے ، بنوامیہ خلیفہ ثالث کے بیٹے ابان کا نام لے رہے تھے ، خلیفہ اول کے بڑے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا نام بھی لیا جا رہا تھا ، تین دن کے بعد ان ہی انقلاب پسندوں کے اصرار اور چند کو چھوڑ کر عام اہل مدینہ کے قبول بیعت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔ ادھر حجاز میں یہ اختلافات درپیش تھے ، ادھر شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ استقلال اور آزادی کا خواب دیکھ رہے تھے اور مصر میں محمد بن ابی حذیفہ نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا ، پیغمبر کے جانشین اور مسلمانوں کے امام کا حرم نبوی کے اندر ماہ حرام میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ، ایسا حادثۂ عظیم تھا کہ لوگوں کے دل دہل گئے ، صحابہ رضی اللہ عنہم میں جن لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل سے اختلاف تھا اور جن میں ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی داخل ہیں [1] ، وہ بھی اس کے روادار نہ تھے اور نہ حاشا ان کا یہ مقصد تھا ، واقعہ سے پہلے اشتر نخعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا کہ اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے قتل کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے ، فرمایا '' معاذ اللہ ! میں اماموں کے امام کے قتل کا حکم دے سکتی ہوں۔'' [2]

[1] طبقات ابن سعد: جزء اہل مدینہ ترجمہ مروان بن حکم۔

[2] طبقات ابن سعد: جزء نساء ص، ۳۵۶۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بعض دشمنوں نے یہ افواہ اڑادی تھی کہ اس واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت بھی تھی۔ عجب نہیں کہ ان بدگمانوں کو بدگمانی کی وجہ یہ ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چھوٹے سوتیلے بھائی محمد بن ابی بکر ان انقلابیوں کے لیڈروں میں تھے۔ لیکن ابھی گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرمایا: ''خدا کی قسم! میں نے کبھی پسند نہ کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی کسی قسم کی بے عزتی ہو، اگر میں نے ایسا کبھی پسند کیا ہو تو ویسی ہی میری بھی ہو۔ خدا کی قسم! میں نے کبھی پسند نہ کیا کہ وہ قتل ہوں اگر کیا ہو تو میں بھی قتل کی جاؤں۔ اے عبیداللہ بن عدی! (ان کے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے) تم کو اس علم کے بعد کوئی دھوکا نہ دے، اصحاب رسول کے کاموں کی تحقیر اس وقت تک نہ کی گئی، جب تک وہ فرقہ پیدا نہ ہوا، جس نے عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن کیا، اس نے وہ کہا جو نہیں کہنا چاہیے، وہ پڑھا جو نہیں پڑھنا چاہیے، اس طرح نماز پڑھی جس طرح نہیں پڑھنی چاہیے، ہم نے ان کے کارناموں کو غور سے دیکھا تو پایا کہ وہ صحابہ کے اعمال کے قریب تک نہ تھے۔'' [1] اس اعلان سے زیادہ اس افواہ کے جھوٹے ہونے کی دلیل اور کیا چاہیے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عہد

غرض سارے مسلمانوں میں اس وقت ایک ہیجان اور تلاطم برپا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مختصر سی جماعت دیکھ رہی تھی کہ جس باغ کو اس نے اپنے رگوں کے خون سے سینچا تھا وہ پائمال ہوتا ہے، اصلاح کا علم بلند کیا، اس جماعت کے ارکان عظام حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ قریشی سابقین اسلام میں داخل، عہدِ نبوت میں معرکوں کے فاتح اور خلیفہ اول کے داماد اور رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسلام کے ہیرو، شجاعانِ اسلام میں داخل، حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے ملقب، رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی، ہم زلف اور خلیفہ اول کے داماد تھے اور یہ دونوں اس جماعت میں شامل تھے، جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے لیے منتخب کیا۔

گزر چکا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابھی محاصرہ ہی میں تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے

---

[1] یہ پوری تقریر امام بخاری نے جزء خلق افعال العباد میں نقل کی ہے ص ۶۷ مطبع انصاری دہلی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سالانہ دستور کے مطابق حج کو چلی گئیں۔ واپس آ رہی تھیں کہ راستہ میں باغیوں کے ہاتھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی۔ آگے بڑھیں تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ملے، جو مدینہ سے بھاگے چلے آ رہے تھے۔ انہوں نے بیان کیا:

ان تحملنا بقلتنا هراباً من المدينة من غوغاء و اعراب و فارقنا قوماً حيارى لا يعرفون حقاً ولاينكرون باطلا ولا يمنعون انفسهم. [1]

''ہم لوگ مدینہ سے لدے پھندے بدوؤں اور عوام الناس کے ہاتھوں سے بھاگے چلے آتے ہیں اور لوگوں کو اس حال میں چھوڑا کہ حیران و سرگرداں ہیں، نہ حق کو پہچان سکتے ہیں نہ باطل سے انکار کر سکتے ہیں اور نہ اپنی حفاظت پر قادر ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ باہم مشورہ کرو کہ اس موقع پر ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ پھر یہ شعر پڑھا:۔

و لو ان قومی طاوعتنی سراتهم لا نقذتهم من الخبال اوالخبل

اگر میری قوم کے سردار میری بات مانتے تو میں اُن کو خطرے سے باہر لے آتی

اس کے بعد وہ مکہ معظمہ واپس چلی آئیں، عام لوگوں کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو لوگ ہر طرف سے سمٹ کے ان کے پاس آنے لگے، انہوں نے طلب اصلاح کی دعوت دی، عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ام المؤمنینؓ نے فرمایا کہ اس قوم کی طرح کوئی قوم نہیں جو اس آیت کے حکم سے اعراض کرتی ہو: [2]

﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ [۴۹/الحجرات:۹]

''اگر دو مسلمان جماعتیں لڑ جائیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پس اگر ایک دوسرے پر ظلم کرے تو ظلم کرنے والی سے لڑو، یہاں تک کہ حکم الٰہی کی طرف رجوع کرے اور جب رجوع کرے تو دونوں میں صلح کرا دو۔''

---

[1] تاریخ طبری۔

[2] مؤطا امام محمد: باب التفسیر۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اصلاح کی دعوت

مسلمان عورت کے فرائض

عہدِ نبوی ﷺ میں ایک صحابی نے اپنی لڑکی کا نکاح اس کے پوچھے بغیر کسی سے کر دیا۔ لڑکی نے بارگاہِ نبوی میں استغاثہ کیا، آپ نے باپ کو بُلا کر چاہا کہ نکاح فسخ کرا دیا جائے۔ لڑکی نے عرض کی۔ ''یا رسول اللہ! ﷺ میں اب اس نکاح کو قبول کیے لیتی ہوں، میرا مقصد صرف یہ تھا کہ ہماری بہنوں کے ذاتی حقوق کی توضیح ہو جائے۔'' 1 اگر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سیاست میں آئیں، تو وہ اس امر کا ثبوت ہے کہ مسلمان عورت کے حقوق کا دائرہ اتنا تنگ نہیں ہے جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کے حادثہ کا حال معلوم کر کے کیا کچھ صدمہ نہ ہوا ہوگا اور مسلمانوں کو اس ابتری کی حالت میں دیکھ کر ان کو کتنا دکھ ہوا ہوگا اور خصوصاً جب ان کو نظر آیا ہوگا کہ اس گتھی کو سلجھانے والا کوئی دوسرا نہیں، وہ فطرتاً نہایت بلند حوصلہ، جری اور پُر دل تھیں۔ آنحضرت ﷺ سے انہوں نے اجازت چاہی تھی کہ وہ جہاد میں شریک ہوا کریں آپ نے فرمایا کہ عورتوں کا جہاد 2 حج ہے۔ اس سے پہلے جب حجاب کا حکم نہ تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بعض غزوات میں شریک رہی ہیں، ایک روایت کے مطابق وہ غزوہ بدر میں بھی گئیں۔ جنگ احد میں جب مسلمان خطرے کی حالت میں تھے اور بہادروں کے پاؤں اکھڑ رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پائنچے چڑھائے مشک کاندھے پر لیے زخمیوں کو دوڑ دوڑ کر پانی پلا رہی تھیں۔ 3 غزوہ خندق میں جب مسلمان محصوری کی حالت میں تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زنانہ قلعہ سے نکل کر جنگ کی حالت دیکھتی تھیں۔ 4

یہ صحیح ہے کہ عورت کے طبعی حالات، فرائض امامت کے منافی ہیں، اور خود اسلام نے امام کے لیے جو ضروری شرائط قرار دیے ہیں، ان سے یہ جنس لطیف کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے وہ امامتِ جمہور اور خلافتِ الٰہی کے فرائض سے سبکدوش ہے۔ لیکن اس سے یہ غلط استناد نہیں کرنا چاہیے کہ کسی مسلمان عورت کو کسی حالت میں بھی پبلک کی سیاسی اور فوجی رہبری جائز نہیں، خصوصاً ایسی

---

1 سنن نسائی: باب البکر یزوجہا ابوہا وہی کارھۃ۔ سنن دار قطنی: کتاب النکاح۔ مسند احمد۔

2 صحیح بخاری: باب حج النساء۔ 3 صحیح بخاری: غزوہ احد۔

4 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۴۱۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حالت میں جب ساری ملت میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑک رہی ہو اور اس کے خیال میں مسلمانوں میں کوئی دوسرا اس فتنہ کو بجھانے والا نہ ہو۔ امام مالک اور امام طبری اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہ اور بعض دوسرے اماموں کے نزدیک عورت کو امارت اور قضاء کا عہدہ مل سکتا ہے۔ 1 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں بازار کا نظام ایک عورت کے سپرد کیا تھا۔ 2 خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب مسلمان عورتوں کے مجمع میں ہوتیں، اور نماز کا وقت ہوتا تو بیچ میں امام بن کر کھڑی ہوتیں۔ 3

بہر حال یہ حج کا موسم تھا، اعلان کے ساتھ صرف حرمین کے ۶۰۰۰ آدمیوں نے لبیک کہا۔ ابن عامر اور ابن منبہ عرب کے دو رئیسوں نے کئی لاکھ درہم اور سواری کے اونٹ مہیا کیے۔ فوج کی روانگی کی سمت متعین کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قیام گاہ پر مشورہ کا جلسہ ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے تھی کہ چونکہ سبائی اور عام باغی مدینہ ہی میں ہیں، اس لیے ادھر رخ کیا جائے، غالباً اگر ایسا ہوتا تو عجب نہیں کہ واقعہ کی صورت دوسری ہوتی، لیکن ایک مختصر مباحثہ کے بعد بصرہ کی جانب پیش قدمی مناسب سمجھی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قافلہ کے ساتھ بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں، امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور عام مسلمانوں نے دور تک مُشَایَعَتْ کی، لوگ ساتھ چلتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔ کہ آہ! اسلام پر کیا دردناک وقت آیا ہے کہ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے! اور مادرِ اسلام اپنے بچوں کی محبت میں حریم خلوت سے نکلتی ہے۔ بنی امیہ کے نوجوانوں کی فتنہ پردازی کے لیے اس سے بہتر موقع کیا ہاتھ آ سکتا تھا، اب تک وہ بھاگ بھاگ کر مکہ کے حرم میں پناہ لے رہے تھے اور چھپتے پھرتے تھے۔ اس دعوت کے ساتھ ہی یہ فاسد عنصر بھی تمام تر اس میں منضم ہو گیا۔ راہ میں اور بہت سے لوگ یہ سن کر کہ مادر اسلام اس فوج کی سر عسکر ہے، نہایت جوش وخروش سے شریک ہوتے چلے گئے منزل کے ختم پر تیس ہزار کی جمعیت ہو گئی۔

بنو امیہ کا اصل مقصود اصلاح کی دعوت کو کامیاب کرنا نہ تھا، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکلات میں اضافہ کرنا تھا۔ ادھر یہ دیکھ کر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سرپرستی میں ایک تیسری قوت اور نشو ونما پا رہی ہے، جو ممکن ہے کہ ان کی دوسری حریف بن جائے، فوج میں مخفی سازشوں کا جال پھیلانا شروع کیا، چونکہ اس فوج میں متعدد ارباب اِدّعا تھے، اس لیے سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوا کہ کامیابی کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میں سے خلیفہ کون ہوگا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم

1 فتح الباری وقسطلانی: باب کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ 2 اسماء الرجال میں شفاء عدویہ کا حال پڑھو۔
3 طبقات ابن سعد: جزء نساء ص ۳۶۰ وکتاب الام امام شافعی بسند جلد اول ص ۱۴۵۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوا تو انہوں نے اس شورش کو دبا دیا تو دوسرے فتنہ نے سر اٹھایا کہ خلافت کا فیصلہ تو بعد کو ہوگا، ان میں سے نماز کی امامت کا مستحق کون ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں کی ایک ایک دن کی باری مقرر کر دی۔ راہ میں حوأب کا تالاب آیا، کتوں نے اس بھیڑ بھاڑ کو دیکھ کر بھونکنا شروع کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی یاد آ گئی، کہ آپ نے ایک دفعہ اپنی بیویوں سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ ''خدا جانے تم میں سے کس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔'' اس پیشین گوئی کا یاد آنا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی واپسی کا عزم کر لیا، کئی دن تک قافلہ یہیں رکا رہا، بالآخر گاؤں کے پچاس آدمیوں نے شہادت دی کہ یہ حوأب نہیں ہے تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطمینان ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس فوج کا حال سن کر بصرہ کے ارادے سے مدینہ سے چل پڑے تھے، لوگوں نے غل کیا کہ چلو بڑھو، پیچھے سے علی رضی اللہ عنہ کا لشکر آ رہا ہے۔ قافلہ نے جلدی جلدی آگے قدم بڑھایا۔ یہ طبری وغیرہ تاریخ کی کتابوں کی روایت ہے۔ مسند احمد میں یہ واقعہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بتصریح مذکور ہے:

قَالَتْ لَمَّا اَتَتْ عَلَى الْحُوأبِ سَمِعَتْ نُبَاحَ الْكِلَابِ فَقَالَتْ مَا اَظُنُّنِیْ اِلَّا رَاجِعَةً اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَنَا اَیَّتُكُنَّ تَنْبَحُ عَلَیْهَا كِلَابُ الْحُوأبِ فَقَالَ لَهَا الزُّبَیْرُ تَرْجِعِیْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یُّصْلِحَ بِكِ بَیْنَ النَّاسِ. [1]

''جب حوأب آیا تو کتوں کے بھونکنے کی آواز میں نے سنی۔ میں نے کہا: اب تو میں اپنے کو واپس ہونے والی سمجھتی ہوں۔ آپ نے ایک بار ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔ زبیر نے کہا: تم واپس جاؤ گی! شاید خدا تعالیٰ تمہارے سبب لوگوں میں صلح کرا دے۔''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں: [2]

فَقَالَ بَعْضُ مَنْ كَانَ مَعَهَا بَلْ تَقْدِمِیْنَ فَیَرَاكِ الْمُسْلِمُوْنَ

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۹۷۔

[2] مسند ۶ ص ۵۲، یہ دونوں حدیثیں مسند میں اسماعیل بن ابی خالد کے واسطہ سے قیس بن ابی حازم سے مروی ہیں۔ قیس کو اکثر محدثین نے ثقہ اور ثبت کہا ہے لیکن بعضوں نے ان پر تنقید بھی کی ہے، اور ان کو ضعیف منکر الروایۃ اور ساقط الحدیث بھی کہا ہے اور ان کی حوأب والی اس روایت کی صحت میں کلام کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فَیُصْلِحُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ذَاتَ بَیْنِہِمْ.

''آپ کے ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا بلکہ آپ آگے بڑھیں کہ مسلمان آپ کو دیکھیں تو خدا ان کے درمیان صلح کرا دے۔''

ان روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس پیش قدمی اور جماعت بندی سے اصلاح اور صلح کے سوا کچھ اور مقصود نہ تھا۔

مکۂ معظّمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ کے بعد عرب کا سب سے بڑا شہر کوفہ تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یہاں کے امیر تھے، دونوں طرف کے وکلا اپنے اپنے فریق کی حقیقت کا ثبوت دے رہے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو فتنہ سمجھا اور اپنے عام اثر اور خطبوں کے ذریعے سے لوگوں کو گوشہ گیری اور عزلت نشینی کی ہدایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوفہ کے رئیسوں کے نام خطوط روانہ کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ یہاں شرکتِ دعوت کی غرض سے بھیجے گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں موجودہ واقعات پر تقریر کی جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت بیان کرنے کے بعد انہوں نے کہا یہ سب صحیح ہے، لیکن خدا تمہارا امتحان لے رہا ہے کہ اس کے باوجود تم حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہو یا نہیں۔ یہ تقریر مؤثر ثابت ہوئی اور کئی ہزار مسلمان ان کے ہم آواز ہو گئے، تاہم عام لوگوں کو پس و پیش رہا کہ ایک طرف ام المؤمنین رضی اللہ عنہا و حرم پیغمبر اور دوسری طرف نبی کا ابن عم اور داماد ہے، ان دونوں میں سے کس کا ساتھ دیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ کے قریب پہنچ کر اطلاع کے لیے چند اشخاص کو بصرہ روانہ کیا۔ شہر کے عرب سرداروں کے نام خطوط لکھے، بصرہ پہنچ کر بعض رئیسوں کے گھر گئیں، قبیلہ کا ایک سردار آمادہ نہ تھا، اس کو خود جا کر سمجھایا، اس نے کہا: ''مجھے شرم آتی ہے کہ اپنی ماں کی بات نہ مانوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عثمان بن حنیف بصرہ کے والی تھے، انہوں نے عمران اور ابو الاسود کو تحقیق حال کے لیے بھیجا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور والی کی طرف سے آمد کا سبب دریافت کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں حسب ذیل تقریر کی:

''خدا کی قسم! میرے رتبہ کے اشخاص کسی بات کو چھپا کر گھر سے نہیں نکل سکتے اور نہ کوئی ماں اصلی حقیقت اپنے بیٹوں سے چھپا سکتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ قبائل کے آوارہ گردوں نے مدینہ پر جو حرم محترم تھا حملہ کیا، اور وہاں فتنے برپا کیے اور فتنہ پردازوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس بنا پر وہ خدا کی لعنت کے مستحق ہیں، علاوہ بریں انہوں نے بے گناہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خلیفۂ اسلام کو قتل کیا، معصوم خون کو حلال جان کر بہایا، جس مال کا لینا ان کو جائز نہ تھا، اس کو لوٹا، حرم محترم نبوی کی بے عزتی کی، ماہ مقدس کی توہین کی، [1] لوگوں کی آبروریزی کی، مسلمانوں کی بے گناہ مار پیٹ کی، اور ان لوگوں کے گھروں میں زبردستی اتر پڑے۔ جوان کے رکھنے کے روادار نہ تھے۔ نقصان دہ رہے، نفع رساں نہیں۔ نیک دل مسلمانوں کو نہ ان سے بچنے کی قدرت ہے اور نہ ان سے مامون ہیں۔ میں مسلمانوں کو لے کر اس لیے نکلی ہوں تا کہ لوگوں کو بتاؤں کہ عام مسلمانوں کو جن کو میں پیچھے چھوڑ آئی ہوں، ان سے کیا نقصان پہنچ رہا ہے اور یہ کن کن جرائم کے مرتکب ہیں، خدا فرماتا ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ﴾ [۴/ النساء:۱۱۴] یعنی ان کی سرگوشی میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں، لیکن یہ کہ خیرات یا عام نیکی یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرائیں۔ ہم اصلاح کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے ہیں، جس کا اللہ اور رسول نے ہر چھوٹے بڑے اور زن و مرد کو حکم دیا ہے۔ یہ ہے ہمارا مقصد جس کی نیکی پر ہم تمہیں آمادہ کر رہے ہیں اور جس کی برائی سے تمہیں روکنا چاہتے ہیں۔''

یہ دونوں اشخاص یہاں سے اٹھ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ رخصت ہوتے وقت پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان میں سے ایک سے خطاب کر کے کہا: ابوالاسود! دیکھنا تمہارا نفس تم کو دوزخ کی طرف نہ لے چلے، پھر یہ آیت پڑھی:

﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ [۵/ المائدۃ:۸]

''خدا کے کام کے لیے آمادہ و سرگرم رہو اور انصاف کے گواہ بنو۔''

اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ وفد کے ایک ممبر عمران نے جنگ سے کنارہ کشی کر لی اور بصرہ کے والی کو بھی یہی مشورہ دیا، لیکن وہ باز نہ آیا۔ جمعہ کا دن آیا، تو اس نے ایک شخص کو پہلے سے تیار کر کے مسجد میں بٹھا دیا کہ جب لوگ جمع ہو چکیں تو یہ تقریر کرنا:

''حاضرین! میرا نام قیس ہے، یہ لوگ جو باہر پڑاؤ ڈالے پڑے ہیں، اور تم سے اعانت کے خواستگار ہیں، اگر ظالموں سے بھاگ کر آئے ہیں اور تم سے امن کے

---

[1] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ماہ ذوالحجہ میں شہید ہوئے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طالب ہیں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ مکہ سے آئے ہیں، جہاں پرندتک کو کوئی چھو نہیں سکتا، اور اگر یہ، یہ سمجھ کر آئے ہیں کہ ہم سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لیں گے تو ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل نہیں، میری بات مانو یہ جہاں سے آئے ہیں، وہیں انہیں واپس کردو۔''

خطیب کا مغالطہ آمیز منطقی استدلال اپنا کام کر چکا تھا کہ دفعتہً ایک اور زبان آور صف سے نکل کر گویا ہوا:

''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل ہم ہیں؟ نہیں؟ یہ لوگ اس لیے ہمارے پاس آئے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو سزا دینے میں وہ ہماری اعانت اور ہمدردی حاصل کریں، اگر یہ سچ ہے جیسا کہ تم کہتے ہو کہ وہ اپنے گھر سے باہر کر دیے گئے ہیں تو شہر یا شہر کی آبادی کون ان کی حفاظت کی ذمہ دار ہے؟''

یہ تقریر خطابت اور بلاغت کے اصول کی بنا پر پہلے سے کم نہ ثابت ہوئی۔

ادھر مجمع میں یہ تقریریں ہو رہی تھیں کہ ادھر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی اپنے طرف داروں کے ساتھ میدان میں آ گئے۔ اول حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے تقریریں کی۔ ان تقریروں نے مخالفت اور موافقت کا تلاطم برپا کر دیا، یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہایت پُر جلال اور بلند آواز میں گویا ہوئیں۔ حمد و نعت کے بعد ان کی تقریر کے الفاظ یہ تھے:

''لوگ عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ ان کے عہدہ داروں کی برائیاں بیان کرتے تھے، مدینہ آ کر ہم سے صلاح و مشورہ پوچھتے تھے، ہم ان کو صلح و آشتی کے متعلق جو رائے دیتے تھے، وہ سمجھتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت ان کو جو شکایتیں تھیں ان پر جب غور کرتے تھے تو ہم عثمان رضی اللہ عنہ کو بے گناہ، پرہیز گار، راست گفتار اور اِن شوروغل کرنے والوں کو گنہگار، غدار اور دروغ گو پاتے تھے۔ ان کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ، ان کی تعداد جب بڑھ گئی تو بے قصور اور بلا سبب عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں گھس گئے اور جس خون کا بہانا جائز نہ تھا، اس کو بہایا، جس مال کا لینا درست نہ تھا، اس کو لوٹا، جس سرزمین کا احترام ان پر فرض تھا، اس کی بے حرمتی کی۔''

ہاں ہشیار! وہ کام جواب کرنا ہے اور جس کے خلاف کرنا نازیبا ہے، وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی گرفتاری اور کلام الٰہی کے احکام کا مضبوطی سے اجرا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ [۳/آل عمران:۲۳]

''کیا ان کو نہیں دیکھتے، جن کو کتاب الٰہی کا ایک حصہ دیا گیا، کہ کتاب الٰہی کی طرف ان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ فیصلہ کرے، پھر یہ حال ہے کہ ان کا ایک فرقہ اعراضانہ اس سے منحرف ہوتا ہے۔''

بعض کتابوں میں ❶ اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب ایک اور تقریر منسوب ہے، جو زورِ بیان اور اسلوبِ بلاغت میں اس سے بہت زیادہ بلند ہے:

''لوگو! خاموش!! خاموش!!!'' اس لفظ کا سننا تھا کہ ہر طرف ایسا سناٹا معلوم ہوتا تھا کہ گویا منہ میں زبانیں کٹ کر رہ گئی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سلسلہ تقریر کو آگے بڑھایا:

''تم پر میرا مادری حق ہے اور مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے، مجھے اس کے سوا جو اپنے رب کا فرمانبردار بندہ نہیں، کوئی الزام نہیں دے سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے میرے سینے پر سر رکھے ہوئے وفات پائی، میں آپ کی چہیتی بیویوں میں سے ہوں، اللہ نے مجھے دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا۔ ❷ اور میری ذات سے مؤمن و منافق میں تمیز ہوئی۔ ❸ اور میرے ہی سبب سے تم پر خدا نے تیمّم کا حکم صادر فرمایا۔

پھر میرا باپ ❹ دنیا میں تیسرا مسلمان ہے، اور غارِ حرا میں دو کا دوسرا تھا، اور پہلا شخص تھا جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا، آنحضرت ﷺ نے وفات پائی تو اس سے خوش ہو کر اور اس کو خلافت کا طوق پہنا کر، اس کے بعد جب مذہب اسلام کی رسی ملنے ڈلنے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اس کے دونوں سرے تھام لیے، جس نے

❶ یہ خطبہ ابن عبدربہ نے عقد الفرید کے باب الخطیب اور ذکر واقعہ جمل میں پورا نقل کیا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں (مقصد دوم ذکر جمل میں) اس کے ایک ٹکڑے کا حوالہ دیا ہے، احمد ابن ابی طاہر (المولود ۲۰۴ھ) نے بلاغت النساء میں اس تقریر کو نقل کیا ہے۔

❷ آنحضرت ﷺ کی وہی ایک کنواری بیوی تھیں۔ ❸ واقعہ افک کی طرف اشارہ ہے۔

❹ اس کے ہم معنی مختصر خطبہ معجم طبرانی میں بروایت محمد بن حسن مذکور ہے ص ۲۱۸ مطبوعہ انصاری دہلی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نفاق کی باگ روک دی، جس نے ارتداد کا سرچشمہ خشک کر دیا، جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کی، تم اس وقت آنکھیں بند کیے غدر و فتنہ کے منتظر تھے اور شور و غوغا پر گوش بر آواز تھے۔ اس نے شگاف کو برابر کیا، بیکار کو درست کیا، گرتوں کو سنبھالا، دلوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا، جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے انہیں تھان تک پہنچا دیا، جو پیاسے تھے ان کو گھاٹ پر لے آیا، اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انہیں دوبارہ پلایا۔ جب وہ نفاق کا سر کچل چکا اور اہل شرک کے لیے لڑائی کی آگ مشتعل کر چکا اور تمہارے سامان کی گٹھڑی کو ڈوری سے باندھ چکا تو خدا نے اسے اٹھا لیا۔

وہ اپنے بعد ایک ایسے شخص کو اپنا جانشین بنا گیا، جس کی طرف اگر جھکتے تو محافظ بن جاتا، گمراہی سے اس قدر دور جتنی دور مدینہ کی دونوں پہاڑیاں [1]، دشمنوں کی گوشمالی اور جاہلوں سے درگزر کرتا، اسلام کی نصرت میں راتوں کو جاگا کرتا، اپنے پیشرو کے قدم بہ قدم چلا، فتنہ و فساد کے شیرازہ کو درہم برہم کیا، قرآن میں جو کچھ تھا اس کی ایک ایک چول بٹھا دی۔

ہاں! میں لوگوں کے سوال کا نشانہ بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لے کر نکلی، میرا مقصد اس سے گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے، جس کو میں پامال کرنا چاہتی ہوں۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں، سچائی اور انصاف کے ساتھ اتمامِ حجت اور تنبیہ کے لیے۔ خدائے پاک سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نازل کرے، اور اس کا جانشین پیغمبروں کی جانشینی کے ساتھ تم پر مقرر کر دے۔''

یہ تقریر اس قدر موثر تھی کہ لوگ ہمہ تن گوش تھے، تقریر کا ایک ایک حرف دشمنوں کے دلوں میں بھی تیر بن کر پیوست ہو گیا اور بے اختیار بول اٹھے، خدا کی قسم! سچ فرماتی ہیں اور اپنی صف سے نکل کر اصلاح طلب فوج کے پہلو میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ جو بدگمان تھے، انہوں نے اس پر اعتراض کیے دوسروں نے ان کا جواب دیا۔

اب فریقین میں سوالات و جوابات شروع ہو گئے، اور آخر بڑھتے بڑھتے معاملہ نے طول پکڑا۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی جماعت کو واپسی کا حکم دیا، والیٔ بصرہ کے طرفداروں

---

[1] اس فقرہ کا ترجمہ مشکوک ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں جن لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریر سن کر اپنی رائے بدل دی تھی وہ بھی اپنی جماعت کو چھوڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر گاہ میں چلے آئے۔

دوسرے دن دونوں طرف سے فوجیں آراستہ ہو کر میدان میں آئیں، حُکَیم نامی ایک شخص مخالف سواروں کا افسر تھا، اس نے خود جنگ میں پیش دستی کی، اصلاح طلب فوج اب تک نیزے تانے خاموش کھڑی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا برابر سکون اور تحمل کی تاکید کر رہی تھیں لیکن حکیم کسی طرح باز نہ آیا، اور آخر کار حملہ کر ہی بیٹھا، اصلاح طلب پھر بھی ہاتھ روکے رہے۔ حکیم نے اپنے سواروں کو للکارا کہ یہ قریش ہیں، ان کی نامردی خود ان کو موت کے منہ میں لے جائے گی، لوگ گلی کے موڑ پر کھڑے تھے کہ کوٹھوں اور چھتوں سے ہر فریق کے طرف داروں نے دوسروں پر پتھر برسانا شروع کیا اور آخر کشت وخون تک نوبت پہنچی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیا اور دوسرے میدان میں لا کر کھڑا کیا، مخالف اس پر بھی باز نہ آئے، اور پتہ لگا کر وہاں بھی پہنچے اور شورش پر آمادہ ہوئے، لیکن رات ہو چکی تھی، اس لیے واپس چلے گئے۔

صلح جو اشخاص نے چاہا کہ معاملہ صاف ہو کر طے پا جائے، ابوالجرباء تمیمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے گفتگو کی، سب نے ان کی رائے تسلیم کی، اور یہاں سے بھی ہٹ کر دوسری جگہ پڑاؤ ڈالا، صبح ہوئی تو والی بصرہ کی فوج پھر سامنے تھی، حکیم راستہ سے گزر رہا تھا اور غصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ناشائستہ کلمات کہہ رہا تھا، ایک قیسی نے پوچھا، یہ ناسزا کلمے کس کی نسبت کہہ رہے ہو، دریدہ دہنی سے بولا عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت۔ اس نے بے تاب ہو کر کہا: اے خبیث ماں کے بچے! یہ ام المؤمنین کی شان میں کہتا ہے، حکیم نے نیزہ مارا تو اس کے سینہ کے پار تھا، آگے بڑھا تو ایک عورت نے یہی سوال کیا، اس کو بھی جواب نیزہ ہی کی زبان سے ملا۔ عبدالقیس کا قبیلہ حکیم کے اس فعل سے ناراض ہو کر ناطرف دار بن گیا۔

مخالفین اب پورے طور پر تیار ہو چکے تھے انہوں نے عام حملہ شروع کر دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے منادی قسمیں دے دے کر روک رہا تھا، لیکن وہ کسی طرح نہیں مانتے تھے آخر ادھر بھی لوگ اپنا بچاؤ کرنے لگے، اور لڑائی شروع ہو گئی، حملہ آوروں کی لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں، یہ دیکھ کر امان امان کی آوازیں بلند کیں، فریقین نے اس شرط پر صلح کر لی کہ بصرہ سے ایک سفیر بارگاہ خلافت کو بھیجا جائے، وہاں مجمع عام میں وہ دریافت کرے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بخوشی حضرت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی یا ان کو زبردستی اس پر مجبور کیا گیا، پہلی صورت میں بصرہ ان کے حوالہ کر دیا جائے گا ورنہ وہ خود بصرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

سفیر جب مدینہ پہنچا تو اتفاق سے جمعہ کا دن تھا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور عام مسلمان مسجد نبوی میں جمع تھے۔ اس نے حاضرین کو بلند آواز سے خطاب کیا: ''اے اہل مدینہ! میں بصرہ کی طرف سے سفیر بن کر آیا ہوں، ان دونوں بزرگوں نے (حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما) برضا ورغبت بیعت کی ہے، یا اُن پر وہ زبردستی مجبور کیے گئے ہیں؟ تمام مجمع پر خاموشی چھا گئی کہ دفعتاً ایک آواز نے خاموشی کا پردہ چاک کیا، یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند متبنّیٰ) کی آواز تھی، ان دونوں نے بخوشی بیعت نہیں کی بلکہ بجبر اُن سے بیعت لی گئی۔ حضرت سہل بن حنیف انصاری (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلامی بھائی [1]) نے اُچک کر ان کو لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''خدایا! ہاں یہ سچ ہے۔'' اس کے بعد حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو چھڑا کر گھر پہنچا دیا اور ان سے کہا آخر جس طرح ہم لوگ خاموش رہے، تم کیوں نہیں رہے۔

راہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح کی شرطیں معلوم ہوئیں، تو انہوں نے والیٔ بصرہ کو خط لکھا ''اگر ان لوگوں سے زبردستی بھی بیعت لی گئی ہے تو صرف اس لیے کہ مسلمانوں میں افتراق اور جماعت بندی نہ پیدا ہو جائے۔''

بصرہ کے سفیر نے واپس آ کر مدینہ کا حال بیان کیا، مخالفین نے اس کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط پیش کیا، ابھی یہ گفت وشنید جاری تھی۔ اتفاق سے ایک اور واقعہ پیش آیا، صلح کے زمانہ میں دونوں فریق ایک جگہ ایک ہی مسجد میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، نہیں معلوم اتفاقاً یا قصداً اُدھر کے لوگوں نے اپنی طرف سے ایک آدمی کو امام بنا کر نماز شروع کر دی، چالیس عجمی نژاد اشخاص تلواریں گھسیٹ گھسیٹ کر ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے اِدھر سے بھی جواب دیا گیا اور والی کو گرفتار کر لیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو اس کو آزاد کر دیا، اور فوج میں منادی کرا دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے سوا کسی اور سے تعرض نہ کیا جائے گا، اس لیے عام لوگ ہتھیار ڈال دیں، لیکن حکیم نے اس کی کوئی پروا نہ کی، اور جنگ کو برابر جاری رکھا، ایک دستہ نے شب کو موقع پا کر

[1] تہذیب واصابہ بحوالہ ابن سعد۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چاہا کہ چھپ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منزل گاہ پر پہنچ جائے اور ان کا کام تمام کر دے، دہلیز تک پہنچ چکا تھا کہ راز فاش ہو گیا، آخر جنگ کا خاتمہ اصلاح پسندوں کی کامیابی پر ہوا۔ بصرہ پر قبضہ کر لیا گیا، شہر کے اکثر باشندوں نے اطاعت قبول کر لی، بصرہ کے خزانہ سے سپاہیوں کی تنخواہیں تقسیم ہوئیں، کوفہ، دمشق، مدینہ وغیرہ ممتاز شہروں میں فتح نامے بھیجے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو خط کوفہ کے امراء کے نام لکھا وہ حسب ذیل تھا:

''اما بعد! میں تمہیں اللہ عزوجل اور اسلام کی یاد دلاتی ہوں، کتاب الٰہی کو اس کے احکام کے اجراء سے قائم رکھو، خدا سے ڈرو اور اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، اور اس کی کتاب کا ساتھ نہ چھوڑو، ہم نے بصرہ کے لوگوں کو کتاب الٰہی کی اقامت کی دعوت دی، صلحائے امت نے ہماری دعوت قبول کی، اور جن میں بہتری نہ تھی انہوں نے تلوار سے ہمارا مقابلہ کیا اور کہا کہ تمہیں بھی ہم عثمان کے ساتھ روانہ کر دیتے ہیں، عناد سے انہوں نے ہم کو کافر بنایا، اور ہماری نسبت نازیبا باتیں کہیں، ہم نے ان کو قرآن کی آیت پڑھ کر سنائی:۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ ...... ﴾ [۳/ال عمران:۲۳]

''ان کو نہیں دیکھتے جن کو کتاب الٰہی کا ایک حصہ دیا گیا ان کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، لیکن وہ اعراض کرتے ہیں۔''

یہ سن کر کچھ لوگوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی اور بعضوں نے اختلاف کیا، ہم نے انہیں چھوڑ دیا، لیکن باوجود اس کے بھی انہوں نے ہمارے ساتھیوں پر تلواریں چلائیں۔ عثمان بن حنیف والیٔ بصرہ نے انہیں قسم دی کہ وہ مجھ سے لڑیں، لیکن خدائے پاک نے اپنے نیک بندوں کے ذریعہ سے میری مدد کی اور ان کی سازشی تدبیریں ان ہی پر لوٹا دیں۔ ہم نے ۲۶ روز تک ان کو کتاب الٰہی کے احکام کی دعوت دی، یعنی یہ کہ مجرموں کے علاوہ اور بے گناہوں کی خون ریزی سے احتراز کیا جائے۔ انہوں نے ہمارے خلاف دلائل قائم کیے، تاہم ہم نے صلح کر لی، لیکن

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انہوں نے بدعہدی اور خیانت کی اور فوج جمع کی۔ اللہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا سامان کر دیا، ایک شخص کے سوا اُن شورش پسندوں میں سے کوئی اور نہیں بچا، خدا نے قیس ور باب وازد کے قبیلوں کے ذریعہ سے ہماری اعانت فرمائی۔ اب دیکھو! عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے سوا جب تک اللہ ان سے اپنا حق نہ لے لے، اوروں سے اچھی طرح پیش آؤ، لیکن ان خیانت کاروں کی طرف داری نہ کرنا، نہ ان کی حفاظت کرنا، نہ ان لوگوں سے جو سزائے الٰہی کے مستوجب ہیں، رضامندی ظاہر کرنا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمہارا شمار بھی انہی ظالموں میں ہو جائے۔''

مخصوص اشخاص کے نام جو خط تھا، اس کی عبارت یہ تھی:

''اما بعد! لوگوں کو ان کی مدد اور حفاظت سے باز رکھو، اپنے اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو جاؤ، اس جماعت نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا، امت کے اتحاد باہمی کو جس طرح پراگندہ کیا، کتاب الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ اسی پر بس نہیں کی، بلکہ احکام دینی اور کتاب الٰہی پر لوگوں کو آمادہ کرنے کے سبب اس نے ہم کو کافر بنایا، اور ہماری نسبت نازیبا باتیں کہیں، صلحائے امت نے ان کی مخالفت کی، اور ان کے اس فعل کو بڑا گناہ سمجھا اور ان کو خطاب کر کے کہا تم امام کے قتل پر قانع نہیں ہو جو اپنے پیغمبر کی بیوی سے اس لیے بغاوت کرتے ہو کہ وہ تم کو حق کا فرمان دیتی ہیں، اور چاہتے ہو کہ ان کو اور پیغمبر کے ساتھیوں اور اسلام کے رہبروں کو قتل کر ڈالو، لیکن وہ اور عثمان بن حنیف (والیٔ بصرہ) جاہل عوام اور عجم زادوں کی جمعیت لے کر لڑنے پر آمادہ ہوا۔ ہم نے چھاؤنی کے کچھ سپاہیوں کی حفاظت حاصل کی، چھبیس دن تک یہی حال رہا، ہم ان کو حق کی طرف بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ حق کے درمیان حائل نہ ہو جاؤ لیکن انہوں نے غداری اور خیانت کی، طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے بیعت کر لینے کا بہانہ کرتے تھے، آخر ایک سفیر دریافت حال کے لیے مدینہ بھیجا، وہ اصلی واقعہ دریافت کر کے آیا۔ انہوں نے پھر بھی حق کو نہ پہچانا، اور اسی پر صبر نہ کیا، بلکہ ایک دفعہ تاریکی میں چھپ کر میرے قیام گاہ میں گھس آئے کہ مجھے مار ڈالیں، وہ دہلیز تک پہنچ چکے تھے، ایک آدمی انہیں آگے آگے راستہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بتا رہا تھا کہ قیس، رباب اور ازد کے چند آدمی میرے در پر پہرہ دیتے ان کو ملے، لڑائی کی چکی نے گردش کی، اور مسلمانوں نے ان کو قتل کر ڈالا۔ خدا نے تمام اہل بصرہ کو طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کی رائے پر متفق کر دیا ہے، قصاص لے لینے کے بعد ہم معاف کر دیں گے۔'' یہ واقعہ ۲۶ ربیع الآخر ۳۶ھ کو واقع ہوا۔

جنگ جمل

حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے ۷۰۰ آدمی لے کر چلے تھے، کوفہ سے سات ہزار آدمی ان کے ساتھ ہوئے، بصرہ پہنچتے پہنچتے بیس ہزار کی جمعیت ہوگئی۔ ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تیس ہزار آدمی تھے، دونوں فوجیں آمنے سامنے آ کر میدان جنگ میں خیمہ زن ہوئیں۔ مضر، مضر کے مقابل، ازد، ازد کے سامنے، یمنی، یمنیوں کے محاذی، غرض ہر قبیلہ خود اپنے قبیلہ کا حریف بن کر اترا۔ اس سے زیادہ دردانگیز منظر یہ تھا کہ دل گو درد و محبت سے بے تاب تھے، تاہم اپنے سیاسی عقیدہ کے مطابق ایک ہی ماں کے دو جگر پاروں میں ایک ادھر تھا ایک ادھر، دونوں کو حق دو جگہ نظر آتا تھا اور حق طلبی کا جوش برادرانہ محبت پر غالب تھا۔

یہ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں، ہر مسلمان کا دل خون تھا کہ کل تک جو تلواریں دشمنوں کے سر اڑاتی تھیں! اب وہ خود دوستوں کے سر و سینہ کو زخمی کریں گی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس منظر کو دیکھا، تو فرمایا: ''آہ مسلمان جب زور و قوت میں پہاڑ بن گئے تو خود ٹکرا کر چور چور ہو جانا چاہتے ہیں۔'' ایک دوسرے کو اپنے برسر حق ہونے کا اس قدر پختہ یقین تھا کہ کوئی اپنی جگہ سے ایک قدم ہٹنا نہیں چاہتا تھا، کوفہ کے بعض قبیلوں کے رئیس اپنے بصری قبائل کی مسجدوں میں گئے، اور ان کو اس فتنہ سے کنارہ کشی کی دعوت دی، سب نے بیک آواز کہا، کیا ہم ام المؤمنین کو تنہا چھوڑ دیں گے۔

تاہم دونوں طرف لوگوں کو یقین تھا کہ معاملہ جنگ تک طول نہ کھینچے گا، بلکہ باہمی صلح سے حل ہو جائے گا۔ ایک قبیلہ کے رئیس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صلح کی تحریک کی، وہ کہنے سے پہلے راضی تھے۔ وہاں سے اٹھ کر وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا: ام المؤمنین رضی اللہ عنہا! اس مہم سے آپ کی غرض کیا ہے؟ فرمایا: ''عثمان کے قاتلوں کی سزا اور اصلاح کی دعوت۔'' اس نے کہا: اُم المؤمنین! غور فرمایئے کہ پانچ سو آدمیوں کی سزا کے لیے آپ نے پانچ ہزار کا خون بہایا اور پانچ ہزار کے لیے ہزاروں کا خون بہانا ہوگا، کیا یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اصلاح ہے؟ انداز تقریر اس قدر بلیغ اور مؤثر تھا کہ کوئی جواب نہ دے سکا اور سب نے صلح پر رضامندی ظاہر کی اور سب صاحبوں نے مل کر باہم فیصلہ کر لیا۔ [1]

اب ہر فریق مطمئن ہوگیا، جنگ وجدل کا خیال یک قلم دلوں سے محو ہوگیا، صلح کے استحکام اور دیگر معاملات کے بآسانی اور بہ آشتی طے ہوجانے میں کوئی شک نہ تھا، لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا جو فاسد عنصر ادھر شامل تھا اس نے دیکھا کہ اگر حقیقت میں صلح ہوگئی تو ہم محفوظ نہیں رہ سکتے اور پھر ہماری برسوں کی محنت اکارت جاتی ہے۔ سبائی فرقہ کی کثیر تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی، دونوں فریق رات کے پچھلے پہر جب آرام کی نیند سو رہے تھے، سبائیوں نے پیش دستی کر کے شب خون مارا، [2] دفعتہً ان چند شراروں نے ہر جگہ آگ لگادی، حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو روک رہے تھے مگر کوئی نہیں سنتا تھا، ہر شخص بدحواس ہو کر ہتھیار کی طرف جھپٹ رہا تھا، ہر فریق کے رئیس یہ سمجھے کہ دوسرے نے غفلت پاکر بدعہدی کی۔

صبح تک یہ تلاطم برپا رہا، شور وغل سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ لوگوں نے جنگ شروع کر دی۔ بصرہ کے قاضی کعب بن سور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آ کر عرض کی کہ آپ سوار ہو کر چلیں، شاید آپ کے ذریعہ سے لوگ صلح کر لیں۔ [3] وہ آہنی ہودج میں اونٹ پر سوار ہو کر اپنی فوج کے قلب میں آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ تینوں صاحب گھوڑوں پر سوار ایک جگہ مل کر کھڑے ہوئے، آہ کیسا پر اثر منظر ہے کہ بدر و احد کے ہیرو اب خود دست وگریبان ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یاد دلائی، دفعتہً دونوں بزرگوں کو بھولا ہوا خواب یاد آ گیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی باگ موڑی اور میدان سے باہر نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ابن جرموز نام ایک سبائی نے دیکھ لیا، وہ پیچھے چلا، ایک بادیہ میں آ کر جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نماز میں مصروف اور سربسجود تھے، ظالم نے ان کو ایسی تلوار ماری کہ سر دھڑ سے الگ ہوگیا، سر اور تلوار لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ آبدیدہ ہوگئے، فرمایا: ''یہ وہی تلوار ہے جس نے کئی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے مشکلات کا بادل ہٹایا ہے۔''

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی واپسی کا عزم کر رہے تھے کہ مروان اموی کی نظر پڑ گئی، سمجھا کہ ان کی زندگی خاندان اموی کے لیے سنگ راہ ہے، زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ایسا تاک کر مارا کہ گھٹنے میں پیوست ہوگیا، خون کسی طرح نہ تھما، اور آخر اسی حالت میں جان دے دی۔ کعب بن سور کو حضرت

---

[1] تاریخ طبری: جلد ٦۔ [2] تاریخ طبری: جلد ٦ ص ٣١٨٢۔٣١٨٣۔ [3] تاریخ طبری: جلد ٦ ص ٣١٨٨۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا قرآن دیا کہ لوگوں کو یہ دکھا کر صلح کی دعوت دو، وہ قرآن کھول کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ شریروں نے ادھر سے ایسا تیر مارا کہ جاں بحق ہو گئے۔

دو پہر ہو گئی تھی چونکہ اچانک حملہ ہوا فوج کے جو جنرل تھے، انہوں نے اس فتنہ سے کنارہ کشی کر لی تھی، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کا پہلو کمزور ہو گیا تھا۔ لڑنے والے کون تھے، بھائی بھائی، حملہ میں ہاتھ پاؤں پر وار کرتے تھے، سر و سینہ کو بچا جاتے تھے کہ مقصود اس غیر متوقع جنگ کو روک دینا تھا، ہر جگہ کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں کا ڈھیر تھا۔

سبائیوں کا ارادہ تھا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہاتھ آ گئیں تو وہ سخت تحقیر کے ساتھ پیش آئیں گے۔ 1 چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بعد اہل کوفہ ان پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے 2 ان کے طرف داروں نے ہر طرف سے سمٹ سمٹ کر ان کو اپنے حلقہ میں لے لیا، مصری قبائل اور ان میں بھی بنو عدی اور بنو ضبہ کے آدمی جوش سے بپھرے ہوئے تھے، ادھر سے دشمنوں کا ریلہ تھا، ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے داہنے بکر بن وائل، بائیں ازد، سامنے بنو ناجیہ، مادرِ اسلام کی عزت واحترام کے لیے اپنی اپنی جانیں فرزندانہ فدویت کے ساتھ نثار کر رہے تھے، اونٹ اپنی جگہ پر کھڑا تھا، آہنی ہودج تیروں کی پیہم بارش سے چھلنی ہو رہا تھا، پر جوش بیٹے آگے پیچھے داہنے بائیں اس ریلے کو پیچھے ہٹا رہے تھے، زبان پر رجز کے فخریہ اشعار تھے۔ بنو ازد کا نعرہ تھا:

يَا اُمَّنَا يَا خَيْرَ اُمٍّ نَعْلَمُ — اَمَاتَرَيْنَ كَمْ شُجَاعٍ يُكْلَمُ

اے ہماری ماں! اے ہماری بہتر ماں! جس کو ہم جانتے ہیں۔ — آپ نہیں دیکھتیں کہ کتنے بہادر زخمی کیے گئے

وَ تُخْتَلٰى هَامَتُهٗ وَالْمُعْصَمُ — اور ان کے سر اور ہاتھ کاٹ ڈالے گئے

اب ہر طرف یہ شور تھا کہ اونٹ کو جب تک مار کر بٹھا نہ دیا جائے گا، جنگ کا خاتمہ نہ ہوگا، بنو ضبہ اونٹ کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھے، حملہ آوروں میں سے جو شخص ادھر کا رخ کرتا واپس نہ جاتا۔ ان کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے:

---

1 چنانچہ یہی لوگ جب خوارج بن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے الگ ہوئے تو ان پر جو الزامات انہوں نے قائم کیے اس میں ایک یہ بھی تھا کہ تم اپنی ماں کو لونڈی بنانا چاہتے تھے۔

2 تاریخ طبری جلد ۶ ص ۳۱۹۳۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نحن بنو ضبة لا نفرّ — حتی نری جماجماتخرّ

ہم ضبہ کے فرزند ہیں، بھاگتے نہیں — جب تک سروں کو گرتے اور اُن سے

یخرمنها العلق المحمر — سرخ خون کو بہتے نہ دیکھ لیں۔

یَا اُمَّنَا یا عیش لن تراعی — کل بنیک بطل شجاع

اے ہماری ماں اے عائشہ رضی اللہ عنہا! گھبرائیے نہیں — آپ کے سب بیٹے دلیر اور بہادر ہیں

یَا اُمَّنَا یَا زَوجَۃَ النَّبِیّ — یَا زَوجَۃَ الْمُبَارَکِ الْمَھْدِیّ

اے ہماری ماں، اے پیغمبر کی بیوی — اے بابرکت وہدایت یاب شوہر کی بیوی

لیکن ان کا سب سے زیادہ پُر جوش قومی نعرہ یہ تھا:

نَحْنُ بَنُوْ ضَبَّۃَ اَصْحَابُ الْجَمَلُ — اَلْمَوْتُ اَحْلٰی عِنْدَنَا مِنَ الْعَسَلُ

ہم ضبہ کے بیٹے اور اس اونٹ کے پاسبان ہیں — موت ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ شیریں ہے

نَحْنُ بَنُوْ الْمَوْتِ اِذَا الْمَوْتُ نَزَلُ — نَنعِیُ ابْنَ عَفَّانَ بِاَطْرَافِ الْاَسَلُ

ہم موت کے آغوش میں پلے ہیں جب موت اترتی ہے — ہم عفان کے بیٹے عثمان کی موت کی خبر کا اعلان نیزوں کی نوکوں سے کرتے ہیں۔

رُدُّوْا عَلَیْنَا شَیْخَنَا ثُمَّ بَجَلُ — ہمارے سردار کو واپس کر دو پھر کوئی بات نہیں

جوش کا یہ عالم تھا کہ بنوضبہ کا ایک ایک آدمی آگے بڑھتا اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر کھڑا ہو جاتا وہ کام آتا تو دوسرا اس فرض کو انجام دینے کو آگے بڑھتا، وہ مارا جاتا تو تیسرا دوڑ کر نکیل تھام لیتا، اسی طرح ستر آدمیوں نے اپنی جانیں دیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے جس نے دشمنوں میں سے اونٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس کا ہاتھ اڑا دیا، کہتے ہیں فضا میں گلیّوں کی طرح ہاتھ اڑ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھیڑ کے چھانٹنے کو خود آگے بڑھے، اشتر نخعی (اصلی نام مالک) حضرت عبداللہ بنؓ زبیر رضی اللہ عنہما کے قریب پہنچ گئے، دونوں مشہور بہادر تھے، تلواروں کے ردوبدل ہونے لگے، دونوں زخمی ہو گئے تو دوڑ کر ایک دوسرے کو لپٹ گئے، ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا:

اُقْتُلُوْنِیْ وَ مَالِکًا — اُقْتُلُوْا مَالِکًا مَعِیْ

مجھ کو اور مالک کو مار ڈالو — میرے ساتھ مالک کو بھی مار ڈالو

اشتر کہتے تھے کہ مالک کے نام سے مجھ کو لوگ جانتے نہ تھے، ورنہ میری بوٹی بوٹی اڑا دیتے، بنو ضبہ کے کچھ لوگ ادھر سے بھی شریک تھے، یہ دیکھ کر کہ اونٹ ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا تو ہمارا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قبیلہ اس طرح کٹ کٹ کر مر جائے گا، ایک ضبّی پیچھے سے آیا اور اونٹ کے پچھلے پاؤں پر ایسی تلوار ماری کہ اونٹ دھم سے گر پڑا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر ہودے کو سنبھالا۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اندر ہاتھ لے جا کر دیکھنا چاہا کہ کہیں زخم تو نہیں آیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ڈانٹا کہ یہ کس ملعون کا ہاتھ ہے؟ محمد بن ابی بکر نے کہا: تمہارے بھائی محمد کا، بہن! کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔ فرمایا تم محمد نہیں، مذمم ہو، اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچے، انہوں نے خیریت دریافت کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اچھی ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے طرف دار بصری رئیس کے گھر اتارا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کے تمام زخمیوں نے اسی گھر کے ایک ایک گوشہ میں آ آ کر پناہ لی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ ملنے آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اس گھر میں تمام زخمی پناہ گزیں ہیں مگر انہوں نے کسی سے کچھ تعرض نہیں کیا۔ اس کے بعد بحرمت تمام محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو حجاز کی طرف رخصت کیا، عام مسلمانوں نے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دور تک مشایعت کی، امام حسن رضی اللہ عنہ میلوں تک ساتھ گئے۔ چلتے وقت تمام مجمع کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اقرار کیا کہ مجھ کو علی رضی اللہ عنہ سے نہ کسی قسم کی کدورت تھی، اور نہ اب ہے، ہاں! ساس داماد میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے، اس کی میں نفی نہیں کرتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کے الفاظ فرمائے اس کے بعد یہ مختصر قافلہ حجاز کی طرف روانہ ہوا۔ [1]

حج کے چند مہینے باقی تھے، اتنے عرصہ تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مکہ معظمہ میں بسر کیا۔ پھر وہ بدستور روضۂ نبوی کی مجاور تھیں اور اپنی اس اجتہادی غلطی پر کہ اصلاح کا جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا تھا، وہ کہاں تک مناسب تھا۔ ان کو عمر بھر افسوس رہا۔

ابن سعد میں ہے کہ وہ کہا کرتی تھیں: اے کاش! میں درخت ہوتی، اے کاش! میں پتھر ہوتی، اے کاش! میں روڑا ہوتی، [2] اے کاش! میں نیست و نابود ہوتی۔ [3]

تاریخ طبری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک بصری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کو آیا۔ پوچھا کہ تم ہماری لڑائی میں شریک تھے؟ اس نے کہا: ہاں! پوچھا کہ تم اس کو جانتے ہو؟ جو یہ رجزیہ

---

[1] اس فصل کے تمام واقعات حرفاً حرفاً تاریخ طبری جلد ہشتم سے ماخوذ ہیں، افسوس کہ ان واقعات کے متعلق اس سے زیادہ معتبر سند ہمارے پاس کوئی اور نہیں، حدیث کی کتابوں میں یہ واقعات مذکور نہیں۔

[2] طبقات ابن سعد: جزء نساء ص ۵۱، مطبوعہ لائیڈن۔ [3] ایضاً۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شعر پڑھتا تھا: ''یَا اُمَّنَا یَاخَیْرَ اُمٍّ نَعْلَمُ'' اس نے کہا: وہ میرا بھائی تھا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ اس کے بعد اس قدر روئیں کہ میں سمجھا کہ پھر کبھی چپ نہ ہوں گی۔ بخاری میں ہے کہ وفات کے وقت انہوں نے وصیت کی کہ مجھے روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ساتھ دفن نہ کرنا۔ بقیع میں اور ازواج کے ساتھ دفن کرنا۔ 1 میں نے آپ کے بعد ایک جرم کیا ہے۔ 2 ابن سعد میں ہے کہ جب وہ یہ آیت پڑھتی تھیں:

﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ﴾ [۳۳/الاحزاب:۳۳]

''(اے پیغمبر کی بیویو!) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔''

تو اس قدر روتی تھیں کہ روتے روتے آنچل تر ہو جاتا تھا۔ 3

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باہمی ملالِ خاطر کی تردید

بعض کور باطنوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اس جنگ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت کا اصلی سبب یہ تھا کہ چونکہ واقعۂ افک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رائے دی تھی کہ آپ چاہیں تو ان کو الگ کر سکتے ہیں۔ اس بنا پر ان کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملال خاطر تھا، لیکن جنگ کی ساری روداد تمہارے سامنے ہے، اور اسی غرض سے تطویل کے باوجود ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنگ کے زمانہ کے تمام خطوط اور خطبے نقل کر دیے ہیں۔ ان میں کہیں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف روئے سخن ہے؟ جنگ بالکل اتفاقی تھی اور متعمدین جرم کے سوا دونوں فریق بے قصور تھے۔

یہ سچ ہے کہ واقعہ کے لحاظ سے ان کو سبائیوں کے اس دعویٰ سے انکار تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت کی، فرماتی تھیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گود میں سر رکھے ہوئے انتقال فرمایا، آپ نے وصیت کس وقت کی۔'' 4 لیکن اس سے باہمی ناگواری خاطر کا ثبوت نہیں ہوتا، یہ ایک واقعہ کا تاریخی بیان ہے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ﴾ [۳۵/ فاطر:۳۲]

---

1 صحیح بخاری: کتاب الجنائز۔ 2 مستدرک حاکم، جزء عائشہ رضی اللہ عنہا۔

3 جز نساء ص ۵۶ واقدی بروایت سفیان ثوری۔ 4 صحیح بخاری: باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶۴۱۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''پھر ہم نے کتاب الٰہی کی وراثت ان بندوں کو عطا کی جن کو ہم نے چن لیا۔ ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں، بعض معتدل اور بعض نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔''

فرمایا کہ'' فرزندِ من ! یہ تینوں فرقے جنت میں داخل ہوں گے۔'' یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا، جو پہلی آیت کے بعد ہی واقع ہے۔

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا.﴾ [۱۳/الرعد:۲۳]

''یہ لوگ جنت عدن میں رہیں گے۔''

پھر فرمایا:'' سابق الی الخیرات تو وہ صحابہ ہیں جنہوں نے آپ کے سامنے وفات پائی اور آپ نے ان کو بشارت دی، متوسط وہ ہیں جنہوں نے آپ کی پوری پوری پیروی کی، یہاں تک وہ مرگئے، اور ظالم وہ ہیں، جو ہماری تمہاری طرح ہیں۔'' [طیالسی مسند عائشہ رضی اللہ عنہا]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اور اشتر نخعی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار اور اس لڑائی کے ہیرو تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے آئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا:'' اے میری ماں!'' فرمایا: '' میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔'' عرض کی:'' آپ میری ماں ہی ہیں گو آپ کو ناگوار ہو۔'' پھر دریافت کیا کہ'' تمہارے ساتھ کون ہے۔'' بتایا کہ'' اشتر نخعی''۔ اشتر نخعی سے خطاب کر کے کہا کہ تم ہی تھے جو میرے بھانجے کو مار ڈالنا چاہتے تھے۔ اشتر نے کہا کہ وہ مجھ کو مار ڈالنا چاہتے تھے، میں ان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ'' اگر تم ایسا کرتے تو کبھی فلاح نہ پاتے۔'' [1] مسند احمد: کی روایت ہے کہ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے اور طیالسی [2] میں ہے کہ انہوں نے کہا'' اے عمار! تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مؤمن کا خون بہانا حلال نہیں، لیکن تین اسباب سے، یا وہ مرتد ہو گیا ہو یا زنا کا مرتکب ہوا ہو، یا کسی کو قتل کیا ہو۔'' اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فوج کشی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد خون ریزی نہ تھا۔

اس اشتباہ اور تعریض کی ابتدا بنوامیہ نے کی، واقعہ اتنا ہے کہ افک کے قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی کی خاطر عرض کیا تھا کہ اگر آپ کو منافقین کے کہنے کا خیال ہے تو الگ کر دیجیے، شاہان بنوامیہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے جب کوئی دستاویز ہاتھ نہ

---

[1] مسند احمد: جلد ۶، ص ۲۰۵۔

[2] طیالسی: مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ص ۲۱۶۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آسکی تو انہوں نے اس واقعہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مثالب میں داخل کرلیا، جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اتہام میں جو لوگ ساعی تھے ان کو دوزخی کہا گیا ہے۔ ایک دفعہ امام زہریؒ ولید بن عبدالملک کے دربار میں تھے، ولید نے کہا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ ہی نہ تھے؟ جن کی نسبت قرآن نے کہا ہے:

﴿ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴾ [۲۴/النور:۱۱]

''اس افتراپردازی میں جس کا بڑا حصہ ہے۔ اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ چند لمحوں کے لیے میرے دل نے مرعوب ہو کر حق گوئی کی جرأت نہ کی، لیکن پھر میں نے کہا: ''خدا امیر کو صلاحیت بخشے، اس کے دو ہم خاندانوں نے مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی روایت کی ہے:

كَانَ عَلِيٌّ مُسَلِّمًا فِيْ شَأْنِهَا. [بخاری: حدیث افک]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں محفوظ تھے۔''

تاہم ولید کو تسکین نہ ہوئی۔ [1]

مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سہارا دے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب اس واقعہ کو بیان کرتی تھیں تو کہتی تھیں کہ آپ عباس اور ایک اور آدمی کے سہارے آئے، بعض بدگمانوں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ملال خاطر کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ایک طرف حضرت عباس برابر سہارا دیے ہوئے لائے، اور دوسری طرف کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سہارا دیتے تھے اور کبھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اس بنا پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نام انہوں نے لیا اور دوسرے کی نسبت عدمِ تعیین کے سبب یا اختصار کی بنا پر کہہ دیا کہ ''ایک اور آدمی۔'' [2]

اس باہمی ملال خاطر کی تردید طبری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں نے اپنی دلی صفائی کا اعتراف مجمع عام میں کیا ہے حدیثوں میں ایسی متعدد روایتیں ہیں۔ جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان فرمائے

[1] یہ واقعہ صحیح بخاری میں دو موقعوں پر مروی ہے، تفصیل کے لیے دیکھو فتح الباری: شرح حدیث افک۔

[2] صحیح بخاری: ذکر وفات مع کرمانی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں۔ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کو سب سے محبوب کون تھا؟ بولیں: ''فاطمہ رضی اللہ عنہا'' پھرعرض کی کہ مردوں میں ،فرمایا: ''ان کے شوہر بہت نماز گزار اور بہت روزہ دار تھے۔'' 1

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل بیت اور آل عبا میں داخل ہونا ہم اہل السنۃ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے، 2 متعدد دفعہ ایسا ہوا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مستفتی آئے ہیں اورانہوں نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانے کی ہدایت کی ہے۔ 3 وہ کبھی سفر سے واپس آتے تو داماد کی ضیافت کرتیں، 4 حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں جب خوارج کے ہاتھوں شہادت پائی اور لوگوں نے وہاں سے آکر واقعہ بیان کیا،تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاحب سے پوچھا کہ اے عبداللہ! میں تم سے جو پوچھوں گی ، سچ سچ بیان کرو گے،عرض کی کیوں نہ بیان کروں گا۔ فرمایا یہ لوگ جن کو علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا، ان کا کیا واقعہ ہے؟انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مصالحت اور تحکیم خوارج کی مخالفت،حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سمجھانا،ان کا نہ ماننا سب بیان کیا، یہ سن کرفرمایا،خدا علی رضی اللہ عنہ پر رحمت بھیجے ان کو جب کوئی بات پسند آتی تو یہی کہتے "صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ" اہل عراق ان پر جھوٹ تہمت باندھتے ہیں،اور بات کو بڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ 5

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت صرف چار برس ہے،اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تختِ حکومت پر قدم رکھا اور تقریباً بیس برس پوری اسلامی دنیا کے اکیلے فرمانروا رہے۔ان کی مدت حکومت کے اختتام سے دو برس پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔اس حساب سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں انہوں نے اپنی زندگی کے اٹھارہ سال بسر کیے اور یہ پورا زمانہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جزئی اوقات کے سوا خاموشی میں گزارا۔

ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم اس طرح بے خطر تنہا میرے گھر آ گئے، ممکن تھا کہ میں کسی کو چھپا کر

1 ترمذی، مناقب۔ 2 صحیح مسلم۔

3 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۵۵ و جلد ۱ ص ۹۲ وغیرہ۔

4 ایضاً جلد ۶، ص ۱۵۵۔

5 ایضاً جلد ۱ ص ۸۶ و ۸۷ و خلق افعال العباد بخاری ص ۱۹۱ مطبع انصاری۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کھڑا کر دیتی کہ جیسے ہی تم آتے وہ تمہارا سر اڑا دیتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ دار الامان ہے، یہاں آپ ایسا نہیں کر سکتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایمان قتل ناگہانی کی زنجیر ہے۔ پھر دریافت کیا کہ میرا برتاؤ آپ کے ساتھ کیسا ہے؟ بولیں کہ ٹھیک ہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میرا اور ان کا (بنو ہاشم) معاملہ چھوڑ دیجیے اللہ کے یہاں سمجھا جائے گا۔ [1]

حجر بن عدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے طرف دار اور کوفہ میں علوی فرقہ کے تھے، کوفہ کے والی نے کچھ لوگوں کی شہادت پر ان تمام اشخاص کو گرفتار کر کے دمشق بھیج دیا، حجر یمن کے خاندان کندہ سے تھے، کوفہ عرب کے بڑے بڑے قبائل کا مرکز تھا، خود کندہ کا قبیلہ یہاں موجود تھا، لیکن کسی نے حجر کی حفاظت کے لیے انگلی تک نہ ہلائی، تاہم حجر کا صحابہ میں اس وقت نہایت اقتدار تھا، اس لیے اس واقعہ کو تمام ملک نے ناگواری کے ساتھ سنا، قبائل کے رئیسوں نے ان کے حق میں سفارش کی، لیکن قبول نہ ہوئی، مدینہ خبر پہنچی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی طرف سے ایک قاصد انکی سفارش کے لیے روانہ فرمایا، لیکن افسوس کہ قاصد کے پہنچنے سے پہلے حجر کا کام تمام ہو چکا تھا۔ [2] اس وقت جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملنے آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے جو گفتگو ان سے کی وہ یہ تھی: ''معاویہ! حجر کے معاملہ میں تمہارا تحمل کہاں تھا، حجر کے قتل میں تم خدا سے نہ ڈرے۔'' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اس میں میرا قصور نہیں، قصور ان کا ہے جنہوں نے گواہی دی۔ [3] دوسری روایت میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا ام المومنین! کوئی صاحب الرائے میرے پاس موجود نہ تھا، [4] مسروق تابعی راوی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ:

> ''خدا کی قسم! اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوتا کہ کوفہ میں کچھ بھی جراءت اور خودداری باقی ہے تو کبھی وہ حجر کو ان کے سامنے پکڑوا کر شام میں قتل نہ کرتے، لیکن اس جگر خوارہ ہند کے بیٹے [5] نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اب لوگ اٹھ گئے، خدا کی قسم کوفہ شجاع و خوددار والے عرب رئیسوں کا مسکن تھا۔ لبید نے سچ کہا ہے:۔ [6]

ذَھَبَ الَّذِیْنَ یُعَاشُ فِیْ اَکْنَافِھِمْ وَبَقِیْتُ فِیْ خَلْفٍ کَجِلْدِ الْاَجْرَبِ

''وہ لوگ چلے گئے جن کے سائے میں زندگی بسر کی جاتی ہے۔ اب ایسے اخلاف کے

---

[1] مسند احمد: ج ۴ص ۹۲۔ [2] طبری ج ہفتم ص ۱۴۵۔ [3] ایضاً۔ [4] طبری جلد ہفتم ص ۱۱۶۔

[5] ہندہ امیر معاویہ کی ماں غزوہ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چیر کر ان کا جگر چبا گئی تھی۔

[6] یہ پورا واقعہ طبری جلد ہفتم میں ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

درمیان رہ گیا ہوں جو خارشتی اونٹ کی کھال کی طرح ہیں۔"

لَا یَنْفَعُوْنَ وَ لَا یُرْجٰی خَیْرُھُمْ   وَ یُعَابُ قَائِلُھُمْ وَ اِنْ لَّمْ یَتَّعِبْ

"نہ وہ نفع پہنچاتے ہیں، نہ ان سے بھلائی کی امید ہے۔ان سے باتیں کرنے والوں کی عیب گیری کی جاتی ہے۔"

عراق اور مصر کے لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے، شامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے تھے، خوارج دونوں کو برا جانتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان فرقوں کا حال معلوم ہوا تو فرمایا: "قرآن میں تو اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تم رحمت و مغفرت کی دعا مانگو اور یہ لوگ ان کو گالی دیتے ہیں۔" 1 خوارج کا فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہو کر سب سے پہلے مقام حرور میں جمع ہوا تھا، اس لیے ان کا پہلا نام حروریہ ہے۔ کسی عورت نے آکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ پوچھا کہ ایام مخصوص میں روزہ کی طرح نماز کی بھی قضا کیوں نہ کریں؟ انہوں نے نہایت برہمی کے ساتھ فرمایا: "کیا تو حروریہ ہے؟" 2 یعنی وہ اس فرقہ سے نفرت کرتی تھیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ان کو خط لکھا کہ مجھ کو مختصر سی نصیحت کیجیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں لکھا: "سلام علیکم! امابعد میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ جو شخص انسانوں کی نارضامندی کی پروانہ کر کے خدا کی رضا جوئی کرے گا، خدا انسانوں کی نارضامندی کے نتائج سے اس کو محفوظ رکھے گا، اور جو خدا کو نارضامند کر کے انسانوں کی رضامندی کا طلبگار ہوگا، خدا اس کو انسانوں کے ہاتھ میں سونپ دے گا، والسلام علیک۔" 3

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نصیحت کے یہ فقرے درحقیقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر ایک مختصر تبصرہ ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد یزید کو اپنا جانشین بنانا چاہا، مروان ان کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا، مجمع عام میں اس نے یزید کا نام پیش کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن نے اٹھ کر مخالفت کی، مروان نے ان کو گرفتار کرنا چاہا، وہ دوڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گھس گئے، مروان اندر گھسنے کی جرأت نہ کر سکا، کھسیانا ہو کر بولا یہی وہ ہے جس کی شان میں یہ آیت اتری ہے

---

1 صحیح مسلم: کتاب التفسیر مع نووی۔ 2 صحیح بخاری: کتاب الحیض۔

3 جامع ترمذی: ابواب الزہد۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

﴿وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ﴾ [۴۶/الاحقاف:۱۷] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اوٹ کے پیچھے سے فرمایا: ''ہم لوگوں کی شان میں خدا نے کوئی آیت نہیں اتاری، بجز اس کے کہ میری براءت [1] فرمائی'' اس سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی جانشینی سے وہ خوش نہ تھیں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین کا واقعہ

امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۴۹ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہیں، ایک گوشہ میں ایک قبر کی جگہ اور باقی تھی، امام حسن نے وصیت کی تھی کہ میری لاش اسی خالی جگہ میں دفن کی جائے اور اگر اس میں کوئی مزاحم ہو تو جنگ وجدال کی ضرورت نہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب وصیت کی تعمیل کرنی چاہی تو مروان بن حکم نے مخالفت کی کہ جب یہاں عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے دفن نہ ہونے دیا تو کسی اور کو بھی اجازت نہیں ہو سکتی۔ ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام بنو ہاشم اور ادھر مروان کی معیت میں بنوامیہ ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر باہر نکلے، قریب تھا کہ ایک خونریز جنگ شروع ہو کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آ کر بیچ بچاؤ کیا۔ مروان سے کہا کہ: ''نواسہ اگر اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہوتا ہے تو تم کو اس میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ امام مرحوم کی یہ بھی تو وصیت تھی کہ اگر مزاحمت ہو تو جنگ وجدال سے پرہیز کیا جائے'' الغرض جنازہ جنت البقیع میں لایا گیا اور یہیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سوال یہ ہے کہ اس معاملہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طرز عمل کیا تھا؟ بعض شیعی مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کچھ سپاہیوں کے ساتھ خود ایک سپید خچر پر سوار ہو کر امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے کو روکنے کے لیے نکلیں۔ سپاہیوں نے تیر چلائے، اتنے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی آئے اور انہوں نے کہا: ''ابھی جنگ جمل کی شرم ہمارے خاندان سے مٹی نہیں کہ تم ایک اور جنگ کے لیے آمادہ ہو۔'' یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔ یہ روایت تاریخ طبری کے ایک پرانے فارسی ترجمہ میں جو ہندوستان میں چھپ بھی گیا ہے، نظر سے گزری ہے، لیکن جب اصل متن عربی مطبوعہ یورپ کی طرف رجوع کیا تو جلد ہفتم کا ایک ایک حرف پڑھنے کے بعد بھی یہ واقعہ نہ ملا، طبری کے اس فارسی ترجمہ میں درحقیقت بہت سے حذف واضافے ہیں۔ مترجم نے مقدمہ میں اس کی

---

[1] صحیح بخاری: تفسیر سورۂ احقاف۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تصریح بھی کر دی ہے۔ یعقوبی جو تیسری صدی کا ایک شیعی مورخ ہے، اس نے اس واقعہ کو البتہ نقل کیا ہے، لیکن علاوہ اس کے کہ وہ روایت کی سند نہیں لکھتا۔ اصل واقعہ کے بیان کے بعد کہ درحقیقت مروان کا فعل تھا، قیل یعنی ضعف روایت کے صیغہ کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے، لیکن یہ نہیں لکھا ہے کہ انہوں نے نعوذ باللہ تیر چلائے یا جنگ کی۔

ابوالفداء میں اتنا مذکور ہے کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ میں جب جنگ و جدال شروع ہو گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا کہ ''یہ گھر میری ملکیت ہے، میں کسی اور کو یہاں دفن ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔'' لیکن یہ بھی صحیح نہیں، ابن اثیر اور تمام معتبر تاریخوں میں مذکور ہے کہ ام المومنین نے بطیب خاطر اجازت دے دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا جو گورنر تھا اس نے بھی نہیں روکا، لیکن مروان چند آدمیوں کو لے کر فساد پر آمادہ ہو گیا۔ امام نے وصیت کی تھی کہ اگر فتنہ و فساد کا ڈر ہو تو مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا، چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس شرارت پر گو بہت غصہ آیا، تاہم بھائی کی اس وصیت سے انحراف کرنا نہ چاہا۔ [1] محدث ابن عبدالبر ''استیعاب'' میں، ابن اثیر ''اسد الغابہ'' میں اور سیوطی ''تاریخ الخلفاء'' میں ایک ہی عبارت کے ساتھ راوی ہیں، اور یہ روایت اس شخص کی زبانی ہے، جو امام کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا:

وَ قَدْ کُنْتُ طَلَبْتُ اِلٰی عَائِشَةَ اِذَا مِتُّ اَنْ تَاْذَنَ لِیْ فَاُدْفَنَ فِیْ بَیْتِھَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَتْ نَعَمْ، وَ اِنِّیْ لَااَدْرِیْ لَعَلَّھَا کَانَ ذَالِکَ مِنْھَا حَیَاءً فَاِنْ طَابَتْ نَفْسُھَا فَادْفِنِّیْ فِیْ بَیْتِھَا، وَ مَا اَظُنُّ اِلَّا الْقَوْمَ سَیَمْنَعُوْنَکَ اِذَا اَرَدْتَّ ذٰلِکَ فَاِنْ فَعَلُوْا فَلَا تُرَاجِعْھُمْ فِیَّ وَ ادْفِنِّیْ فِیْ الْبَقِیْعِ الْغَرْقَدِ......

فَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ اَتَی الْحُسَیْنُ عَائِشَةَ فَطَلَبَ ذٰلِکَ اِلَیْھَا فَقَالَتْ نَعَمْ وَ کَرَامَةً فَبَلَغَ ذٰلِکَ مَرْوَانَ فَقَالَ کَذَبَ وَ کَذَبَتْ وَاللّٰہِ لَا یُدْفَنُ ھُنَاکَ اَبَدًا......

مَنَعُوْا عُثْمَانَ مِنْ دَفْنِہٖ فِی الْمَقْبَرَةِ وَ یُرِیْدُوْنَ دَفْنَ الْحَسَنِ فِیْ بَیْتِ عَائِشَةَ.

''امام حسن رضی اللہ عنہ وصیت فرماتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں، انہوں نے اجازت دے دی تھی، لیکن معلوم نہیں شرما شرمی میں انہوں نے اجازت دی یا کیا،

---

[1] کامل ابن اثیر: جلد ۳ ص ۳۸۳ طبع یورپ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میرے مرنے کے بعد ان سے جا کر پھر اجازت لینا، اگر وہ خوشی سے اجازت دیں تو وہیں دفن کرنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگ تم کو ایسا کرنے سے روکیں گے اگر واقعاً وہ روکیں تو اس میں ان لوگوں سے رد وکد کی ضرورت نہیں، مجھے بقیع میں دفن کر دینا...... جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کی، انہوں نے کہا بخوشی، مروان کو واقعہ معلوم ہوا تو اس نے کہا، حسین رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا جھوٹ (غلط) کہتے ہیں، حسن رضی اللہ عنہ وہاں کبھی دفن نہیں کیے جا سکتے۔

عثمان کو قبرستان تک میں دفن کرنے نہ دیا گیا، اور حسن رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن ہوں گے!؟"

وفات

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا آخری زمانہ ہے۔ اس وقت ان کی عمر سڑسٹھ (۶۷) برس کی تھی، ۵۸ھ میں رمضان کے مہینہ میں بیمار پڑیں، چند روز تک علیل رہیں۔ کوئی خیریت پوچھتا، فرماتی: "اچھی ہوں"۔ [1] جو لوگ عیادت کو آتے، بشارت دیتے، فرماتیں: "اے کاش! میں پتھر ہوتی، اے کاش! میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔" [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تامل ہوا کہ وہ آ کر تعریف نہ کرنے لگیں، بھانجوں نے سفارش کی تو اجازت دی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ کا نام ازل سے ام المؤمنین تھا۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب بیوی تھیں، رفقا سے ملنے میں اب آپ کو اتنا ہی وقفہ باقی ہے کہ روح بدن سے پرواز کر جائے، خدا نے آپ ہی کے ذریعہ تیمّم کی اجازت فرمائی، آپ کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں جو اب ہر محراب و مسجد میں شب و روز پڑھی جاتی ہیں۔" فرمایا: "ابن عباس رضی اللہ عنہ مجھے اپنی اس تعریف سے معاف رکھو، مجھے یہ پسند تھا کہ میں معدوم محض ہوتی۔" [3]

مرض الموت میں وصیت کی کہ اس حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے دفن نہ کرنا، میں

---

[1] طبقات ابن سعد: جز نساء ص ۵۱۔ [2] طبقات ابن سعد: جز نساء ص ۵۱۔

[3] اس روایت کا صرف پہلا ٹکڑا بخاری مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا میں مذکور ہے اور اس سے زیادہ تفسیر سورۂ نور میں ہے، لیکن پوری روایت مستدرک حاکم میں ہے، علی شرط الصحیحین، امام احمد نے مسند میں بھی یہ پوری روایت نقل کی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے ایک جرم کیا ہے، مجھے دیگر ازواجِ مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کرنا اور رات ہی کو دفن کر دی جاؤں، ❶ صبح کا انتظار نہ کیا جائے۔ کسی نے عرض کی کہ آپ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ دفن ہوتیں تو بہتر تھا، فرمایا اگر ایسا ہو تو پچھلا عمل جاتا رہے اور نیا شروع کروں۔ ❷ ۵۸ھ تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ مطابق ۱۳/ جون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ ماتم کا شور سن کر انصار اپنے گھروں سے نکل آئے، جنازہ میں اتنا ہجوم تھا، کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا، بعض روایتوں میں ہے کہ عورتوں کا ازدحام دیکھ کر روزِ عید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا۔ ❸ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نوحہ اور ماتم سن کر بولیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جنت واجب ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔ یہ حاکم کی روایت ہے۔ مسند طیالسی میں ہے کہ انہوں نے کہا: ''خدا ان پر رحمت بھیجے کہ اپنے باپ کے سوا وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔'' ❹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے، انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عتیق، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا ❺ اور حسب وصیت جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ مدینہ میں قیامت برپا تھی کہ آج حرم نبوت کی ایک اور شمع بجھ گئی۔ مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ایک بات کا مجھ کو خیال نہ ہوتا تو ام المومنین کے لیے میں ماتم کا حلقہ قائم کرتا۔ ❻ ایک مدنی سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا غم اہل مدینہ نے کتنا کیا، جواب دیا جس جس کی وہ ماں تھیں (یعنی تمام مسلمان) اسی کو ان کا غم تھا۔ ❼

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کچھ متروکات چھوڑے جن میں ایک جنگل بھی تھا، یہ ان کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تبرکاً اس کو ایک لاکھ درم میں خریدا۔ تم جانتے ہو کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ کثیر رقم کیا کی؟...... !عزیزوں میں تقسیم کر دی۔ ❽

---

❶ بخاری اواخر کتاب الجنائز میں، اور بخاری الاعتصام بالسنۃ میں مختصراً ہے اور ابن سعد جزء نساء ص ۵۱ میں پورا واقعہ ہے۔ ❷ موطا امام محمد: باب النوادر، اصل عبارت یہ ہے انی اذا لانا المتبذئه بعملی.

❸ طبقات ابن سعد: جز نساء ص ۵۲ ❹ طیالسی مسند ام سلمہ رضی اللہ عنہا ص ۲۲۴۔ ❺ تمام واقعات حاکم کی مستدرک سے ماخوذ ہیں، حاکم نے ان میں سے اکثر روایتوں کی نسبت لکھا ہے کہ علی شرط الصحیحین ہیں۔

❻ طبقات ابن سعد: جزء نساء ص ۵۴۔ ❼ طبقات ابن سعد: جزء نساء ص ۵۴۔

❽ صحیح بخاری: باب ہبۃ الواحد للجماعۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تبنّی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ❶ لیکن ان کی پوری زندگی میں کوئی واقعہ ایسا مذکور نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ ان کو قسمت سے اس کا گلہ تھا۔ عرب کے شریفوں میں دستور تھا کہ نام کے علاوہ اپنی اولاد کے نام سے کنیت رکھتے تھے، معززین کا نام نہیں لیتے تھے۔ کنیت سے مخاطب کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی تمام بیویوں نے اپنے (پہلے شوہروں کے) بیٹوں کے نام سے اپنی کنیتیں رکھ لی ہیں، میں کس نام سے رکھوں؟ آپ نے فرمایا: تم بھی اپنے بیٹے عبداللہ کے نام سے رکھو۔ ❷ ابن الاعرابی کو اس سے شبہ ہوا، اور اس نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک ناتمام بچہ ساقط ہوا تھا، اسی کا نام عبداللہ تھا۔ ❸ لیکن یہ روایت سرے سے ماننے کے قابل نہیں اور سند کے اعتبار سے نہایت کمزور ہے، تمام صحیح روایتوں کی متفقہ خاموشی کے علاوہ احادیث میں تصریح بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لاولد تھیں۔ ❹

اس عبداللہ سے مقصود حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے صاحبزادہ ہیں، ہجرت کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلے وہی پیدا ہوئے تھے، کافر کہنے لگے کہ مسلمان بیبیاں یہاں آ کر بانجھ ہو گئیں، جب یہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دستِ مبارک سے ان کے تالو میں چھوہارا اور اپنا لعابِ دہن ملا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گویا بیٹا بنا لیا تھا اور ان کو دل سے چاہتی تھیں، وہ بھی ماں سے زیادہ ان سے محبت کرتے تھے، ان کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آغوش تربیت میں اور بھی متعدد بچوں کو لے کر پرورش کی۔ ❺ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک انصاریہ لڑکی کی پرورش اور بیاہ کا ذکر حدیثوں میں ہے۔ ❻ مسروق بن اجدع، ❼ عمرہ بنت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت طلحہ رضی اللہ عنہا، عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ رضی اللہ عنہا، اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر ❽

---

❶ ابوداؤد: کتاب الادب۔ ❷ ابوداؤد: کتاب الادب۔
❸ زرقانی: جلد۳ص ۲۶۹۔ ❹ مسند احمد: جلد۴ص ۱۵۰۔
❺ موطا امام مالک: کتاب الزکوۃ۔
❻ مسند احمد: ج۶، ص ۲۶۹۔ ❼ تذکرہ الحفاظ: ترجمہ مسروق۔
❽ اسماء الرجال میں ان کے حالات پڑھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قاسم بن محمد ❶ اوران کے بھائی اور عبداللہ بن یزید وغیرہ ❷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پروردہ تھے، محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی لڑکیوں کو بھی انہی نے پالا تھا، ❸ ان کی شادی بیاہ بھی وہی کردیتی تھیں۔ ❹

حُلیہ اور لباس

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان لڑکیوں میں تھیں جن کی جسمانی بالیدگی نہایت سرعت سے ترقی کرتی ہے،نو دس برس میں وہ اچھی خاصی بالغ ہوگئی تھیں، ❺ لڑکپن میں وہ دبلی پتلی چھریری سی تھیں، ❻ جب سن کچھ زیادہ ہوا تو کسی قدر بدن بھاری ہوگیا تھا، ❼ رنگ سرخ وسپید تھا۔ ❽ خوش رُو اور صاحب جمال تھیں۔ ❾

زہد وقناعت کی وجہ سے صرف ایک جوڑا پاس رکھتی تھیں، اسی کو دھو دھو کر پہنتی تھیں۔ ❿ ایک کرتا تھا جس کی قیمت پانچ درہم (۴/ عہ) تھی، یہ اس زمانہ کے لحاظ سے اس قدر بیش قیمت تھا کہ تقریبوں میں دلہن کے لیے عاریت مانگا جاتا، ⓫ کبھی کبھی زعفران میں رنگ کر کپڑے پہنتی تھیں، ⓬ گاہے گاہے زیور بھی پہن لیتی تھیں، گلے میں یمن کا بنا ہوا خاص قسم کے سیاہ وسپید مہروں کا ہار تھا، ⓭ انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔ ⓮

اخلاق وعادات

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بچپن سے جوانی تک کا زمانہ اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بسر کیا جو دنیا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے آئی تھی اور جس کے روئے جمال کا غازہ ﴿اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ﴾ [۶۸/ القلم:۴] ہے۔ اس تربیت گاہ روحانی یعنی کاشانۂ نبوت نے پردگیانِ حرم کو حسنِ اخلاق کے اس رُتبہ تک پہنچا دیا تھا جو انسانیت کی روحانی ترقی کی آخری منزل ہے۔

---

❶ مؤطا: زکوٰۃ اموال الیتامیٰ۔
❷ مسند احمد: ج۶ ص۳۲۔
❸ مؤطا: کتاب الزکوٰۃ، زکوٰۃ الحلی۔
❹ موطا: کتاب الطلاق۔
❺ صحیح بخاری: باب تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا۔
❻ صحیح بخاری: واقعہ افک وابوداؤد باب السبق۔
❼ ابوداوٗد: باب السبق۔
❽ مسند احمد: جلد۶ ص۱۳۸، نیز آپ کا لقب حمیراء۔
❾ صحیح بخاری: قصہ افک وایلا۔
❿ صحیح بخاری: باب ہل تصلی المراۃ فی ثوب حاضت فیہ۔
⓫ صحیح بخاری: باب الاستعار للعروس۔
⓬ ایضاً باب مایلبس المحرم من الثیاب۔
⓭ ایضاً باب التیمم وافک۔
⓮ ایضاً بخاری: باب الخاتم النساء۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اخلاقی مرتبہ نہایت بلند تھا۔وہ نہایت سنجیدہ، فیاض، قانع، عبادت گزار اور رحم دل تھیں۔

قناعت پسندی

عورت اور قناعت پسندی دو متضاد مفہوم ہیں، صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں سب سے زیادہ عورتوں کو دیکھا، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ شوہروں کی ناشکر گزاری کی وجہ سے،لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات میں وہ دونوں مجتمع ہیں، انہوں نے اپنی ازدواجی زندگی جس عسرت اور فقر وفاقہ سے بسر کی ، وہ پچھلے صفحوں میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے، لیکن وہ کبھی شکایت کا کوئی حرف زبان پر نہیں لائیں۔ بیش بہا لباس، گراں قیمت زیور، عالی شان عمارت، لذیذ الوانِ نعمت، ان میں سے کوئی چیز شوہر کے ہاں ان کو حاصل نہیں ہوئی، اور دیکھ رہی تھیں کہ فتوحات کا خزانہ سیلاب کی طرح ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف نکل جاتا ہے، تاہم کبھی ان کی طلب بلکہ ہوس بھی ان کو دامن گیر نہیں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ایک دفعہ انہوں نے کھانا طلب کیا پھر فرمایا میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی، کہ مجھے رونا نہ آتا ہو۔ان کے ایک شاگرد نے پوچھا یہ کیوں؟ فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے دنیا کو چھوڑا، خدا کی قسم دن میں دو دفعہ کبھی سیر ہو کر آپ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔ [ترمذی، زہد]

خدا نے اولاد سے محروم کیا تھا، تو عام مسلمانوں کے بچوں کو اور زیادہ تر یتیموں کو لے کر پرورش کیا کرتی تھیں، ان کی تعلیم و تربیت کرتی تھیں اور ان کی شادی بیاہ کے فرائض انجام دیتی تھیں۔ [1]

ہم جنسوں کی امداد

خدا نے ان کو کاشانۂ نبوت کی ملکہ بنایا تھا، اس فرض کو وہ نہایت خوبی سے انجام دیتی تھیں، عورتیں جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کوئی ضرورت لے کر آتیں، اکثر ان کی اعانت اور سفارش حضور ﷺ سے کیا کرتی تھیں۔ [2]

---

[1] دیکھو ذکر اولاد، مؤطا امام مالک: کتاب الزکوۃ۔

[2] مسند احمد: ج ۶،ص ۲۲۶۔صحیح بخاری: باب شہادت القاذف ص ۳۶۱۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شوہر کی اطاعت

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری اور آپ کی مسرت ورضا کے حصول میں شب و روز کوشاں رہتیں، اگر ذرا بھی آپ کے چہرے پر حزن وملال وکبیدہ خاطری کا اثر نظر آتا، بیقرار ہو جاتیں [1]، رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا اتنا خیال تھا کہ ان کی کوئی بات ٹالتی نہ تھیں۔ ایک دفعہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے خفا ہو کر ان سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھی تھیں، لیکن جب آنحضرت ﷺ کے ننہالی لوگوں نے سفارش کی تو انکار کرتے نہ بنا، [2] آپ کے دوستوں کی بھی اتنی ہی عزت کرتی تھیں، اوران کی کوئی بات بھی رد نہیں کرتی تھیں۔ [3]

غیبت اور بدگوئی سے احتراز

وہ کبھی کسی کی برائی نہیں کرتی تھیں۔ ان کی روایتوں کی تعداد ہزاروں تک ہے مگر اس دفتر میں کسی شخص کی توہین یا بدگوئی کا ایک حرف بھی نہیں ہے، سوکنوں کو برا کہنا عورتوں کی خصوصیت ہے مگر اوپر گزر چکا ہے کہ وہ کس کشادہ پیشانی سے اپنی سوکنوں کی خوبیوں کو بیان اور ان کے فضائل ومناقب کا ذکر کرتی تھیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ جن سے افک کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ پہنچا تھا، ان کی مجلس میں شریک ہوتے اور وہ ان کو بڑی خوشی سے جگہ دیتیں۔ ایک دفعہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ آئے اور اپنا ایک قصیدہ سنانے لگے، اس کے ایک شعر کا مطلب یہ تھا کہ وہ ”بھولی بھالی عورتوں پر تہمت نہیں لگاتی“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو افک کا واقعہ یاد آ گیا، اس پر صرف اسی قدر فرمایا لیکن تم ایسے نہیں ہو، [4] بعض عزیزوں نے افک کے واقعہ میں ان کی شرکت کے سبب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو برا کہنا چاہا، تو انہوں نے سختی سے روکا کہ ان کو برا نہ کہو، کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مشرک شاعروں کو جواب دیا کرتے تھے۔ [5]

ایک دفعہ ایک شخص کا ذکر چلا، آپ نے اس کو اچھا نہیں کہا، لوگوں نے کہا، ام المومنین رضی اللہ عنہا اسکا تو انتقال ہو گیا، یہ سن کر فوراً ہی اس کی مغفرت کی دعا مانگی، سب نے پوچھا کہ ابھی تو آپ نے اس

---

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۱ واقعہ خنا مسند جلد ۴ ص ۵۸، مسند جلد ۶ ص ۱۳۸۔ صحیح بخاری: باب الجنائز: ذکر ماتم جعفر طیار رضی اللہ عنہ نیز دیکھو ”باب مناقب قریش“۔

[2] صحیح بخاری: باب مناقب قریش۔ [3] ایضاً باب اعتصام بالسنۃ۔

[4] صحیح بخاری: واقعہ افک وتفسیر سورہ نور۔ [5] ایضاً مناقب حسان رضی اللہ عنہ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو اچھا نہیں کہا اور ابھی آپ اس کی مغفرت کی دعا مانگتی ہیں، جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مُردوں کو بھلائی کے سوا یاد نہ کرو۔ ❶

عدم قبول احسان

کسی کا احسان کم قبول کرتی تھیں اور کرتی بھی تھیں تو اس کا معاوضہ ضرور ادا کرتی تھیں۔ فتوحات عراق کے مال غنیمت میں موتیوں کی ایک ڈبیہ آئی، عام مسلمانوں کی اجازت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نذر بھیجی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ڈبیہ کھول کر کہا: ''خدایا! مجھے ابن خطاب کا احسان اٹھانے کیلیے اب زندہ نہ رکھ۔'' ❷ اطراف ملک سے ان کے پاس ہدیے اور تحفے آیا کرتے تھے، حکم تھا کہ ہر تحفہ کا معاوضہ ضرور بھیجا جائے۔ ❸ عبداللہ بن عامر عرب کے ایک رئیس نے کچھ روپے اور کپڑے بھیجے۔ ان کو یہ کہہ کر واپس کر دینا چاہا کہ ہم کسی کی کوئی چیز قبول نہیں کرتے۔ لیکن پھر آپ کا ایک فرمان یاد آ گیا، تو واپس لے لیا۔ ❹

خودستائی سے پرہیز

اپنے منہ سے اپنی تعریف پسند نہیں کرتی تھیں۔ مرض الموت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عیادت کے لیے آنا چاہا، لیکن وہ سمجھ چکی تھیں کہ وہ آ کر میری تعریف کریں گے، اس لیے اجازت دینے میں تامل کیا، لوگوں نے سفارش کی تو منظور کیا۔ اتفاق یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آ کر واقعاً تعریف شروع کی، سن کر بولیں: کاش! میں پیدا نہ ہوئی ہوتی۔ ❺

خودداری

اس عجز و خاکساری کے باوجود وہ خوددار بھی تھیں، کبھی کبھی یہ خودداری دوسروں کے مقابلے میں تنک مزاجی کی حد تک پہنچ جاتی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں وہ نازِ محبوبانہ بن جاتی، یاد ہوگا، واقعۂ افک کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برأت کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور ماں نے کہا بیٹی شوہر کا شکریہ ادا کرو، بولیں: ''میں صرف اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کروں گی، جس نے مجھ کو پاکدامنی وطہارت کی عزت بخشی۔'' ❻ یہ بھی پڑھ چکے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خفا

---

❶ طیالسی مسند عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ❷ مستدرک حاکم۔ ❸ ادب المفرد بخاری: باب الکتابت الی النساء۔
❹ مسند احمد: جلد ۶ ص ۷۷۔ ❺ صحیح بخاری ومستدرک ومسند احمد۔
❻ ایضاً صحیح بخاری: واقعہ افک۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوتیں تو آپ کا نام لے کر قسم کھانا چھوڑ دیتیں، یہ سب محبوبانہ انداز ہیں۔ جن کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے کہ میاں بیوی کے درمیان کے معاملات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اکثر اپنی خالہ کی خدمت کیا کرتے تھے اور وہ فیاض طبعی سے اس کو ہمیشہ ادھر ادھر دے دیا کرتی تھیں، ابن زبیر نے تنگ آ کر کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا ضرور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوا تو قسم کھالی کہ اب بھانجے کی کوئی چیز نہ چھوؤں گی، لوگوں نے بڑی بڑی سفارشیں کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ کو درمیان میں ڈالا تب جا کر صاف ہوئیں۔ 1

عام خوددار انسانوں سے انصاف پسندی کا ظہور کم ہوتا ہے، لیکن پروردگانِ تربیت نبوی سے کمال اخلاق ہی کی توقع رکھی جاسکتی ہے، جس کی بڑی مثال باہم متضاد اخلاقی انواع میں تطبیق ہے، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کمال خودداری کے ساتھ انصاف پسند بھی تھیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ مصر کے ایک صاحب ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ملک کے موجودہ حاکم و والی کا رویہ میدان جنگ میں کیا رہتا ہے۔ جواب میں عرض کیا کہ ہم کو اعتراض کے قابل کوئی بات نظر نہیں آئی، کسی کا اونٹ مرجاتا ہے تو دوسرا اونٹ دیتے ہیں اور خادم نہ رہے تو خادم دیتے ہیں، خرچ کی ضرورت پڑتی ہے تو خرچ بھی دیتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ انہوں نے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جو بھی بدسلوکی کی ہو، تاہم ان کی یہ بدسلوکی مجھے تم کو یہ بتانے سے باز نہیں رکھ سکتی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اسی گھر کے اندر یہ دعا فرمائی کہ ”اے اللہ! جو میری امت کا والی ہو، اگر وہ امت پر سختی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کرنا اور جو نرمی کرے، اس کے ساتھ نرمی فرمانا۔“ 2

دلیری

نہایت شجاع اور پُردل تھیں، راتوں کو تنہا اٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ 3 میدانِ جنگ میں آ کر کھڑی ہوجاتی تھیں۔ غزوۂ احد میں جب مسلمانوں میں اضطراب برپا تھا، اپنی پیٹھ پر مشک لادلاد کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، 4 غزوۂ خندق میں جب چاروں طرف سے مشرکین محاصرہ کیے ہوئے تھے اور شہر کے اندر یہودیوں کے حملہ کا خوف تھا، وہ بے خطر قلعہ سے نکل کر مسلمانوں کے نقشۂ

1 صحیح بخاری: مناقب قریش۔ 2 صحیح مسلم: باب فضیلۃ الامام العادل۔

3 صحیح بخاری: ودیگر کتب صحاح باب زیادۃ القبور۔ 4 صحیح بخاری: ذکر احد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جنگ کا معائنہ کرتی تھیں۔ [1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائیوں میں بھی شرکت کی اجازت چاہی تھی، لیکن نہ ملی۔ [2] جنگِ جمل میں وہ جس شان سے فوجوں کو لائیں، وہ بھی انکی طبعی شجاعت کا ثبوت ہے۔

فیاضی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کا سب سے ممتاز جوہر ان کی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھی۔ دونوں بہنیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نہایت کریم النفس اور فیاض تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان دونوں سے زیادہ سخی اور صاحبِ کرم میں نے کسی کو نہیں دیکھا، فرق یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتی تھیں، جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تھی، بانٹ دیتی تھیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ جو کچھ پاتی تھیں، اس کو اٹھا نہیں رکھتی تھیں۔ [3] اکثر مقروض رہتی تھیں اور ادھر ادھر سے قرض لیا کرتی تھیں۔ لوگ عرض کرنے لگے کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے فرماتیں کہ جس کی قرض ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے، خدا اس کی اعانت فرماتا ہے میں اس کی اسی اعانت کو ڈھونڈتی ہوں۔ [4]

خیرات میں تھوڑے بہت کا لحاظ نہ کرتیں، جو موجود ہوتا سائل کی نذر کر دیتیں۔

ایک دفعہ ایک سائلہ آئی جس کی گود میں دو ننھے ننھے بچے تھے، اتفاق سے اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا، صرف ایک چھوہارا تھا، اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے تشریف لائے تو ماجرا عرض کیا، [5] ایک دفعہ سائل آیا سامنے کچھ انگور کے دانے پڑے تھے، ایک دانہ اٹھا کر اس کے حوالہ کیا، اس نے دانہ کو حیرت سے دیکھا کہا ایک دانہ بھی کوئی دیتا ہے۔ فرمایا: یہ دیکھو کہ اس میں کتنے ذرے ہیں۔ [6] یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ.﴾ [۹۹/ الزلزال:۷]

''جس نے ایک ذرہ بھر بھی نیکی کی، وہ اس کو دیکھے گا۔''

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے پوری ستر ہزار کی رقم خدا کی راہ میں دے دی اور دوپٹہ کا گوشہ جھاڑ دیا۔ [7]

---

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۹۹۔ [2] صحیح بخاری باب حج النساء۔ [3] ادب المفرد امام بخاری: باب سخاوۃ النفس۔
[4] مسند احمد: ج ۶، ص ۹۹۔ [5] ادب المفرد بخاری من یعقول یتیما۔
[6] مؤطا امام مالک: باب الترغیب فی الصدقہ۔ [7] طبقات ابن سعد: جزء نساء ص ۴۵۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے، شام ہوتے ہوتے ایک حبہ بھی پاس نہ رکھا، سب محتاجوں کو دے دلا دیا۔ اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا، لونڈی نے عرض کی افطار کے سامان کے لیے تو کچھ رکھنا تھا، فرمایا کہ تم نے یاد دلایا ہوتا۔ 1 اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دو بڑی تھیلیوں میں ایک لاکھ کی رقم بھیجی، انہوں نے ایک طبق میں یہ رقم رکھ لی اور اس کو بانٹنا شروع کیا، اور اس دن بھی روزہ سے تھیں، شام ہوئی تو لونڈی سے افطار لانے کو کہا، اس نے عرض کی ام المؤمنین اس رقم سے ذرا سا گوشت افطار کے لیے نہیں منگوا سکتی تھیں۔ فرمایا: اب ملامت نہ کرو تم نے اس وقت کیوں یاد نہیں دلایا۔ 2

ایک دفعہ اور اسی قسم کا واقعہ پیش آیا، روزے سے تھیں، گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا اتنے میں ایک سائلہ نے آواز دی، لونڈی کو حکم دیا کہ وہ ایک روٹی بھی اس کی نذر کر دو۔ عرض کی کہ شام کو افطار کس چیز سے کیجیے گا، فرمایا یہ تو دے دو، شام ہوئی کسی نے بکری کا سالن ہدیۃً بھیجا، لونڈی سے کہا دیکھو یہ تمہاری روٹی سے بہتر چیز خدا نے بھیج دی۔ 3 اپنے رہنے کا مکان تک امیر معاویہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا، قیمت جو آئی وہ سب راہِ خدا میں صرف کر دی۔ 4

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہ بھانجے تھے، اور خالہ کی نظر میں سب سے زیادہ چہیتے تھے، وہ زیادہ تر خدمت کیا کرتے تھے، لیکن اس فیاضی کو دیکھتے دیکھتے وہ بھی گھبرا گئے، کہیں ان کے منہ سے نکل گیا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے، خالہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے قسم کھا لی کہ اب کبھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کروں گی، وہ میرا ہاتھ روکے گا، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ مدت تک معتوب رہے اور آخر بڑی مشکل سے ان کو معاف فرمایا۔ 5

خشیت الٰہی و رقیق القلبی

دل میں خوف اور خشیت الٰہی تھی، رقیق القلب بھی بہت تھیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نسوانی مجبوری سے حج کے بعض فرائض کے ادا کرنے سے معذوری پیش آ گئی، تو اپنی محرومی پر بے اختیار رونے لگیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشفی دی تو قرار آیا، 6 ایک دفعہ دجال کا خیال کر کے اس

---

1 مستدرک حاکم۔ 2 ابن سعد جزء نساء ص ۴۶۔

3 مؤطا امام مالک: کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقہ۔ 4 ابن سعد: ذکر حجرات امہات المؤمنین۔

5 صحیح بخاری: باب مناقب قریش۔ 6 صحیح بخاری: کتاب الحج ص ۲۴۰۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قدر رقت طاری ہوئی کہ رونے لگیں۔ 1 جنگ جمل کی شرکت کا واقعہ یاد آ جاتا تو پھوٹ پھوٹ کر روتیں۔ 2 مرض الموت میں بعض اجتہادی غلطیوں پر اس قدر ندامت ہوتی کہ فرماتی تھیں کہ کاش میں نیست و نابود ہوگئی ہوتی۔ 3

ایک دفعہ کسی بات پر قسم کھالی تھی، پھر لوگوں کے اصرار پر ان کو اپنی قسم توڑنی پڑی، اور گو اس کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے، تاہم ان کے دل پر اتنا گہرا اثر تھا کہ جب یاد کرتیں تو روتے روتے آنچل تر ہو جاتا (بخاری باب الہجرت) واقعہ افک میں تم پڑھ چکے ہو کہ جب منافقین کی اس تہمت کا حال ان کو معلوم ہوا تو رونے لگیں، والدین لاکھ تشفی دیتے تھے، لیکن ان کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک سائلہ ان کے دروازہ پر آئی، دو ننھے ننھے بچے اس کے ساتھ تھے، اس وقت گھر میں کچھ اور نہ تھا، تین کھجوریں اس کو دلوادیں، سائلہ نے ایک ایک کھجور ان بچوں کو دی اور ایک اپنے منہ میں ڈال لی، بچوں نے اپنا اپنا حصہ کھا کر حسرت سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ ماں نے اپنے منہ سے کھجور نکال کر آدھی آدھی دونوں میں بانٹ دی، اور خود نہیں کھائی۔ ماں کی محبت کا یہ حسرت ناک منظر اور اس کی یہ بے کسی دیکھ کر بے تاب ہوگئیں اور ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ 4

عبادت الٰہی

عبادتِ الٰہی میں اکثر مصروف رہتیں، چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئے اور مجھ کو منع کرے تو میں باز نہ آؤں۔ 5 آنحضرت ﷺ کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرتی تھیں۔ 6 آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اس قدر پابند تھیں کہ اگر اتفاق سے آنکھ لگ جاتی، اور وقت پر نہ اٹھ سکتیں، تو سویرے اٹھ کر نماز فجر سے پہلے تہجد ادا کر لیتیں، ایک دفعہ اسی موقع پر ان کے بھتیجے قاسم پہنچ گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ پھوپھی جان یہ کیسی نماز ہے؟ فرمایا میں رات کو نہیں پڑھ سکی اور اب اس کو چھوڑ نہیں سکتی ہوں۔ 7

---

1 مسند احمد: ج ۶ ص ۷۵۔ 2 طبقات ابن سعد: جزء نساء ص ۵۶ لائیڈن۔ 3 ایضاً ص ۵۱۔
4 مستدرک حاکم: طیالسی ص ۲۰۴۔ 5 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۳۸۔
6 ایضاً جلد ۶ ص ۹۲۔ 7 دار قطنی: کتاب الصلوٰۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں، ذکوان نام کا ایک خواندہ غلام تھا، وہ امام ہوتا تھا، سامنے قرآن رکھ کر پڑھتا تھا، یہ مقتدی ہوتیں۔ ❶

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں، اور بعض روایتوں میں ہے کہ ہمیشہ روزے سے رہتی تھیں ❷ ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں عرفہ کے روز روزے سے تھیں، گرمی اور تپش اس قدر شدید تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے دیے جاتے تھے۔ عبدالرحمٰن آپ کے بھائی نے کہا کہ اس گرمی میں روزہ کچھ ضروری نہیں، افطار کر لیجیے۔ فرمایا کہ جب آنحضرت ﷺ کی زبانی یہ سن چکی کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا سال بھر کے گناہ معاف کرا دیتا ہے، تو میں روزہ توڑ دوں گی؟ ❸

حج کی شدت سے پابند تھیں، کوئی ایسا سال بہت کم گزرتا تھا جس میں وہ حج نہ کرتی ہوں، ❹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اخیر زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ازواج مطہرات کے ساتھ حج کے سفر میں روانہ کیا تھا، ❺ حج میں ان کے ٹھہرنے کے مقامات مقرر تھے، پہلے آنحضرت ﷺ کی تبعیت کے خیال سے میدان عرفہ کی آخری سرحد نمرہ میں اترا کرتی تھیں، جب یہاں لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تو وہاں سے ذرا ہٹ کر اراک میں اپنا خیمہ کھڑا کرتی تھیں، کبھی کوہِ ثبیر کے دامن میں آ کر ٹھہرتی تھیں، جب تک یہاں قیام رہتا، وہ خود اور جو لوگ ان کے ساتھ رہتے تکبیر پڑھا کرتے، جب یہاں سے چل کھڑی ہوتیں تو تکبیر موقوف کرتیں۔ پہلے یہ دستور تھا کہ حج کے بعد ذی الحجہ ہی کے مہینہ میں عمرہ ادا کرتی تھیں، بعد کو اس میں ترمیم کی، ماہِ محرم سے پہلے وہ جحفہ میں جا کر ٹھہرتی تھیں، محرم کا چاند دیکھ کر عمرہ کی نیت کرتیں، ❻ عرفہ کے دن روزے سے ہوتیں، شام کو جب سب لوگ یہاں سے روانہ ہو جاتے، افطار کرتیں۔ ❼

معمولی باتوں کا لحاظ

منہیات کی چھوٹی چھوٹی باتوں تک سے بھی پرہیز کرتی تھیں، راستہ میں اگر کبھی ہوتیں اور گھنٹے کی آواز آتی تو ٹھہر جاتیں کہ کان میں اس کی آواز نہ آئے ❽ ان کے ایک گھر میں کچھ کرایہ دار

---

❶ مؤطا و بخاری: باب قیام رمضان ❷ طبقات ابن سعد: جزء ۸ ص ۴۷۔
❸ مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۲۸۔ ❹، ❺ صحیح بخاری: باب حج النساء۔
❻ یہ پوری تفصیل موطا باب قطع التلبیہ میں ہے کہ کوہ ثبیر میں قیام کا واقعہ صحیح بخاری باب طواف النساء میں ہے۔
❼ مؤطا امام مالک: صیام یوم عرفہ۔ ❽ مسند احمد: ج ۶ ص ۱۵۲۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھے۔ یہ شطرنج کھیلا کرتے تھے، ان کو کہلا بھیجا کہ اگر اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو گھر سے نکلوا دوں گی۔ 1

ایک دفعہ گھر میں ایک سانپ نکلا، اس کو مار ڈالا۔ کسی نے کہا آپ نے غلطی کی، ممکن ہے کہ یہ کوئی مسلمان جن ہو۔ فرمایا اگر یہ مسلمان ہوتا تو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجروں میں نہ درآتا۔ اس نے کہا آپ ستر پوشی کی حالت میں تھیں، جب وہ آیا۔ یہ سن کر متاثر ہوئیں، اور اس کے فدیہ میں ایک غلام آزاد کیا۔ 2

غلاموں پر شفقت

صرف ایک قسم کے کفارہ میں ایک دفعہ انہوں نے چالیس غلام آزاد کیے، 3 آپ کے کل آزاد کیے ہوئے غلاموں کی تعداد ۶۷ تھی، 4 تمیم کے قبیلہ کی ایک لونڈی ان کے پاس تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ یہ قبیلہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اس کو آزاد کر دیا۔ (بخاری کتاب العتق) بریرہ نام مدینہ میں ایک لونڈی تھیں۔ ان کے مالکوں نے ان کو مُکاتب کیا تھا یعنی کہہ دیا تھا کہ اگر تم اتنی رقم جمع کر دو آزاد ہو، اس رقم کے لیے انہوں نے لوگوں سے چندہ مانگا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو پوری رقم اپنی طرف سے ادا کر کے اُن کو آزاد کر دیا، 5 ایک دفعہ بیمار پڑیں، لوگوں نے کہا کسی نے ٹوٹکا کیا ہے۔ انہوں نے ایک لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ کیا تو نے ٹوٹکا کیا ہے؟ اس نے اقرار کیا۔ پوچھا کیوں؟ بولی تا کہ آپ جلد مر جائیں تو میں جلد چھوٹوں۔ حکم دیا کہ اس کو کسی شریر کے ہاتھ بیچ ڈالو، اور اس کی قیمت سے دوسرا غلام خرید کر آزاد کر دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، 6 گویا ایک قسم کی سزا تھی، لیکن کتنی عجیب!

فقراء کی حسبِ حیثیت اعانت

فقراء اور اہل حاجت کی اعانت ان کے حسب حیثیت کرنا چاہیے اگر کسی نیچے طبقے کا آدمی

---

1 ادب المفرد امام بخاری: باب الادب ص ۲۳۲۔ 2 مسند احمد: ج ۶۔ 3 صحیح بخاری: باب الہجرۃ۔
4 شرح بلوغ المرام امیر اسماعیل کتاب العتق۔ 5 صحیح بخاری و مسلم و مسند احمد وغیرہ۔
6 یہ حدیث دار قطنی، موطا امام مالک (من روایۃ القعنبی) موطا امام محمد، باب العتق، مستدرک حاکم (کتاب الطب) میں ہے۔ لونڈی کو سزا خلافِ شریعت امر کے ارتکاب پر دی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمہارے پاس آتا ہے تو اس کی حاجت برآری ہی اس کے درد کی دوا ہے لیکن اگر اس سے بلند درجہ کا آدمی ہے تو وہ اس کے ساتھ کسی قدر عزت و تعظیم کا بھی مستحق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس نکتہ کو ہمیشہ مدنظر رکھتی تھیں، ایک دفعہ ایک معمولی سائل آیا، اس کو روٹی کا ٹکڑا دے دیا، وہ چل دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو کپڑے وپڑے پہنے تھا اور کسی قدر عزت دار معلوم ہوتا تھا۔ اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور پھر رخصت کیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ ان دونوں آدمیوں کے ساتھ دو قسم کے برتاؤ کیوں کیے گئے؟ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسب حیثیت برتاؤ کرنا چاہیے۔ [1]

پردہ کا اہتمام

پردہ کا بہت خیال رکھتی تھیں، آیت حجاب کے بعد تو یہ تاکیدی فرض ہو گیا تھا۔ [2] جن ہونہار طالب علموں کا اپنے یہاں بے روک ٹوک آنا جانا روا رکھنا چاہتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص حدیث کے مطابق اپنی کسی بہن یا بھانجی سے ان کو دودھ پلوا دیتی تھیں [3] اور اس طرح ان کی رضاعی خالہ یا نانی بن جاتی تھیں [4] اور ان سے پھر پردہ نہیں ہوتا، ورنہ ہمیشہ طالب علموں کے اور ان کے درمیان پردہ پڑا رہتا تھا۔ [5] ایک دفعہ حج کے موقع پر چند بیبیوں نے عرض کی کہ اے ام المؤمنین چلیے، حجر اسود کو بوسہ دے لیں، فرمایا تم جا سکتی ہو، میں مردوں کے ہجوم میں نہیں جا سکتی [6] کبھی دن کو طواف کا موقع پیش آتا، تو خانہ کعبہ مردوں سے خالی کرا لیا جاتا تھا، [7] ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف کی حالت میں بھی چہرے پر نقاب پڑی رہتی تھی، [8] ایک غلام کو مکاتب کیا تھا اس سے کہا کہ جب تمہارا زرِ فدیہ اتنا ادا ہو جائے، تو میں تمہارے سامنے نہیں آ سکتی، [9] اسحاق تابعی نابینا تھے، وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ کیا، وہ بولے کہ مجھ سے کیا پردہ، میں تو آپ کو دیکھتا نہیں، فرمایا تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تو تم کو دیکھتی ہوں۔ [10] مُردوں سے شریعت

---

[1] ابوداؤد: کتاب الادب۔ [2] صحیح بخاری: ذکر افک۔ [3] صحیح مسلم: کتاب الرضاعہ و مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۷۱۔

[4] اس اجتہادی مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تنہا ہیں، دوسری امہات المؤمنین کا یہ عمل نہ تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ اجتہادی مسئلہ ایک حدیث پر مبنی ہے جس کی تفصیل آئندہ فقہ کے اختلافی مسائل کے ایک حاشیہ میں آئے گی۔

[5] صحیح بخاری: کتاب الحج طواف النساء وغیرہ۔ [6] صحیح بخاری: کتاب الحج طواف النساء وغیرہ۔

[7] مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۱۷۔ [8] اخبار مکہ للازرقی، جلد دوم، ص ۱۰، مکہ معظمہ۔

[9] مسند احمد: جلد ۶ ص ۸۵۔ [10] طبقات ابن سعد: جزء نساء ص ۴۷۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں پردہ نہیں، لیکن ان کا کمال احتیاط دیکھیے کہ وہ اپنے حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد بے پردہ نہیں جاتی تھیں۔

مناقب

صحیح مسلم کتاب الفضائل میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

اَنَا تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ....وَاَھْلُ بَیْتِیْ.

''میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ جاتا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اہل بیت۔''

مقصد یہ ہے کہ کتاب الٰہی گو اپنی سہولتِ بیان کے لحاظ سے ہر عملی مثال سے بے نیاز ہے، تاہم دنیا میں ہمیشہ ایسے اشخاص کی ضرورت رہے گی، جو اس کے اسرار و رموز کو حل کر سکیں اور ان کی علمی و عملی تعبیر بتا سکیں۔ آپ کے بعد ان اشخاص کو آپ کے اہل بیت میں تلاش کرنا چاہیے۔ اہل بیت سے جو مقصود ہے، خدائے پاک سورۂ احزاب کی آیتوں میں جن کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں، بتا چکا ہے۔

اس قدر شناسی کے لحاظ سے جو آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بابت فرماتے تھے۔ اس صحبت و تعلیم کی بنا پر جو اُن کو میسر آئی تھی اور اس فطری جوہر اور صلاحیت کے لحاظ سے جو قدرت کاملہ نے ان کو عطا کی تھی اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مرتبہ حاصل تھا، اس بناء پر کتاب اللہ کا ترجمان، سنت رسول کا معبر اور احکام اسلامی کا معلم، ان سے بہتر کون ہو سکتا تھا؟ اور لوگ پیغمبر کو صرف جلوت میں دیکھتے تھے، اور یہ خلوت و جلوت دونوں میں دیکھتی تھیں۔ اسی بنا پر وحی کی زبان ﴿مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی﴾ [۵۳/ النجم:۳] نے فیصلہ کیا:

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ. [1]

''عائشہ رضی اللہ عنہا کو عام عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کے کھانے کو عام کھانوں پر۔''

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رویائے صادقہ نے ان کے حرم نبوی میں ہونے کی خوشخبری سنائی۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کے سوا کسی دوسری ام المؤمنین کے بستر پر وحی نازل نہیں ہوئی [3]،

---

[1] صحیح بخاری و ترمذی وغیرہ، مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا۔ [2] حوالۂ مذکورہ۔

[3] صحیح بخاری: مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جبریل امین نے ان کے آستانہ پر اپنا سلام بھیجا، ❶ دوبار ناموسِ اکبر کو ان مادی آنکھوں سے دیکھا ❷، عالم ملکوت کی صدائے بے جہت نے ان کی عفت وعصمت پر شہادت دی، نبوت کے الہام صادق نے ان کو آخرت میں پیغمبر کی چہیتی بیویوں میں ہونے کی بشارت سنائی۔ ❸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ میں فخر نہیں کرتی، بلکہ بطور واقعہ کے کہتی ہوں کہ خدا نے مجھ کو نو باتیں ایسی عطا کی ہیں جو دنیا میں میرے سوا کسی اور کو نہیں ملیں، خواب میں فرشتے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری صورت پیش کی۔ جب میں سات برس کی تھی تو آپ نے مجھ سے نکاح کیا، جب میرا سن نو برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی۔ میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپ کی خدمت میں نہ تھی۔ آپ جب میرے بستر پر ہوتے، تب بھی وحی آتی تھی۔ میں آپ کی محبوب ترین بیوی تھی۔ میری شان میں قرآن کی آیتیں اتریں۔ میں نے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے میری ہی گود میں سر رکھے ہوئے وفات پائی۔ ❹

فضل وکمال

علمی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف عام عورتوں پر، نہ صرف امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر، نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر، بلکہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر فوقیت عام حاصل تھی۔ صحیح ترمذی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابِ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا. ❺

''ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی نہیں پیش آئی کہ جس کو ہم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں۔''

عطا بن ابی الرباح تابعی رحمۃ اللہ علیہ جن کو متعدد صحابہ کے تلمذ کا شرف حاصل تھا، کہتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ اَفْقَهَ النَّاسِ وَاَعْلَمَ النَّاسِ وَ اَحْسَنَ رَأْيًا فِيْ الْعَامَّةِ ❻

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ صاحب علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔''

---

❶ صحیح بخاری: مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ❷، ❸ ایضاً۔ ❹ مستدرک للحاکم والطبقات لابن سعد۔
❺ جامع ترمذی: مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ❻ مستدرک حاکم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جو تابعین کے پیشوا تھے، جنھوں نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آغوش میں تربیت پائی تھی، کہتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ اَعْلَمَ النَّاسِ يَسْئَلُهَا الْاَكَابِرُ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں، بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔''

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ بھی جلیل القدر تابعی تھے، کہتے ہیں:

مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ لَا اَفْقَهَ فِيْ رَاْيٍ اِنْ اُحْتِيْجَ اِلٰى رَاْيِهٖ وَ لَا اَعْلَمَ بِاٰيَةٍ فِيْمَا نَزَلَتْ وَلَا فَرِيْضَةٍ مِنْ عَائِشَةَ ❷

''میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا جاننے والا اور رائے میں اگر اس کی ضرورت پڑے، ان سے زیادہ فقیہ اور آیتوں کے شان نزول اور فرائض کے مسئلہ کا واقف کار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک درباری سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے، اس نے کہا ''امیر المؤمنین آپ ہیں۔'' انہوں نے کہا نہیں، میں قسم دیتا ہوں سچ سچ بتاؤ اس نے کہا ''اگر یہ ہے تو عائشہ رضی اللہ عنہا۔'' ❸

حواریٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

مَارَاَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَالْعِلْمِ وَالشِّعْرِ وَالطِّبِّ مِنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ. ❹

''میں نے حلال وحرام وعلم وشاعری اور طب میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں:

مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْقُرْاٰنِ وَلَا بِفَرِيْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا بِفِقْهٍ وَ لَا بِشِعْرٍ

---

❶ طبقات ابن سعد: جزء ثانی قسم ثانی ص ۲۶۔
❷ مسند مذکور۔
❸ مستدرک حاکم۔
❹ ایضاً۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وَلَا بِطِبٍّ وَلَا بِحَدِيْثِ الْعَرَبِ وَلَا نَسَبٍ مِنْ عَائِشَةَ ❶

"قرآن، فرائض، حلال، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر عالم کسی کو نہیں دیکھا۔"

ایک شخص نے مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے جو تمام تر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تربیت یافتہ تھے دریافت کیا کہ کیا، ام المؤمنین فرائض کا فن جانتی تھیں؟ جواب دیا:

إِيْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مَشْيَخَةَ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْئَلُوْنَهَا عَنِ الْفَرَائِضِ. ❷

"اللہ کی قسم! میں نے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا ہے۔"

حفظِ حدیث اور سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کا فرض گو دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ادا کرتی تھیں تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رتبہ کو ان میں سے کوئی بھی نہیں پہنچیں، محمود بن لبید کا بیان ہے۔

كَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَحْفَظْنَ مِنْ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَثِيْرًا وَلَا مِثْلًا لِعَائِشَةَ وَ أُمِّ سَلَمَةَ. ❸

"ازواج مطہرات بہت سی حدیثیں زبانی یاد رکھتی تھیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے برابر نہیں۔"

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہے:

لَوْ جُمِعَ عِلْمُ النَّاسِ كُلِّهِمْ وَ عِلْمُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَكَانَتْ عَائِشَةُ أَوْسَعَهُمْ عِلْمًا. ❹

"اگر تمام مردوں کا اور امہات المؤمنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جاتا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان میں سب سے وسیع ہوتا۔"

بعض محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ زرقانی جلد۳ ص ۲۲۷ بحوالہ حاکم وطبرانی بہ سند صحیح۔ ❷ مستدرک حاکم وابن سعد: جزء ثانی، ص ۱۲۶۔

❸ طبقات ابن سعد: قسم دوم جزء ثانی ص ۱۲۶۔ ❹ مستدرک حاکم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خُذُوا شَطْرَ دِيْنِكُمْ عَنْ حُمَيْرَاءَ .

''اپنے مذہب کا ایک حصہ اس گوری عورت سے سیکھو۔''

اس حدیث کو ابن اثیر ''نہایہ'' میں اور فردوس اپنی مسند میں (بتغیر الفاظ) لائے ہیں، لیکن لفظاً اس کی سند ثابت نہیں اور اس کا شمار موضوعات میں [1] ہے، تاہم معناً اس کے صحیح ہونے میں کس کو شک ہے۔

علم واجتہاد

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا وہ باب ہے، جہاں وہ نہ صرف عورتوں میں بلکہ مردوں میں بھی علانیہ ممتاز نظر آتی ہیں، کتاب وسنت اور فقہ واحکام میں ان کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ حضرت عمر فاروق، علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ بے تکلف ان کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اہمیت کے لحاظ سے ہم کتاب اللہ سے اس باب کا آغاز کرتے ہیں۔

قرآن مجید

سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید تیئس سال کے اندر نازل ہوا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبوت یا نزول قرآن کے چودہویں سال ۹ برس کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئیں۔ اس لیے ان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا زمانہ تقریباً دس سال ہے، اس سے ظاہر ہوگا کہ نزول قرآن کا نصف سے زیادہ حصہ ان کے ابتدائے ہوش سے پہلے کا واقعہ ہے، لیکن اس غیر معمولی دل ودماغ کی ہستی نے اس زمانہ کو بھی جو عموماً طفلانہ بے خبری اور لہو ولعب کا عہد ہے، رائیگاں نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ بلا ناغہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے، [2] حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنالی تھی، اس میں بیٹھ کر نہایت رقت اور خشوع کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے، [3] ناممکن ہے کہ ان موقعوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فوق الفطرۃ حافظہ نے فائدہ نہ اٹھایا ہو، فرماتی تھیں کہ جب یہ آیت اتری تھی:

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾ [۵۴/ القمر:۴۶]

''بلکہ قیامت کا روز ان کے وعدہ کا دن ہے، وہ گھڑی نہایت سخت اور نہایت تلخ

---

[1] موضوعات شوکانی ص ۱۳۵ خاتمہ مجمع البحار، ص ۵۱۴، مقاصد حسنہ ص ۹۴ وغیرہ۔

[2] صحیح بخاری: باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [3] صحیح بخاری: باب ہجرۃ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوگی۔‘‘

تو میں کھیل رہی تھی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیرہ چودہ برس کے سن تک (۵ھ تک) قرآن زیادہ یاد نہ تھا۔خود اس کا اقرار کرتی ہیں:

وَاَنَا جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ لَا اَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيْرًا. 2

’’میں اس وقت کم سن تھی زیادہ قرآن پڑھی ہوئی نہیں تھی۔‘‘

لیکن اس عالم میں بھی وہ قرآن ہی کا حوالہ دیتی تھیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک قرآن تحریراً کتاب کی صورت میں مدون نہ تھا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اس کو کاغذ پر مرتب کرایا، اسی اثناء میں اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اپنے طور پر روزانہ تلاوت کے لیے قرآن ترتیب دے لیا تھا۔ان میں صرف سورتوں کے تقدم وتاخر کا اختلاف تھا۔

ابو یونس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک غلام تھے، 3 کتابت کے فن سے واقف تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ہاتھ سے اپنے لیے قرآن لکھوایا تھا، 4 اختلاف قرأت کا اثر عجم کے میل جول سے عراق میں سب سے زیادہ تھا۔عراق کے ایک صاحب ان سے ملنے آئے تو درخواست کی کہ ام المؤمنین ! مجھے اپنا قرآن دکھائیے۔ 5 وجہ دریافت کی تو کہا ہمارے ہاں قرآن اب تک بے ترتیب پڑھتے ہیں، چاہتا ہوں کہ اپنے قرآن کی ترتیب آپ ہی کے قرآن کے مطابق کردوں۔فرمایا سورتوں کے آگے پیچھے ہونے میں کوئی نقصان نہیں، پھر اپنا قرآن نکال کر ہر سورہ کی سر آیات پڑھ کر لکھوا دیں۔ 6

عادت یہ تھی کہ جس آیت کریمہ کا مطلب سمجھ میں نہ آتا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتیں، چنانچہ صحیح حدیثوں میں متعدد آیتوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا سوال 7 مذکور ہے، امہات المؤمنین کو خدا کی طرف سے حکم تھا:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾

[۳۳/الاحزاب:۳۴]

1 صحیح بخاری: تفسیر سورہ قمر۔ 2 بخاری: واقعہ افک۔ 3 مسند احمد: جلد ۶ص ۷۳۔
4 صحیح بخاری: تفسیر صلوٰۃ الوسطٰی و مسند جلد ۶ ص ۷۳۔ 5 صحیح بخاری: باب جمع القرآن۔
6 بخاری: باب تالیف قرآن۔ 7 دیکھو باب تربیت وتعلیم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''تمہارے گھروں میں خدا کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں پڑھ کر سنائی جارہی ہیں، ان کو یاد کیا کرو۔''

اس حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں قرآن مجید کی بڑی بڑی سورتیں نہایت غور وفکر اور خشوع وخضوع سے تلاوت فرماتے۔ حضرت عائشہ ان نمازوں میں آپ کے پیچھے ہوتیں، [1] قرآن کا نزول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور بیوی کے بستر پر نہیں ہوا۔ [2] قرآن اترتا تو پہلی آواز انہی کے کانوں میں پڑتی۔ فرماتی ہیں کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء جب اتریں تو میں آپ کے پاس تھی [3] غرض یہ اسباب ومواقع ایسے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرآن مجید کی ایک ایک آیت کی طرز قرأت، مجمل معنوی، موقع استدلال اور طریقہ استنباط پر عبور کامل حاصل ہوگیا تھا۔ وہ ہر مسئلہ کے جواب کے لیے پہلے عموماً قرآن پاک کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ عقائد وفقہ واحکام کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وسوانح کو بھی جو ان کے سامنے کی چیزیں تھیں اور جن کا تعلق تاریخ وخبر سے ہے، وہ قرآن پاک ہی کے حوالہ کرتی تھیں۔ ایک دفعہ چند صاحب زیارت کو آئے، عرض کیا کہ ام المؤمنین! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اخلاق بیان فرمائیں؟ بولیں: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے! آپ کا اخلاق سرتاپا قرآن تھا، پھر دریافت کیا کہ آپ کی عبادتِ شبانہ کا کیا طریقہ تھا۔ فرمایا: کیا سورت مزمل میں نہیں پڑھا۔ [4]

عقائد اور فقہ واحکام کے استنباط واستدلال میں وہ جس طرح قرآن مجید کی آیتوں سے استناد کرتی ہیں، وہ مختلف عنوانوں کے تحت میں آگے آتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ مغز سخن تک ان کی نگاہ کیونکر پہنچ جاتی تھی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کی تفسیریں بطریق صحیح بہت کم مروی ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صحیح میں تفسیر کا بہت بڑا حصہ داخل کیا، لیکن زیادہ تر ان میں تابعین کی روایتوں سے لغات کا حل ہے، یا اپنی عادت کے مطابق، مختلف واقعات کو کسی آیت کی ذراسی مناسبت کی وجہ سے تفسیر میں نقل کرتے ہیں، ورنہ اصل تفسیر کا حصہ بہت کم ہے، ترمذی میں بھی حقیقی تفسیر کا حصہ کم ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے البتہ نہایت احتیاط سے خالص تفسیر کا حصہ صحیح کے آخر میں یک جا کردیا ہے

---

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۹۲۔ [2] صحیح بخاری: باب تالیف قرآن۔ [3] ایضاً۔

[4] ابوداؤد قیام اللیل ومسند احمد ج ۶ ص ۸۴۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن وہ بہت مختصر ہے، تاہم جو کچھ ہے وہ زیادہ تر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات ہیں۔ بہرحال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیری روایتیں کم نہیں ہیں۔ لیکن ہم انہی آیتوں کی تفسیروں پر اکتفا کرتے ہیں، جن میں کوئی خاص نکتہ ہے۔

① اعمالِ حج میں سے ایک کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی ہے، قرآن مجید میں اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ ہیں:

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ [۲/البقرہ:۱۵۸]

''صفا اور مروہ کی پہاڑیاں، شعائر الٰہی میں سے ہیں، پس جو خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے کچھ مضائقہ نہیں اگر ان کا بھی وہ طواف کرے۔''

عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا خالہ جان! اس کے تو یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں، فرمایا: بھانجے! تم نے ٹھیک نہیں کہا، اگر آیت کا مطلب وہ ہوتا جو تم سمجھے ہو تو خدا یوں فرماتا۔ لَا جُنَاحَ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، اگر ان کا طواف نہ کرو تو کچھ حرج نہیں، اصل میں یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی ہے، اوس وخزرج اسلام سے پہلے منات کی جے پکارا کرتے تھے۔ منات مشلل میں نصب تھا، اس لیے صفا اور مروہ کا طواف برا جانتے تھے، اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے۔ اب کیا حکم ہے؟ اس پر خدا نے ارشاد فرمایا کہ صفا اور مروہ کا طواف کرو، اس میں کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کا طواف فرمایا ہے اب کسی کو اس کے ترک کرنے کا حق نہیں۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث تھے، ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تقریر معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا ''علم اس کو کہتے ہیں۔'' [1] اور یہ واقعہ ہے کہ چند فقروں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصولِ تفسیر کی ایک بہت بڑی گرہ کھول دی۔ ہر تفسیر میں ہمیشہ اس اصول کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ عرب کے محاورات کے مطابق الفاظ سے جو معنی متبادر ہوتے ہیں، انہی کو قرآن کا مقصود سمجھنا چاہیے۔ ورنہ جیسا کہ ام المؤمنین فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو دوسری عبارت میں اس طرح ادا فرما سکتا تھا کہ دوسرے غیر متبادر اور مخفی معنی متبادر اور واضح ہو جاتے۔

② قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورۂ یوسف علیہ السلام میں ہے:

---

[1] صحیح بخاری: باب وجوب الصفاء والمروۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

﴿حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَ هُمْ نَصْرُنَا﴾ [۱۲/ یوسف:۱۱۰]

''یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور ان کو خیال ہوا کہ وہ جھوٹ بولے گئے، تو ہماری مدد آ گئی۔''

عروہ نے پوچھا کُذِبُوْا (جھوٹ بولے گئے، یعنی ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا) یا کُذِّبُوا (وہ جھٹلائے گئے) فرمایا کُذِّبُوْا (جھٹلائے گئے) عروہ نے کہا اس کا تو ان کو یقین تھا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ان کی قوم نے ان کی نبوت کی تکذیب کی، یہ ظن اور خیال تو نہ تھا، اس لیے کُذِبُوْا (ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا) صحیح ہے۔ [1] بولیں معاذ اللہ! پیغمبرانِ الٰہی خدا کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اس نے ان سے امداد و نصرت کا جھوٹا، وعدہ کیا۔ عروہ نے پوچھا پھر آیت کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا یہ پیغمبروں کے پیروؤں سے متعلق ہے کہ جب انہوں نے ایمان قبول کیا اور نبوت کی تصدیق کی اور ان کی قوم نے ان کو ستایا، اور مدد الٰہی میں ان کو تاخیر معلوم ہوئی، یہاں تک کہ پیغمبر اپنی قوم کے منکرین کے ایمان سے ناامید ہو گئے، خیال ہوا کہ شاید اس تاخیر کے سبب مؤمنین بھی ہماری تکذیب نہ کر دیں کہ دفعتاً نصرت الٰہی جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ [2]

③ جس آیت پاک میں چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ [۴/ النساء:۳]

''اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ (اگر عدل نہ ہو تو ایک)''

بظاہر آیت کے پہلے اور پچھلے ٹکڑوں میں باہم ربط نہیں معلوم ہوتا۔ یتیموں کے حقوق میں عدم انصاف اور نکاح کی اجازت میں باہم کیا مناسبت ہے؟ ایک شاگرد نے ان کے سامنے اس اشکال کو پیش کیا، فرمایا ''آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض لوگ یتیم لڑکیوں کے ولی بن جاتے ہیں، ان سے موروثی رشتہ داری ہوتی ہے۔ وہ اپنی ولایت کے زور سے چاہتے ہیں کہ اس سے نکاح کر کے اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیں اور چونکہ اس کی طرف سے کوئی بولنے والا نہیں ہے۔ اس لیے مجبور پا کر اس کو

---

[1] عام قرأت یہی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی یہی روایت ہے دیکھو۔ صحیح بخاری باب ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ [2] صحیح بخاری: تفسیر سورۂ یوسف۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہر طرح دباتے ہیں، خدائے پاک اُن مردوں کو خطاب کرتا ہے کہ تم ان یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف سے نہ پیش آسکو تو ان کے علاوہ اور عورتوں سے دو تین چار نکاح کرلو، مگر ان یتیم لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لے کر اپنے بس میں نہ لے آؤ۔ ❶

④ اسی سورہ میں ایک اور آیت ہے:

﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَاتُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ ﴾ [۴/النساء:۱۲۷]

''ان لڑکیوں کی نسبت لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں، کہہ دے کہ خدا ان کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ اس کتاب (قرآن) میں جو کچھ تم لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا ہے ان یتیم لڑکیوں کی نسبت جن کو تم ان کے مقررہ حقوق دیتے ہو اور نہ خود ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔''

اسی پہلے سائل نے اس کے بعد اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔ فرمایا کہ اس آیت میں یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ قرآن میں پہلے جو کچھ ان کے بارے میں پڑھ کر سنایا گیا ہے، اس سے مقصود وہی پہلی آیت ہے، یہ حکم ان اولیا سے متعلق ہے جو یتیم لڑکیوں کو نہ خود اپنے نکاح میں لیتے ہیں کہ وہ حسن و جمال سے محروم ہیں اور نہ دوسروں سے ان کا نکاح کر دینا پسند کرتے ہیں کہ جائداد کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہے۔ ❷

⑤ اس آیت کے مطلب میں لوگوں کو اختلاف ہے:

﴿وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [۴/النساء:۶]

''اور جو تونگر ہو اس کو اس سے بچنا چاہیے اور جو تنگدست ہو، وہ قاعدہ کے مطابق اس سے لے۔''

فرمایا یہ آیت یتیموں کے اولیا کی شان میں ہے کہ یتیموں کے مال میں سے اگر محتاج ہوں تو لیکر کھا سکتے ہیں، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ اجازت حسب ذیل آیت سے منسوخ ہے: ❸

❶ صحیح مسلم: کتاب التفسیر و صحیح بخاری: کتاب النکاح۔ ❷ صحیح مسلم: کتاب التفسیر و صحیح بخاری: کتاب النکاح۔

❸ نووی شرح مسلم: کتاب التفسیر۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا﴾ [۴/النساء:۱۰]

''جو لوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔''

لیکن اس آیت میں تو یہ سزا ان لوگوں کے لیے بیان کی گئی ہے جو ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس آیت میں کھانے کی اجازت ہے، وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو یتیموں کی جائداد کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور انکا کاروبار سنبھالتے ہیں، اگر یہ ولی کھاتا پیتا ہے تو اس کو اس کی خدمت کا کوئی معاوضہ نہ لینا چاہیے، اگر وہ مفلس وتنگدست ہے تو قاعدہ کے مطابق حسب حیثیت لے سکتا ہے۔ [1] اس تفسیر کی بنا پر دونوں آیتوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔

⑥ عورت کو اگر اپنے شوہر سے شکایت ہو تو اس موقع کی آیت ہے:

﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ ؕ﴾ [۴/النساء:۱۲۸]

''اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے نارضامندی اور اعراض کا خوف ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ دونوں آپس میں صلح کرلیں اور صلح تو ہر حال میں بہتر ہے۔''

ناراضی دور کرنے کے لیے صلح کر لینا تو بالکل ایک کھلی ہوئی بات ہے، اس کے لیے خدائے پاک کو ایک خاص حکم کے نزول کی کیا حاجت تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس عورت کی شان میں ہے جس کا شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں یا بیوی سن سے اتر گئی ہے اور شوہر کی خدمت گزاری کے قابل نہیں رہی ہے، اس خاص حالت میں اگر بیوی طلاق لینا پسند نہ کرے اور بیوی رہ کر شوہر کو اپنے حق سے سبکدوش کر دے تو یہ باہمی مصالحت بری نہیں، بلکہ قطعی علیحدگی سے یہ صلح بہتر ہے۔

⑦ قرآن مجید میں جہاں کہیں کسی ہیبت ناک منظر یا خوف کا ذکر ہے، مفسرین کا عام طرز یہ ہے کہ اس کو قیامت سے متعلق سمجھتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ ہر آیت کے محمل کو جانتے تھے، اس لیے صحیح طریقہ سے اس کی تعیین کر سکتے تھے، ایک آیت میں ہے کہ جس دن آسمان دھواں لائے گا ﴿یَوْمَ

[1] صحیح مسلم: کتاب التفسیر و صحیح بخاری: تفسیر سورۂ نساء۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تَاْتِیَ السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ﴾[۴۴/الدخان:۱۰] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے جو قحط پڑا تھا اس کے متعلق یہ آیت ہے۔ ❶
اسی طرح قرآن میں ایک موقع پر ہے:

﴿ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ﴾ [۳۳/الاحزاب:۱۰]

''جب وہ تمہارے سامنے سے آئے اور تمہارے پیچھے سے آئے اور جب نگاہیں ماندہ ہوگئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ غزوہ خندق کا واقعہ ہے۔ ❷ یعنی یہ غزوہ خندق کے موقع پر مسلمانوں کے اضطراب اور ابتلاء و امتحان کی تصویر ہے۔

⑧ قرآن مجید میں نماز کے متعلق حکم ہے:

﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ [۲/البقرہ:۲۳۸]

''نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً بیچ کی نماز کی۔''

''بیچ کی نماز'' سے کیا مراد ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس باب میں اختلاف ہے۔ مسند احمد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ ❸ بعض صحابہ کہتے ہیں کہ اس سے صبح کی نماز مقصود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بیچ کی نماز سے عصر کی نماز مقصود ہے۔ اپنی اس تفسیر کی صحت پر ان کو اس قدر اعتماد تھا کہ اپنے مصحف کے حاشیہ پر انہوں نے اس کو لکھوا دیا تھا۔ ❹ اس تفسیر کی صحت حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ ❺ بیچ کی نماز سے دن کی نمازوں کا بیچ مقصود ہے اور وہ عصر ہے، کیونکہ وہ ظہر اور مغرب کے بیچ میں ہے۔

⑨ سورۂ بقرہ کے آخر میں ہے:

﴿ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ [۲/البقرہ:۲۸۴]

''جو تمہارے دل میں ہے اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ۔ خدا اس کا حساب لے گا۔ پھر جس

---

❶ صحیح مسلم: کتاب التفسیر و صحیح بخاری: کتاب التفسیر۔ ❷ صحیح مسلم: کتاب التفسیر۔

❸ مسند احمد: جلد ۵ ص ۲۰۶۔ ❹ صحیح بخاری: تفسیر آیت مذکور۔ ❺ جامع ترمذی: آیت مذکور۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دل تک میں جو خیالات اور اندیشے آتے ہیں، خدا اُن کا بھی حساب لے گا، پھر اگر چاہے گا تو بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو ان پر سزا دے گا۔ لیکن دل میں بے ارادہ جو وسوسے اور خیالات آتے ہیں، اگر خدا ان پر بھی داروگیر کرے تو انسان کے لیے جینا مشکل ہو جائے۔

حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اپنے بعد کی اس آیت سے منسوخ ہے: 1

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ﴾ 2

''خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا، وہ جو کچھ کرے گا اس کا نفع یا نقصان اس کو ملے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بھی یہی رائے ہے۔ 3

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے اس اوپر کی آیت کا مطلب پوچھا تو اسی کے ساتھ اس کی ہم معنی ایک آیت اور پیش کی:

﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ﴾ [۴/النساء:۱۲۳]

''جو کوئی برائی کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔''

سائل کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ سچ ہے تو مغفرت اور رحمت الٰہی کی شان کہاں ہے اور نجات کی کیونکر امید ہے؟ فرمایا: میں نے جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی ہے، تم ہی پہلے شخص ہو جس نے اس کو مجھ سے دریافت کیا، خدا کا فرمان سچ ہے لیکن پروردگار اپنے بندے کے چھوٹے چھوٹے گناہ، ذرا ذرا سی مصیبت اور ابتلا کے معاوضہ میں بخش دیتا ہے۔ مؤمن جب بیمار ہوتا ہے۔ اس پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ یہاں تک کہ جیب میں کوئی چیز رکھ کر بھول جاتا ہے اور اس کی تلاش میں اس کو پریشانی لاحق ہوتی ہے (یعنی ان ابتلاآت میں اس کی مغفرت و رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے) پھر یہ حال ہوتا ہے کہ جس طرح سونا آگ سے خالص ہو کر نکلتا ہے اسی طرح مؤمن دنیا سے پاک و صاف ہو کر نکلتا ہے۔ 4

ان آیات کی تفسیروں کے علاوہ اور آیات کی تفسیریں بھی ان سے مروی ہیں لیکن ہم صرف اس لیے ان کو قلم انداز کرتے ہیں کہ وہ عام طور سے معلوم اور مفسرین میں معروف ہیں۔ اور ان کو اپنے

---

1 جامع ترمذی: تفسیر آیت مذکور 2 [۲/البقرہ:۲۸۶]

3 صحیح بخاری: تفسیر آیت مذکور۔ 4 جامع ترمذی: تفسیر آیت مذکور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسرے معاصروں سے ان کی تفسیر میں کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن مجید کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معلومات کی وسعت کا اندازہ حدیث وفقہ اور کلام کے عنوانوں سے بھی ہوگا۔

قرآن مجید کی موجودہ متواتر، حروف وکلمات و آیات کے علاوہ کوئی دوسرا زائد حرف یا کلمہ یا آیت بطریق غیر متواتر کسی صحابی سے مروی ہو تو اس کو ''قرأت شاذہ'' کہتے ہیں۔ اس قسم کی دو ایک قرأتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہیں، ایک تو اس آیت میں:

وَ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ)

''نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً بیچ کی نماز کی (اور عصر کی نماز)۔''

ابو یونس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام کہتے ہیں کہ مجھ کو انہوں نے ایک قرآن لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب اس آیت پر پہنچو تو مجھے اطلاع دینا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو انہوں نے آیت بالا کو اس طرح لکھوایا اور کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، [1] اصل قرآن میں وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ کا لفظ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سے ''وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ'' کی زیادتی قرآن میں مقصود نہ تھی بلکہ ﴿الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ کی تفسیر مقصود تھی اس میں راوی کی غلط فہمی کو دخل ہے۔

رضاعت کے متعلق ان سے مروی ہے کہ پہلے یہ آیت اتری تھی کہ دس گھونٹ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، پھر پانچ گھونٹ کا حکم ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہ آیت قرآن میں موجود تھی۔ [2] لیکن قرآن مجید میں بالاتفاق اس قسم کی کوئی آیت نہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس حدیث کی نسبت اگر صحیح ہے تو شاید ان کو وہم ہوا ہوگا، اور یا انہوں نے یہ کہا ہو کہ پہلے ایسا حکم تھا، یہ اضافہ کہ قرآن میں یہ حکم تھا، راوی کی غلط فہمی ہوگی۔ [3]

---

[1] جامع ترمذی: تفسیر آیت مذکور۔ [2] صحیح مسلم: کتاب الرضاعۃ۔

[3] بعض راویوں نے (جیسا کہ دارقطنی اور ابن ماجہ کتاب الرضاعۃ میں ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رضاعت کی یہ حدیث کاغذ پر لکھی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں سرہانے پڑھی تھی۔ ہم لوگ آپ کی تیمارداری میں مصروف تھے، اتفاق سے بکری آئی اور کاغذ چبا گئی یہ تمام تر باطل اور جھوٹ ہے، مرض الموت میں باتفاق علما کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اور اگر مرض الموت سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو وہ کاتبین وحی کے پاس ہوتی اور تمام مسلمانوں کو یاد ہوتی، نہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کے سرہانے پڑی ہوتی۔ اس کے راوی محمد بن اسحاق ہیں، جو احادیث اور احکام میں معتبر نہیں صحیح مسلم و موطا وغیرہ زیادہ معتبر کتابوں میں ⟸

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

علم الحدیث کا موضوع درحقیقت ذاتِ نبوی ہے۔ اس لیے اس فن کی واقفیت کے ذریعے سب سے زیادہ اس کو حاصل تھے جس کو سب سے زیادہ آپ کا تقرب حاصل تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قدرۃً اس قسم کے مواقع زیادہ مل سکتے تھے، ہجرت سے تین برس پہلے ان کا نکاح ہوا تھا، اس اثنا میں روزانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لاتے تھے، [1] ہجرت کے بعد چھ مہینے تک البتہ وہ دیدارِ نبوت سے محروم رہیں، شوال میں رخصت ہو کر وہ کاشانہ نبوی میں آئیں۔ اس وقت سے تادم مرگ اس ذات اقدس سے الگ نہ ہوئیں۔ اسلام کی ابتدائی زندگی گو ان کے بچپن کا عہد تھا، لیکن ان کی فطری ذہانت اور قوتِ حفظ اس کی پوری تلافی کرتی ہے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے میں اُن سے چند مہینے زیادہ ہیں، لیکن ایک تو فہم اور ادراک اور سمجھ اور استعداد کا اختلاف، دوسرے یہ کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ضعیف العمر تھیں، [2] ان کے قویٰ میں انحطاط آچکا تھا، اور آپ کی وفات سے چند سال پہلے وہ خدمت گزاری سے بھی معذور ہو چکی تھیں، [3] اس کے برخلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نوجوان تھیں اور نوجوانی کے سبب بھی ان کی عقلی اور دماغی قوتوں میں روز افزوں ترقی تھی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اخیر عمر تک ہمیشہ خدمت گزار اور شرفِ صحبت سے ممتاز رہیں، اس لیے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور احکام سے زیادہ واقفیت تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہت بعد حبالۂ نکاح میں آئیں۔ اس پر بھی ان کو آٹھ روز میں ایک دن خدمت گزاری کا موقع ملتا تھا اور چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آٹھ روز میں دو دن یہ شرف حاصل ہوتا تھا، [4] ان کا حجرہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معلم نبوت کا درسگاہ عام تھا، بالکل متصل تھا۔ اس بنا پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بھی احادیث کی واقفیت اور اطلاع میں ان کا حریف نہیں۔

ان کی روایت کی ہوئی حدیثوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ نہ صرف ازواج مطہرات، نہ

بقیہ حاشیہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ خمس رضعات والی حدیث موجود ہے لیکن بکری کے کاغذ چبانے والا ٹکڑا اس میں نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی شریر راوی کا اضافہ ہے۔

[1] صحیح بخاری: باب الہجرۃ۔ [2] صحیح مسلم: باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا۔

[3] بحوالہ سابق۔ [4] صحیح مسلم: باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صرف عام عورتوں بلکہ مردوں میں بھی چار پانچ کے سوا کوئی ان کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا، اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا پایہ شرفِ صحبت، اختصاصِ کلام اور قوتِ فہم وذکا میں اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت بلند تھا۔ لیکن ایک تو قدرۃً بیوی کو مہینوں میں جو کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔ احبابِ خاص کو بھی برسوں میں اس کی واقفیت ہوسکتی ہے، دوسرے ان بزرگوں کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی خلافت کے عظیم الشان فرائض اور مہمات میں مصروف رہنا پڑا، اس لیے ان کو احادیث کی روایت کی فرصت بہت کم ہاتھ آسکتی تھی، اس پر بھی جو کچھ حدیثیں ان سے آج تک محفوظ ہیں، وہ خلافت کے تعلق سے ان کے فیصلے اور احکام ہیں جن پر ہماری فقہ کی اصل بنیاد ہے، اس بناپر اصل روایت حدیث کا فرض دوسرے فارغ البال لوگوں نے انجام دیا۔

ان بزرگوں کی روایات کی کثرت اور قلت کا ایک اور راز بھی ہے۔ اکابر صحابہ کا زمانہ خود صحابہ کا عہد تھا، جن کو دوسروں سے سوال وپرسش کی حاجت ہی نہ تھی، تابعین جو اس گوہر نایاب کے جویاں ہوسکتے تھے وہ عموماً پچیس تیس برس کے بعد پیدا ہوئے، لوگ اپنے پیغمبر کے حالات جاننے کے لیے بے قرار تھے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی زندگی کی منزلیں طے کر چکے تھے اور دنیا ان کے وجود سے محروم ہو چکی تھی۔ کم عمر اصحاب اب عالم شباب میں تھے اور جب تک ہجرت کی پہلی صدی منقرض نہ ہوئی ان کا آخری سلسلہ منقطع نہ ہوا، اس بناپر کثیر الروایت صحابہ جن کی روایات سے کتب حدیث کے اوراق مالا مال ہیں، وہ یہی کم سن بزرگوار ہیں۔ [1]

کثیر الروایۃ صحابہ جن کی روایتوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے، سات اشخاص ہیں۔ [2]

نام	سنہ وفات	تعداد مرویات
۱:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۵۷، ۵۸، ۵۹	۵۳۶۴
۲:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ	۶۸	۲۶۶۰
۳:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ	۷۳	۲۶۳۰
۴:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ	۷۴	۲۵۴۰
۵:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ	۹۱	۲۲۸۶
۶:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	۷۴	۲۲۷۰
۷:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۵۷۔۵۸	۲۲۱۰

[1] ابن سعد جز ثانی قسم ثانی [2] یہ فہرست سخاوی کی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث سے ماخوذ ہے، ص ۴۷۱ لکھنو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مکثرین روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا درجہ

کثرت روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھٹا نمبر ہے۔ جن لوگوں کا نام ان سے اوپر ہے ان میں سے اکثر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بعد بھی زندہ رہے ہیں اور ان کی روایت کا سلسلہ چند سال اور جاری رہا ہے، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت اگر یہ بھی لحاظ رہے کہ وہ ایک پردہ نشین خاتون تھیں اور اپنے مرد معاصرین کی طرح نہ وہ ہر مجلس میں حاضر رہ سکتی تھیں اور نہ مسلمان طالبینِ علم ان تک ہر وقت پہنچ سکتے تھے، اور نہ ان بزرگوں کی طرح ممالک اسلامیہ کے بڑے بڑے شہروں میں ان کا گزر ہوا، تو ان کی حیثیت ان سبع سیاروں میں سب سے زیادہ روشن نظر آئے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں کی تعداد

فہرست بالا سے معلوم ہو چکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کل روایتوں کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ جن میں سے صحیحین میں دو سو چھیاسی حدیثیں ان کی روایت سے داخل ہیں۔ ان میں سے ایک سو چوہتر حدیثیں دونوں میں مشترک ہیں۔ چون حدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری میں ہیں اور اٹھاون صرف مسلم میں ہیں، اس حساب سے بخاری میں ان کی دو سو اٹھائیس اور مسلم میں دو سو بتیس حدیثیں اور بقیہ حدیثیں حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند کی چھٹی جلد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں ہیں جو مصر کے مطبوعہ باریک ٹائپ کے ۲۵۳ صفحوں پر پھیلی ہوئی ہیں، اگر ان کو الگ جمع کیا جائے تو حدیث کی ایک مستقل اور ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

مکثرین میں روایت کے ساتھ درایت

لیکن محض روایت کی کثرت ان کی فضیلت اور مزیت کا باعث نہیں ہے اصل چیز دقت رسی اور نکتہ فہمی ہے، قلیل الروایت بزرگوں میں بڑے بڑے فقہائے صحابہ داخل ہیں لیکن عموماً وہ اشخاص جو ہر شخص سے ہر قسم کی باتیں روایت کر دیا کرتے ہیں، فہم و درایت سے عاری ہوتے ہیں۔ مکثرین روایت میں جن سات بزرگوں کے نام داخل ہیں ان میں سے پانچ اصحاب اصولیین کے نزدیک صرف روایت کش سمجھے جاتے ہیں، ان کا شمار فقہائے صحابہ میں نہیں ہے۔ چنانچہ روایت کا جو ذخیرہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کوئی فقہی اجتہاد اور قرآن و سنت سے کسی غیر منصوص مسئلہ کا استنباط ثابت نہیں، اس مخصوص فضیلت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ صرف حضرت عبداللہ بن

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عباس رضی اللہ عنہما شریک ہیں جو روایت کی کثرت کے ساتھ تفقہ، اجتہاد، فکر اور قوت استنباط میں بھی ممتاز تھے۔

روایات کی کثرت کے ساتھ تفقہ اور قوتِ استنباط کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں کی ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ جن احکام اور واقعات کو نقل کرتی ہیں ان کے علل واسباب بھی بیان کرتی ہیں، وہ خاص حکم جن مصلحتوں پر مبنی ہوتا ہے ان کی تشریح کرتی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تینوں سے پہلو بہ پہلو روایتیں ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا چاہیے۔ اب تینوں بزرگوں کی روایتوں کے الفاظ کو پڑھو، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ مَنْ جَاءَ مِنْکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ.

''میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ جو جمعہ میں آئے وہ غسل کرلے۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر فرض ہے۔''

اسی مسئلہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ میں بیان فرماتی ہیں:

قَالَتْ کَانَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ مِنْ مَنَازِلِھِمْ وَالْعَوَالِیْ فَیَأْتُوْنَ فِی الْغُبَارِ تُصِیْبُھُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَیَخْرُجُ مِنْھُمُ الْعَرَقُ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنْسَانٌ مِّنْھُمْ وَھُوَ عِنْدِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ اَنَّکُمْ تَطَھَّرْتُمْ لِیَوْمِکُمْ ھٰذَا. [کتاب الجمعہ]

''لوگ اپنے اپنے گھروں سے اور مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے آتے تھے اور گرد و غبار اور پسینہ میں شرابور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب ان میں سے آپ کے پاس آئے اور آپ میرے پاس بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر ہوتا اگر تم اس دن غسل کرلیا کرتے۔''

ان کی دوسری روایت ہے:

قَالَتْ عَائِشَۃُ کَانَ النَّاسُ مَھَنَۃَ اَنْفُسِھِمْ کَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَی الْجُمُعَۃِ رَاحُوْا فِیْ ھَیْئَتِھِمْ فَقِیْلَ لَھُمْ لَوْ اِغْتَسَلْتُمْ. [1]

---

[1] بخاری: کتاب الجمعۃ، باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس، رقم: ۹۰۳۔ ابوداؤد: کتاب الطہارۃ، باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، رقم: ۳۵۲

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"لوگ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے (یعنی کھیتی وغیرہ) جب وہ جمعہ میں جاتے تھے تو اسی ہیئت کذائی میں چلے جاتے۔ اس لیے ان سے کہا گیا کہ تم غسل کر لیتے۔"

ایک سال آپ نے حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن کے اندر اندر کھالیا جائے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس حکم کو دائمی سمجھا۔ [1] چنانچہ بعضوں نے اسی قسم کی ہدایتیں کیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو حکم استحبابی سمجھا، چنانچہ اس حکم کی روایت انہوں نے ان الفاظ میں کی:

اَلضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمَلِّحُ مِنهَا فَنَقْدَمُ بِهِ اِلَى النَّبِى ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَا تَأْكُلُوْا اِلَّا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيْسَتْ بِعَزِيْمَةٍ وَلٰكِنْ اَرَادَ اَنْ نُطْعِمَ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ [2]

"قربانی کے گوشت کو نمک ڈال کر ہم رکھ چھوڑتے، مدینہ میں اس کو آپ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تین دن کے بعد نہ کھایا کریں۔" یہ حکم قطعی نہ تھا بلکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ لوگ دوسروں کو کچھ اس میں سے کھلا دیا کریں۔"

پھر دوسری روایت میں اس کی اصل وجہ بتا دی، ایک شخص نے پوچھا ام المومنین! کیا قربانی کا گوشت کھانا منع ہے؟ فرمایا:

لَا وَلٰكِنْ قَلَّ مَنْ كَانَ يُضَحِّىْ مِنَ النَّاسِ فَاَحَبَّ اَنْ يُطْعِمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ يُضَحِّىْ. [3]

"نہیں لیکن ان دنوں قربانی کرنے والے کم تھے، اس لیے آپ نے چاہا کہ جو قربانی نہیں کر سکتے ان کو کھلائیں۔"

ابوداؤد کے سوا صحاح کی تمام کتابوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کو دست کا گوشت بہت پسند تھا، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دست کا گوشت آپ کو بہت پسند نہ تھا، بلکہ چونکہ گوشت کم میسر آتا تھا اور دست کا گوشت جلد پک جاتا تھا، اس لیے آپ ﷺ اسی کو کھاتے تھے۔ [ترمذی]

---

[1] ترمذی: ابواب الاضاحی، باب فی کراھیۃ اکل الاضحیۃ فوق ثلاثۃ ایام، رقم ۱۵۰۹۔

[2] بخاری: کتاب الاضاحی، باب مایؤکل من لحوم الاضاحی، رقم ۵۵۷۰۔

[3] ترمذی: ابواب الاضاحی، باب فی الرخصۃ فی اکل لحوم الاضاحی بعد ثلاث، رقم ۱۵۱۱۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ہر سال ایک آدمی خیبر بھیجتے تھے، وہ پیداوار کو جا کر دیکھتا اور تخمینہ لگاتا تھا، دوسرے راوی اس واقعہ کو صرف اسی قدر بیان کر کے رہ جاتے ہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب اس روایت کو بیان کرتی ہیں، تو فرماتی ہیں:

وَ اِنَّمَا كَانَ اَمْرُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْخَرْصِ لِكَیْ یُحْصَی الزَّكٰوةُ قَبْلَ اَنْ تُؤْكَلَ الثَّمَرَةُ وَ تُفَرَّقَ. [1]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخمینہ لگانے کا اس لیے حکم دیا کہ پھل کھانے اور اس کی تقسیم سے پہلے زکوٰۃ کا اندازہ کر لیا جائے۔''

بار بار پوچھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں میں غلطی کم ہونے کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے، عام لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ کوئی بات سُن لیتے یا کوئی واقعہ دیکھ لیتے تھے اس کی پھر اسی طرح روایت کر دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصول یہ تھا کہ جب تک وہ واقعہ کو اچھی طرح سمجھ نہیں لیتی تھیں اس کی روایت نہیں کرتی تھی۔ اگر آپ کی کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو آپ سے اس کو بار بار پوچھ کر تسکین کر لیتی تھیں۔ [2] یہ موقع دوسروں کو کم مل سکتا تھا، ایسی بہت سی روایتیں ہیں جن میں ان کے اور دوسرے صحابہ کی روایتوں میں مصالح واسباب کی بنا پر روایت کا فرق نظر آتا ہے۔ چنانچہ ان کی تفصیل آئندہ علم اسرار الدین میں آئے گی۔

وہ جس روایت کو آپ سے بلا واسطہ نہیں سنتی تھیں بلکہ دوسروں سے حاصل کرتی تھیں۔ ان میں سخت احتیاط کرتی تھیں اور اچھی طرح جانچ لیتی تھیں، تب اس پر اعتماد کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی، ایک سال کے بعد جب وہ پھر آئے تو ایک آدمی کو بھیجا کہ ان سے جا کر پھر وہی حدیث پوچھے۔ انہوں نے بے کم وکاست وہی حدیث بیان کی، اس نے لوٹ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دہرائی، سن کر بہت تعجب سے فرمایا کہ ''خدا کی قسم! ابن عمرو رضی اللہ عنہ کو بات یاد رہی۔'' [3]

روایت میں احتیاط

اسی اصول کی بناء پر وہ کوئی روایت اگر کسی دوسرے سے لیتی تھیں اور کوئی شخص اس روایت کو ان سے دریافت کرنے آتا تو بجائے اپنے وہ خود اصل راوی کے پاس سائل کو بھیجتی تھیں، اس سے مقصود یہ بھی تھا

[1] مسند احمد: جلد ۶، ص ۱۶۳۔ [2] صحیح بخاری: کتاب العلم۔

[3] صحیح بخاری: جلد ۲ باب مایذکر من ذم الرای۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ بیچ کے واسطے جس قدر کم ہوسکیں اور سند عالی ہوسکے بہتر ہے، آنحضرت ﷺ عصر کے بعد گھر آ کر سنت ادا فرماتے تھے حالانکہ حکم قطعی تھا کہ نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہیں، کچھ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے، اس کی اصلیت کیا ہے؟ جواب دیا کہ ام سلمہ سے جا کر پوچھو، اصل راوی وہی ہیں۔ [1] اسی طریقہ سے ایک شخص نے موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا کہ علی کے پاس جاؤ، وہ آنحضرت ﷺ کے سفروں میں ساتھ رہتے تھے۔ [2]

امام حازمی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتبار میں جو حیدر آباد میں چھپ گئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصول کی طرف مختصراً اشارہ کیا ہے۔ [ص ۱۱]

نہ صرف اسی قدر کہ اپنی روایتوں کو انہوں نے مسامحات سے پاک رکھا بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا وہ دوسروں کی روایتوں کی بھی تصحیح کر دیتی تھیں۔ فن حدیث بلکہ مذہب اسلام پر ان کا بڑا احسان یہ تھا کہ انہوں نے اپنے معاصرین کے مسامحات کی نہایت سختی سے دارو گیر اور ان کی غلط فہمیوں کی اصلاح کی، محدثین کی اصطلاح میں اس کو ''استدراک'' کہتے ہیں، متعدد ائمہ حدیث نے ان استدراکات کو یکجا کیا ہے۔ سب سے آخری رسالہ جلال الدین سیوطی کی ''عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشہ رضی اللہ عنہا علی الصحابہ'' ہے۔ مصنف نے فقہ کے ابواب پر اس رسالہ کو مرتب کیا ہے۔ [3]

صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک گو فن حدیث کے اصول مدون نہیں ہوئے تھے، تاہم ابتدائی مراتب پیدا ہو چکے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے معاصرین پر جو استدراکات کیے ہیں، غور کرنے سے وہ حسب ذیل وجوہ پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔

روایتِ مخالفِ قرآن حجت نہیں

فنِ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سب سے پہلا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت کلام الٰہی کی مخالف نہ ہو۔

① اس اصول کی بنا پر انہوں نے متعدد روایتوں کی صحت سے انکار کیا ہے اور ان روایتوں کی اصل حقیقت اور مفہوم کو اپنے علم کے مطابق ظاہر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری: وفد بنی تمیم۔ [2] صحیح بخاری: مسح خفین۔

[3] یہ رسالہ حیدر آباد دکن کے ایک مطبع میں چھپا تھا، وہی میرے پیش نظر ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ.

''مردہ پراس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب روایت بیان کی گئی تو اس کی تسلیم سے انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کبھی نہیں فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ کے جنازہ پر گزرے، اس کے رشتے دار اس پر واویلا کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ''یہ روتے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصود یہ ہے کہ جیسا کہ بخاری غزوۂ بدر میں تصریح ہے کہ رونا عذاب کا سبب نہیں ہے، بلکہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں یعنی یہ نوحہ کرنے والے اس کی موت پر روتے ہیں اور مرنے والا اپنے گزشتہ اعمال کی سزا میں مبتلا ہے، کیونکہ رونا دوسروں کا فعل ہے، جس کا عذاب یہ رونے والے خود اٹھائیں گے۔ 1 مردہ اس کا ذمہ دار کیوں ہو، ہر شخص اپنے فعل کا جواب دہ ہے، اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد کہا قرآن تم کو کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [۱۷/الاسراء:۱۵]

''اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔''

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان اور استدلال کو سنا تو کچھ جواب نہ دے سکے۔ 2

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان محاکمہ کیا ہے کہ اگر یہ نوحہ وزاری خود اس مرنے والے کا دستور تھا اور اس نے اپنے اعزہ کو بھی اس فعل سے منع نہیں کیا تو ان کے رونے کا عذاب اس پر ہوگا، کیونکہ ان کی تعلیم و تربیت کا فرض اس نے ادا نہیں کیا۔

خدائے پاک فرماتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ [۶۶/التحریم:۵]

---

1 یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہئے، کہ کسی عزیز یا دوست کی موت کے صدمہ پر بے اختیاری سے رونا گناہ نہیں ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادہ حضرت قاسم کی وفات پر روئے ہیں، بلکہ درحقیقت اس کی موت پر رونا، بین اور چیخنا چلانا، کپڑے پھاڑنا، خلافِ شرع کلمات کا منہ سے نکالنا، منہ پر تھپڑ مارنا وغیرہ افعال منع ہیں۔ اسی لیے بعض حدیثوں میں تصریح ہے کہ رونے کے بعض اقسام جن میں یہ خلاف شرع امور شامل ہوں منع ہیں، نفس گریہ اور رونا اور آنسو بہانا منع نہیں ہے۔ 2 صحیح بخاری و مسلم، کتاب الجنائز۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''مومنو! اپنے کو اور اپنے خاندان والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔''

اور اگر اس کی اس تعلیم اور ہدایت کے باوجود اس کے اہل خاندان اس پر نوحہ کرتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے صحیح ہے جیسا کہ خدائے عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ [۱۷/ الاسراء: ۱۵]

''اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔''

نیز دوسری جگہ فرماتا ہے۔ ﴿وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ﴾ 1 [۳۵/ فاطر: ۱۸] عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ 2

لیکن ہمارے نزدیک ثالثی کا یہ فیصلہ صحیح نہیں، صورت اولیٰ میں درحقیقت وہ خود اپنے فعل عدم ادائے فرض کا مجرم ہے اور اسی جرم پر اس کو عذاب ہوگا، نوحہ کے جرم کا وہ مجرم نہیں ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا استدلال اس صورت میں بھی صحیح ہے۔ مجتہدین میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، 3 امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ 4 اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیرو ہیں۔

② غزوۂ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مدفن پر کھڑے ہو کر فرمایا:

﴿فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾ [۷/ الاعراف: ۴۴]

''خدا نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تم نے اس کو سچا پایا۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے (ایک اور روایت میں ہے کہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مُردوں کو پکارتے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لَّا یُجِیْبُوْنَ.

''تم ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے کہا کہ آپ نے یہ نہیں بلکہ یہ ارشاد فرمایا:

---

1 صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب حدیث مذکور۔ 2 جامع ترمذی: کتاب الجنائز۔

3 بحوالۂ مذکور۔ 4 موطا امام محمد: کتاب الجنائز۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ.

''وہ اس وقت بہ یقین جانتے ہیں کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ سچ تھا۔''

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ [۲۷/النمل:۸۰]

''اے پیغمبر! تو مُردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا۔''

﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ.﴾ [۳۵/ فاطر:۲۲]

''آپ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں نہیں سنا سکتے۔''

محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کو مان کر ان دونوں روایتوں میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر تک ان میں جان ڈال دی گئی تھی۔ [1] یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گویا بطور معجزہ کے ان کافر مُردوں میں سننے کی طاقت تھوڑی دیر کے لیے آ گئی تھی۔

③ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آ کر بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بدشگونی تین چیزوں میں ہے۔ عورت میں، گھوڑے میں، گھر میں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ صحیح نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آدھی بات سنی اور آدھی نہیں سنی، آپ پہلا فقرہ کہہ چکے تھے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پہنچے، آپ نے فرمایا کہ یہود کہتے ہیں کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہے، عورت میں، گھوڑے میں، گھر میں۔ [2]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں روایت کی ہے کہ ایک صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آ کر خواہش ظاہر کی کہ کوئی حدیث سنائیے۔ بولیں کہ آپ فرماتے تھے کہ بدشگونی تقدیر سے ہوتی ہے [3] آپ کو تفاؤل اور اچھا نام البتہ پسند تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سن کر کہا، قسم ہے اس ذات کی جس نے ابو القاسم پر قرآن اتارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں فرمایا۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ

[1] یہ تمام روایتیں صحیح بخاری غزوۂ بدر میں ہیں۔ [2] ابوداؤد طیالسی مسند عائشہ رضی اللہ عنہا حیدر آباد۔

[3] مسند احمد: جلد ۶، ص ۱۳۰۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا﴾ [۵۷/الحدید:۲۲]

''زمین پر اور تمہاری جانوں پر کوئی مصیبت نہیں آتی لیکن وہ کتاب (تقدیر) میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں، موجود ہے۔''

بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان تینوں میں بدشگونی ہوتی ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر بدشگونی کوئی چیز ہوتی، تو ان چیزوں میں ہوتی، یہ بطور واقعہ کے نہیں بلکہ بطور تعلیق کے ہے۔

④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ (جس کو غالباً انہوں نے کعب تابعی سے سنا) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار خدائے عزوجل کو دیکھا۔ مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر پوچھا کہ ''مادرِ من! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا تھا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم ایسی بات بولے جس کو سُن کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، جو تم سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا، وہ جھوٹ کہتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ.﴾ [۶/الانعام:۱۰۳]

''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے کہ وہ ذات لطیف ہے اور دانا ہے۔''

اس کے بعد دوسری آیت پڑھی:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ [۴۲/الشوریٰ:۵۱]

''اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی کے یا پردہ کے پیچھے سے۔'' [صحیح بخاری: کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۵۵۔ جامع ترمذی]

بعض اور حدیثوں سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ نور ہے، میں اس کو کیونکر دیکھ سکتا ہوں!؟ الفاظ یہ ہیں: نور انّٰی اراہ۔

⑤ متعہ یعنی ایک مدت معین تک کے لیے نکاح، جاہلیت اور آغاز اسلام میں ۷ھ تک جائز تھا۔ خیبر میں اس کی حرمت کا اعلان کیا گیا، اس کے بعد روایتوں میں کسی قدر اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض لوگ اس کے جواز کے قائل تھے، لیکن جمہور صحابہ اس کی حرمت کے قائل ہیں اور اپنے دعویٰ کی توثیق میں حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب ان کے ایک شاگرد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے جواز متعہ کی روایت کی نسبت پوچھا تو انہوں نے اس کا جواب حدیثوں سے نہیں دیا بلکہ فرمایا میرے تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے، پھر یہ آیت پڑھی:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ [۲۳/المؤمنون:۵،۶]

''جو لوگ کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں کے ساتھ یا اپنی باندیوں کے ساتھ، ان پر کوئی ملامت نہیں۔''

اس لیے ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہیں [1] ظاہر ہے کہ ممتوعہ عورت نہ بیوی ہے نہ باندی۔ اس لیے وہ جائز نہیں۔

⑥ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ناجائز لڑکا تینوں میں (ماں، باپ، اور بچہ) بدتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا یہ صحیح نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص منافق تھا، آپ کو برا بھلا کہا کرتا تھا، لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے علاوہ وہ ولد الزنا بھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ وہ تینوں میں بدتر ہے، یعنی اپنے ماں باپ سے زیادہ برا ہے۔ یہ ایک خاص واقعہ تھا، عام نہ تھا۔ خدا فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [۶/الانعام:۱۶۴]

''اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔''

یعنی قصور تو ماں باپ کا ہے بچے کا کیا گناہ؟ [2]

مغزِ سخن تک پہنچنا

بعض مسائل کی نسبت صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو اختلافِ روایت ہے وہ کسی قدر اختلاف فہم پر مبنی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس فہم و ذکا کے عطیہ الٰہی سے بھی حظ وافر ملا تھا اور انہوں نے اس دولت عظمیٰ سے فنِ حدیث میں بہت فائدہ اٹھایا۔

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک قصہ مذکور ہے [3] کہ ایک عورت نے بلی باندھ دی تھی اور اس کو کچھ کھانے پینے کو نہیں دیتی تھی، بلی اسی حالت میں بھوک سے مر گئی اور اس کو

---

[1] اصابہ، سیوطی بحوالۂ حاکم۔ [2] اصابہ، سیوطی بحوالۂ حاکم۔

[3] ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ باب ماذکر عن بنی اسرائیل۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس بنا پر عذاب ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گئے۔ انہوں نے کہا تم ہی ہو جو ایک بلی کے بدلے ایک عورت کے عذاب کی روایت بیان کرتے ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ فرمایا: خدا کی نظر میں ایک مؤمن کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ ایک بلی کے لیے اس پر عذاب کرے، وہ عورت اس گناہ کے علاوہ کافرہ بھی تھی، اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات روایت کرو تو دیکھ لو کہ کیا کہتے ہو۔ [1]

② حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا، تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور سبب یہ بیان کیا کہ مسلمان جس لباس میں مرتا ہے اسی میں اٹھایا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو کہا: خدائے پاک ابو سعید پر رحمت نازل کرے، لباس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود انسان کے اعمال ہیں۔ [2] ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ صاف ارشاد ہے کہ لوگ قیامت میں برہنہ تن، برہنہ پا اور برہنہ سر اٹھیں گے۔ [3]

③ اسلام میں حکم یہ ہے کہ مطلقہ عورت عدت کے دن شوہر کے گھر میں گزارے۔ اس حکم کے خلاف فاطمہ رضی اللہ عنہا نام ایک صحابیہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت کے زمانہ میں شوہر کے گھر سے منتقل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ انہوں نے مختلف اوقات میں متعدد صحابہ کے سامنے اپنے واقعہ کو بطور استدلال کے پیش کیا، بعض نے قبول کیا، اور اکثر نے اس کے ماننے سے انکار کیا۔ اتفاق سے مروان کی امارت مدینہ کے زمانہ میں اسی قسم کا ایک مقدمہ پیش ہوا، فریق نے فاطمہ کے قول سے استدلال کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے فاطمہ پر سخت نکتہ چینی کی، اور فرمایا کہ فاطمہ کے لیے بھلائی نہیں ہے کہ وہ اپنے اس واقعہ کو بیان کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت کی حالت میں ان کو شوہر کے گھر سے منتقل ہونے کی اجازت بے شک دی، لیکن سبب یہ تھا کہ ان کے شوہر کا گھر ایک غیر محفوظ اور خوفناک مقام میں تھا۔ [4]

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”مجھے خدا کی راہ میں ایک کوڑا بھی ملے تو مجھ کو کسی ناجائز بچہ کے آزاد کرنے کے مقابلہ میں پسند ہے۔“ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

---

[1] ابو داؤد طیالسی مسند عائشہ رضی اللہ عنہا [2] عربی زبان میں ثیاب سے مجاز امراد دل اور عمل ہوتا ہے۔

[3] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ابو داؤد کتاب الجنائز اور ابن حبان و حاکم میں ہے۔ ننگے اٹھنے کی حدیث اکثر حدیث کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، یہ خاص انکار و تاویل کی روایت سیوطی نے عین الاصابہ میں زرکشی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ [4] صحیح بخاری و جامع ترمذی: کتاب الطلاق۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ناجائز لڑکے اگر غلامی کی حالت میں ہوں تو ان کو آزاد کرنا کوئی ثواب کا کام نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ روایت معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا: اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، اچھی طرح سنا نہیں، تو اچھی طرح کہا بھی نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب یہ آیت اتری:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَ مَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَکُّ رَقَبَةٍ﴾ [۹۰/البلد:۱۱تا۱۳]

''وہ گھاٹی میں گھسا نہیں، معلوم ہے کہ گھاٹی کیا چیز ہے، کسی کو آزاد کرنا۔''

کسی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم غریبوں کے پاس لونڈی غلام کہاں؟ کسی کسی کے پاس کوئی ایک حبشن ہے جو گھر کا کام کاج کرتی ہے، اس کو ناجائز طریقہ کی اجازت دی جائے، اس سے جو بچہ پیدا ہو، اسے آزاد کیا جائے، ارشاد ہوا کہ مجھ کو خدا کی راہ میں کوئی کوڑا بھی ملے تو مجھ کو اس سے پسند ہے کہ میں اس بری بات کی اجازت دوں، اور پھر اس سے بچہ پیدا ہو، اس کو کہوں کہ آزاد کرو۔ ❶

⑤ ابو داؤد کے سوا بقیہ تمام صحاح میں حدیث مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے دست کا گوشت بہت پسند تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، دست کا گوشت فی نفسہٖ پسند نہ تھا بلکہ بات یہ تھی کہ گوشت روز نہیں ملتا تھا، دست کا گوشت پکنے میں جلد گل جاتا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے۔ ❷

⑥ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد کسی قسم کی کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''خدا عمر پر رحم کرے! ان کو وہم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ آفتاب کے غروب اور طلوع کے وقت کو تاک کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔'' ❸ فقہاء نے ان اوقات میں نماز کی ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ آفتاب پرستی کے اوقات ہیں۔ اس لیے اشتباہ اور آفتاب پرستوں کی مماثلت سے احتراز کرنا چاہیے۔ اگر یہ تعلیل صحیح ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت زیادہ قرین صواب، صحیح اور انسب ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ممانعت کے اصل مقصد کو سمجھ لیا تھا۔

ایک روایت ہے کہ صبح کی سنت اگر قضا ہو جائے، تو نماز جماعت کے بعد اس کو پڑھ لینا چاہیے۔ ❹ اور اہل مکہ کا اسی پر عمل ہے۔ احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''آپ نے یہ دو رکعتیں میرے گھر میں کبھی نہیں چھوڑیں'' چنانچہ بعض

❶ مستدرک حاکم۔ ❷ شمائل ترمذی۔
❸ صحیح بخاری و ترمذی اوقات الصلوۃ و مسند احمد جلد ۶، ص ۱۲۴۔ ❹ ترمذی: کتاب الصلوۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم پڑھا کرتے تھے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو آنحضرت ﷺ کے مخصوصات میں سمجھتے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ان دو رکعتوں کا حال پوچھا: تو فرمایا کہ ظہر کی دو رکعتیں، ایک دن چھوٹ گئی تھیں، یہ ان کی قضا ہے۔

بہرحال عقلی حیثیت نیز گزشتہ روایتوں کی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت زیادہ معقول اور مصلحت شرعی پر زیادہ مبنی نظر آتی ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے رتبے کے آدمی نہ تھے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح آنحضرت ﷺ کا صحیح مقصد نہ سمجھ سکتے، شریعت کا ایک اصول یہ ہے کہ جب وہ ایک شے کو منع کرتی ہے تو احتیاطاً اس کے مبادی کو بھی ممنوع قرار دے دیتی ہے۔ اصل میں آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت نماز ممنوع ہے۔ لیکن احتیاطاً بعد نماز صبح و عصر کا اطلاق کیا گیا، تاکہ نمازوں کے بعد سے آفتاب کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت تک کوئی نماز ہی نہ پڑھی جائے۔

⑦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ''مَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ'' جس نے وتر نہیں پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ہم سب نے ابوالقاسم ﷺ کو کہتے سنا اور اب تک ہم بھولے نہیں کہ جو پانچوں وقت کی نمازیں وضو کے ساتھ وقت پر پورے رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرتا رہا اور اس میں کوئی کمی نہیں کی، اس نے خدا سے عہد لے لیا کہ وہ اس پر عذاب نہ کرے گا اور جس نے کمی کی، اس نے عہد نہیں لیا، خدا چاہے تو بخش دے اور چاہے تو عذاب کرے، [1] مقصود یہ ہے کہ وتر سنت ہے، اس کے اتفاقی ترک پر یہ عذاب کہ اس کی کوئی نماز مقبول نہ ہو، اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی بخشش یقینی نہیں رہی حالانکہ یہ عذاب صرف فرائض کے ترک پر ہوگا، نہ کہ سنن کے ترک پر۔

ذاتی واقفیت

یہ امر مسلم ہے کہ محرمِ اسرار سے محرم اسرار دوست کی بہ نسبت بیوی بہت کچھ زیادہ جان سکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ ہمہ تن مثال اور اسوہ تھے، اس لیے گویا آپ کا ہر فعل قانون تھا، اس بنا پر آپ کی بیویوں کو اس کے متعلق جس قدر ذاتی واقفیت کے ذرائع حاصل تھے، دوسروں کے لیے ناممکن تھے، متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کی بنا پر کوئی مسئلہ بیان کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اس کو رد کر دیا، اور آج تک ان مسائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا قول مستند ہے۔

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فتویٰ دیتے تھے کہ عورت کو نہاتے وقت چوٹی کھول کر بالوں کو بھگونا

---

[1] طبرانی فی الاوسط۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ضروری ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: وہ عورتوں کو یہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وہ اپنے چوٹے منڈوا ڈالیں، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہاتی تھی اور بال نہیں کھولتی تھی۔ ❶

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ تقبیل سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقبیل کے بعد تازہ وضو نہیں کرتے تھے۔ ❷ یہ کہہ کر مسکرائیں۔

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز میں مرد کے سامنے سے عورت یا گدھا، یا کتا گزر جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ سن کر غصہ آیا اور فرمایا: کہ تم نے ہم عورتوں کو گدھے اور کتے کے برابر کر دیا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پاؤں پھیلائے سوتی رہتی (حجرہ میں جگہ نہ تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہوتے، جب آپ سجدے میں جاتے ہاتھ سے ٹھوکر دیتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر پاؤں پھیلا دیتی، ❸ کبھی ضرورت ہوتی تو بدن چرا کر سامنے سے نکل جاتی۔ ❹

④ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ایک دن وعظ میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر صبح ہو جائے اور وتر قضا ہو گئی ہو تو پھر وتر نہ پڑھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ابو درداء نے صحیح نہیں کہا، صبح ہو جاتی تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھ لیتے تھے۔ ❺

⑤ بعض لوگوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی چادر میں کفنایا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو کہا اتنا صحیح ہے کہ لوگ اس غرض سے چادر لائے تھے لیکن آپ کو اس میں کفنایا نہیں گیا۔ ❻

⑥ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن وعظ میں بیان کیا کہ اگر روزے کے دنوں میں کسی کو صبح نہانے کی ضرورت پیش آ جائے تو اس دن وہ روزہ نہ رکھے، لوگوں نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے اس کی تصدیق چاہی، فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اس کے خلاف تھا۔ لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جا کر ٹوکا، آخر ان کو اپنے پہلے فتوے سے رجوع کرنا پڑا۔ ❼

⑦ حج میں کنکری پھینک لینے (رمی) اور سر منڈانے کے بعد خوشبو اور عورت کے سوا ہر چیز جائز ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، خوشبو ملنے میں کوئی حرج نہیں، میں نے خود اپنے ہاتھ

❶ صحیح مسلم وسنن نسائی، آخری فقرہ صرف نسائی میں ہے۔ ❷ صحیح بخاری وغیرہ۔ ❸ صحیح بخاری: جلد ۱ ص ۷۳، باب التطوع خلف المراۃ۔ ❹ صحیح بخاری: باب لا یقطع الصلوۃ شیٔ وباب السریر۔ ❺ سنن بیہقی ومسند احمد جلد ۶ ص ۱۴۳۔ ❻ صحیح مسلم وبخاری وترمذی ونسائی: کتاب الجنائز۔ ❼ صحیح مسلم وموطا: کتاب الصوم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو ملی ہے۔ [1]

⑧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کوئی حج نہ کرے، صرف اپنی قربانی حرم محترم میں بھیج دے تو جب تک وہ وہاں پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے اس پر بھی وہی شرائط عائد ہوتی ہیں، جو حاجی پر ہوتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے خود اپنے ہاتھ سے آپ کی قربانی کے جانوروں کے قلادے بٹے ہیں، آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ قلادے قربانی کے جانوروں کی گردن میں ڈالے اور میرا باپ ان کو لے کر مکہ گیا، تاہم جو چیزیں حلال تھیں ان میں سے کوئی چیز قربانی تک حرام نہ ہوئی۔ [2]

⑨ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جس صبح کو احرام باندھنا ہو اس صبح کو خوشبو لگانا میں پسند نہیں کرتا، میں بدن میں تارکول ملنا پسند کروں گا لیکن خوشبو نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار ہوا تو انہوں نے کہا میں نے خود اپنے ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطر ملا ہے اور کبھی کہتیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شب احرام کی صبح کو عطر کی چمک آپ کے مانگ میں تھی، مجھ کو اچھی طرح یاد ہے۔ [3]

قوتِ حفظ

حفظ کی قوت قدرت کا ایک گراں مایہ عطیہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس عطیہ الٰہی سے بدرجہ اتم سرفراز تھیں، گزر چکا ہے کہ لڑکپن میں کھیلتے کھیلتے بھی اگر کوئی آیت ان کے کانوں میں پڑ گئی، تو یاد رہ گئی۔ احادیث کا دارومدار زیادہ تر اسی قوت پر ہے۔ عہدِ نبوت کے روز مرہ واقعات کو یاد رکھنا اور ان کو ہر وقت کماھی بیان کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو الفاظ جس طرح سنے ان کو بعینہا (اسی طرح) ادا کرنا ایک محدث کا سب سے بڑا فرض ہے۔ ام المؤمنین نے اپنے معاصرین پر جو نکتہ چینیاں کی ہیں ان میں قوتِ حفظ کے تفاوتِ مراتب کو بھی دخل ہے۔

① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ مسجد میں ان کا جنازہ آئے تو وہ بھی نماز پڑھیں۔ لوگوں نے اعتراض کیا، فرمایا لوگ کس قدر جلد بات بھول جاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز مسجد ہی میں پڑھی تھی۔ [4]

② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کتنی دفعہ کیا؟

[1] صحیح بخاری: کتاب الحج ص ۲۰۳۔ [2] صحیح بخاری: کتاب الحج۔
[3] صحیح بخاری: کتاب الحج نیز فتح الباری جلد ۳ ص ۳۱۵۔ [4] صحیح مسلم: کتاب الجنائز۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جواب دیا چار دفعہ، جن میں سے ایک رجب میں۔ عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے پکار کر کہا خالہ جان آپ نہیں سنتیں یہ کیا کہہ رہے ہیں، پوچھا کیا کہتے ہیں؟ عرض کی کہ کہتے ہیں۔ ''آپ نے چار عمرے کیے جن میں سے ایک رجب میں۔'' فرمایا اللہ ابوعبدالرحمٰن (حضرت ابن عمر کی کنیت) پر رحم فرمائے، آپ نے کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا، جس میں وہ شریک نہ رہیں، رجب میں کوئی عمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ ❶

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ اپنے شاگردوں سے بیان کیا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ لوگوں نے عندالتذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کو بیان کیا، بولیں، خدا ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔ ❷

④ دو تین صاحبوں سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عزیزوں کے رونے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے یہ روایت کی تو فرمایا:

اِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُوْنَ مِنْ غَيْرِ كَاذِبِيْنَ وَ لَا مُكَذَّبِيْنَ وَلٰكِنَّ السَّمْعَ يُخْطِئُ.

''تم نہ جھوٹوں سے روایت کرتے ہو اور نہ جھٹلائے ہوئے لوگوں سے، لیکن کان کبھی غلطی بھی کرتے ہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ کہا:

رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَحْفَظْ.

''اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے انہوں نے کچھ سنا لیکن محفوظ نہیں رکھا۔''

دوسری حدیث میں اس کے بجائے یہ فقرہ مروی ہے۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ يَكْذِبْ وَ لٰكِنَّهٗ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاءَ.

''اللہ ابوعبدالرحمٰن کو معاف کرے، وہ جھوٹ نہیں بولے، لیکن یا تو بھول گئے یا غلطی کی۔''

اس کے بعد فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اتفاقاً آپ کا گزر ایک یہودیہ کے جنازہ پر ہوا، اس کے اعزہ آہ و واویلا کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''لوگ رو رہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔'' ❸

---

❶ صحیح بخاری: کتاب العمرہ

❷ مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۴۳

❸ یہ تمام حدیثیں مسلم: کتاب الجنائز میں ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کی ترتیب وتدوین

صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات واحادیث کو قید تحریر وکتابت میں لانا پہلی ہی صدی کے وسط سے شروع ہو چکا تھا۔ ہجرت کی جب ایک صدی پوری ہو رہی تھی، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱ھ میں سریر آرائے خلافت تھے، اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے صیغہ قضاء پر ابوبکر بن عمرو بن جزم الانصاری مامور تھے، ان کا علم وفضل ان کی خالہ عمرہ کا ممنون احسان تھا، عمرہ تمام تر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آغوشِ تعلیم میں پلی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر کے نام شاہی فرمان جاری کیا کہ عمرہ کی روایتیں قلم بند کر کے ان کے پاس بھیجی جائیں۔ [1]

فقہ وقیاس

علمی حیثیت سے کتاب وسنت درحقیقت بمنزلۂ دلائل کے ہیں اور فقہ ان دلائل کے نتائج اور مستنبطات کا نام ہے۔ قرآن اور حدیث کی سرخیوں کے تحت میں جو واقعات لکھے گئے ہیں اور فتاویٰ و ارشاد کے تحت میں جو واقعات آئیں گے، ان سے روشن ہوگا کہ علم فقہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کیا پایہ تھا اور ان کے فقہ اور قیاس کے کیا اصول تھے۔

عہدِ نبوت تک تو خود ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علم وفتویٰ کا مرکز تھی، اس مقدس عہد کے انقراض کے بعد اکابر صحابہ جو شریعت کے رازداں اور احکام اسلامی کے محرم تھے، آپ کے جانشین ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش ہوتا، تو وہ تمام علمائے صحابہ کو یکجا کرتے اور ان سے مشورہ لیتے، اگر ان میں سے کسی کو کوئی خاص حدیث معلوم ہوتی تو وہ بیان کرتا، ورنہ منصوص احکام پر قیاس کر کے فیصلہ کر دیا جاتا۔ فقہ کی یہ اکاڈمی اوائل خلافت ثالثہ تک مرکز نبوت سے وابستہ رہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتنوں نے سر اٹھایا اور لوگ مکہ معظمہ، طائف، دمشق اور بصرہ جا کر آباد ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافت بنایا۔ ان وجوہ سے اس درسگاہ کے بہت سے تربیت یافتہ دوسرے شہروں میں چلے گئے، ان اتفاقی واقعات نے گو علم کے دائرہ کو وسیع کر دیا، لیکن اس کی اجتماعی عظمت کو قائم نہ رکھ سکے، اگر کہیں وہ اجتماعی رونق باقی بھی تھی تو اسی کاشانہ نبوت کے در و دیوار میں۔

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد مدینہ طیبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] طبقات ابن سعد: جزء دوم، قسم دوم ص ۱۳۶۔ تہذیب: جزء نساء، ترجمہ عمرۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زیادہ تر یہی چار بزرگ فقہ وفتاویٰ کی مجلس کے مسند نشین تھے۔ غیر منصوص احکام کے فیصلہ میں ان چاروں بزرگوں کے پیش نظر مختلف اصول تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ پیش شدہ مسئلہ کے متعلق اگر کتاب و سنت واثر سے کوئی جواب معلوم ہوتا تو سائل کو بتادیتے، اگر کوئی آیت یا حدیث یا خلفائے سابقین کا اثر معلوم نہ ہوتا تو خاموش رہ جاتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایسی حالت میں گزشتہ منصوص احکام یا فیصل شدہ مسائل پر جدید مسئلہ کو قیاس کر کے اس کا جواب اپنی عقل کے مطابق جو سمجھ میں آتا بتا دیتے۔ ❶

قرآن مجید

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استنباط کا اصول یہ تھا کہ وہ سب سے پہلے قرآن مجید پر نظر کرتی تھیں۔ اگر اس میں ناکامی ہوتی تو احادیث کی طرف رجوع کرتیں، پھر قیاس عقلی کا درجہ تھا۔ علم حدیث میں گزر چکا ہے کہ ایک صاحب نے متعہ کی نسبت ان کی رائے پوچھی تو انہوں نے حسب ذیل آیت اس کی حرمت کی سند میں پیش کی۔ ❷

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝﴾ [۲۳/المؤمنون:۵،۶]

"اور جو لوگ اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن اپنی بیویوں کے ساتھ یا اپنی باندیوں کے ساتھ، ان پر کوئی ملامت نہیں۔"

ممتوعہ نہ بیوی ہے نہ باندی ہے، اس لیے متعہ جائز نہیں۔

ایک شخص نے پوچھا کہ اہل عجم اپنے تہواروں میں جو جانور ذبح کرتے ہیں۔ ان کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا: خاص اس دن کے لیے جو جانور ذبح کریں وہ جائز نہیں، ❸ اس حکم کے استنباط میں انہوں نے غالباً حسب ذیل آیت کو مبنیٰ قرار دیا ہے:۔

﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ [۲/البقرہ:۱۷۳]

---

❶ ابن سعد وغیرہ میں ان بزرگوں کے تراجم دیکھو۔

❷ عین الاصابہ سیوطی بحوالہ حاکم۔

❸ تفسیر ابن کثیر آیت مذکور بحوالہ قرطبی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''اور جو جانور غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے وہ تم پر حرام ہے۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے ۸۰۰ میں ادھار ایک لونڈی خریدی اور شرط کی کہ جب وظیفہ کا روپیہ ملے گا تو ادا کر دیں گے، اسی اثنا میں انہوں نے اسی عورت کے ہاتھ اسی لونڈی کو ۶۰۰ نقد میں بیچ ڈالا۔ اس عورت نے معاملہ کی اس صورت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کیا، تو فرمایا تم نے بھی برا کیا اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی۔ ان سے کہہ دینا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کا جو ثواب حاصل کیا تھا وہ باطل ہو گیا، لیکن یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔

مطلب یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس خاص صورت میں اس ۲۰۰ کی زیادتی کو سود قرار دیا بعض روایتوں میں یہیں تک واقعہ مذکور ہے، اس لیے اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا کیونکر فیصلہ کیا، لیکن مصنف عبدالرزاق اور سنن دارقطنی کی دوسری روایت میں تصریح ہے کہ ان کا ماخذ حسب ذیل آیت تھی: [1]

﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ﴾ [۲/البقرہ:۲۷۵]

''جس کو اپنے پروردگار کی طرف سے (سود کے بارہ میں) نصیحت آ چکی تھی، پھر باز آیا تو اس کو اسی قدر لینا چاہیے جس قدر پہلے دیا تھا۔''

قرآن مجید میں ہے کہ طلاق کے بعد عورت کو تین ''قروء'' تک انتظار کرنا چاہیے، یعنی عدت کا زمانہ تین قرؤ ہے، قرؤ کے معنی میں اختلاف ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی کو ان کے شوہر نے طلاق دی، تین طہر گزر کر جب نیا مہینہ آیا تو انہوں نے شوہر کے گھر سے ان کو بلوا لیا۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا، کہ یہ قرآن کے خلاف ہے اور ثلاثة قروء کی آیت سے استدلال کیا، ام المؤمنین نے کہا ثلاثة قروء صحیح ہے، لیکن جانتے ہو قرؤ کیا ہے قرؤ سے مراد طہر ہے۔ امام مالک اپنے شیوخ سے نقل کرتے ہیں [2] کہ مدینہ منورہ کے تمام فقہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیروی کی ہے، اہل عراق قرؤ سے ایام مخصوصہ مراد لیتے تھے۔

---

[1] مسند احمد، مصنف عبدالرزاق، سنن بیہقی، سنن دارقطنی کتاب البیوع، بعض لوگوں نے راوی اول کو مجہول لکھا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

[2] موطا امام مالک میں یہ واقعہ بتصریح مذکور ہے، کتاب الطلاق۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حدیث

قرآن مجید کے بعد حدیث کا درجہ ہے، مسئلہ یہ پیش ہوا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق لے لینے کا اختیار عطا کر دے اور بیوی اس اختیار کو واپس کر کے اپنے شوہر ہی کو قبول کر لے تو کیا بیوی پر کوئی طلاق پڑے گی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک اس صورت میں ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔ اس ثبوت میں انہوں نے تخییر کا واقعہ پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا کہ خواہ دنیا قبول کریں یا کاشانہ نبوت میں رہ کر فقر و فاقہ پسند کریں۔ سب نے دوسری صورت پسند کی، کیا اس سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر ایک طلاق واقع ہوگئی؟ [1]

کسی غلام کو جب کوئی آزاد کرتا ہے تو باہم آقا اور غلام میں ولایت کا ایک رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ ترکہ میں شرکت ہو سکتی ہے، غلام قانوناً اس کا ہم نسب قرار دیا جائے گا، اسی بنا پر ولایت کو اہمیت حاصل ہے۔ ایک غلام نے حاضر ہو کر عرض کی۔ میں عتبہ بن ابی لہب کی غلامی میں تھا، دونوں میاں بیوی نے مجھے بیچ ڈالا اور شرط یہ کی کہ ولایت انہی کے ہاتھ میں رہے گی، اب میں کس کا مولیٰ ہوں؟ فرمایا بریرہ کا یہی واقعہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو، ولایت تمہیں کو حاصل رہے گی، گو خریدار احکام الٰہی کے خلاف جس قدر شرطیں چاہیں لگائیں۔ [2]

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ایک لونڈی تھیں، ان کے قدیم آقاؤں نے ان کو اس شرط کے ساتھ بیچنا چاہا کہ ولایت کا حق ان کو ملے۔ بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور اپنی حالت عرض کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خریداری کا ارادہ ظاہر کیا، لیکن ولایت والی شرط منظور نہیں کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو صورت حال دریافت کی، فرمایا کہ تم بے تکلف خرید کر آزاد کر دو، خلاف قانون شرطیں خود کالعدم ہو جائیں گی۔ وہ آزاد ہوئیں تو اپنے شوہر کو جن سے غلامی میں شادی ہوئی تھی، قبول نہ کیا، لوگ ان کو صدقہ دیتے، وہ لے لیتیں اور اس میں سے کبھی کچھ کھانے کی چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہدیۃً پیش کرتیں، تو آپ قبول کر لیتے۔

یہ معمولی واقعات ہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فقہ و قانون کے متعدد کلیات استنباط کیے۔ فرماتی تھیں: بریرہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے اسلام کے تین احکام معلوم

---

[1] صحیح بخاری: باب من خیر نساءہ۔ [2] سنن بیہقی: کتاب البیوع۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوئے۔ [1]

① اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ۔ ’’یعنی ولایت کا حق آزاد کنندہ کو ملے گا۔‘‘

② غلامی کی حالت میں اگر ایک غلام اور ایک لونڈی کا بیاہ ہوا ہو اور بیوی آزاد ہو جائے اور شوہر غلامی کی حالت میں رہے تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ اپنے اس سابق شوہر کو شوہری میں قبول کرے یا نہ کرے۔

③ اگر کسی مستحق کو صدقہ کا کوئی مال ملے اور وہ اپنی طرف سے غیر مستحق کو ہدیۃً پیش کرے تو اس غیر مستحق کو اس کا لینا جائز ہوگا، یعنی اس کی حیثیت بدل جائے گی۔

بعض استنباطات ایسے ہیں جن کی تفصیل گو خود انہوں نے نہیں کی، لیکن ان کے سلسلۂ بیان میں ایسے اشارات ہیں جن پر فقہاء اور مجتہدین نے بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کر لی ہیں۔ حجۃ الوداع میں کم و بیش ایک لاکھ مسلمان آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے تمام اکابر صحابہ ہم رکاب تھے۔ اس سفر میں جو واقعات پیش آئے وہ سب کو یاد تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے واقعات محفوظ رکھے اور وہ احادیث میں بتامہا مذکور ہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو واقعہ بیان کر دیا ہے وہ فقہا اور مجتہدین کے اصول میں داخل ہو گیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اثنائے حج میں معذور ہو گئی تھیں، اس کا ان کو بہت صدمہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی تشفی کی، اور آپ کے حکم سے تنعیم جا کر نئے احرام کے ساتھ انہوں نے طواف کیا۔ [2] حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

وَ حَدِیْثُ عَائِشَۃَ ھٰذَا یُؤْخَذُ مِنْہُ اُصُوْلٌ عَظِیْمَۃٌ مِنْ اُصُوْلِ الْمَنَاسِکِ. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے حج کے چند عظیم الشان اصول و قواعد مستنبط ہوتے ہیں:

① جو شخص ایک ساتھ حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرے (قارن) اس کے لیے دونوں کے واسطے ایک ہی طواف اور سعی کافی ہے۔

② طواف القدوم ’’معذوری‘‘ کی حالت میں عورت سے ساقط ہو جاتا ہے۔

③ حج کے بعد عمرہ کی نیت کر لینا معذور عورت کے لیے جائز ہے۔

④ عورت معذوری کی حالت میں خانہ کعبہ کے طواف کے علاوہ، حج کے اور تمام مناسک ادا کر سکتی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: باب الحرۃ تکون تحت العبد۔ [2] مؤطا امام مالک: افاضۃ الحائض۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

⑤ تنعیم، حرم میں داخل نہیں، وہ حِل ہے۔

⑥ عمرہ ایک سال میں دو دفعہ بلکہ ایک مہینہ میں دو دفعہ ادا ہو سکتا ہے۔

⑦ جو شخص متمتع ہو، یعنی جس نے حج اور عمرہ کی علیحدہ علیحدہ نیت کی ہو اور اس کو خوف ہو کہ عمرہ فوت نہ ہو جائے تو حج کے بعد عمرہ ادا کر سکتا ہے۔

⑧ عمرۂ مکیہ کے جواز کا استدلال صرف اسی واقعہ سے کیا جاتا ہے۔ [1]

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ ہے کہ حج میں وہ آخری طواف سے پہلے معذور ہو گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ اس سے پہلے طواف نہیں کر لیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ سے یہ مسئلہ استنباط کیا. کہ آخری طواف ضروری نہیں اور معذور عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ حج کے زمانہ میں جو عورتیں ان کی اقتدا کرتی تھیں وہ اسی مسئلہ پر عمل کرتی تھیں۔ [2]

قیاس عقلی

اس کے بعد قیاس عقلی کا درجہ ہے۔ قیاس عقلی کے یہ معنی نہیں کہ ہر کس و ناکس صرف اپنی عقل سے شریعت کے احکام کا فیصلہ کر دے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ علما جو شریعت کے رازداں اور علوم دینی کے ماہر ہیں، کتاب و سنت کی ممارست سے ان میں یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ان کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس ملکہ کی بنا پر سمجھ لیتے ہیں کہ اگر شارع علیہ السلام زندہ ہوتے، تو اس کا یہ جواب دیتے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی لائق وکیل کے سامنے کسی خاص عدالت کے نظائر اس کثرت سے گزریں کہ گزشتہ نظائر پر قیاس کر کے کسی خاص مقدمہ کی نسبت یہ رائے دے دے کہ اگر اس عدالت کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہو گا تو یہ فیصلہ ہو گا۔ شریعت کے نظائر اور فیصلوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس قدر آگاہ تھیں آپ کو معلوم ہے۔ اس لیے ان کے قیاس عقلی کی غلطی کی بہت کم امید ہو سکتی ہے۔

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عموماً عورتیں مسجدوں میں آتی تھیں اور جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتی تھیں۔ مردوں کے بعد بچوں کی اور ان کے پیچھے عورتوں کی صفیں ہوتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم دیا تھا کہ لوگ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکیں، ارشاد تھا:

لَا تَمْنَعُوْ اِمَاءَ اللّٰہِ مِنْ مَّسَاجِدِ اللّٰہِ.

---

[1] زاد المعاد: جلد اول ص ۲۰۷۔ [2] موطا امام مالک: افاضۃ الحائض۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"خدا کی لونڈیوں کو خدا کی مسجدوں سے روکا نہ کرو۔"

عہدِ نبوت کے بعد مختلف قوموں کے میل جول، تمدّن کی وسعت اور دولت کی فراوانی کے سبب سے عورتوں میں زیب و زینت، اور رنگینی آ چلی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔ خاص الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عُمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْ اَدْرَکَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي اِسْرَائِيْلَ.

"عمرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا عورتوں نے اب جونئی باتیں پیدا کی ہیں، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ہوتے اور دیکھتے تو جس طرح یہود کی عورتیں مسجدوں میں آنے سے روکی گئی ہیں یہ بھی روک دی جاتیں۔" [1]

اس رائے پر گو اس وقت عمل نہ ہوا، لیکن اس استنباط کا منشاء وہی قیاس عقلی ہے۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تھا کہ جو مُردہ کو غسل دے، اس کو غسل کرنا چاہیے اور کوئی جنازہ اٹھائے تو دوبارہ وضو کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سُنا تو فرمایا:

اَوَيَنْجُسُ مَوْتَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ مَا عَلٰى رَجُلٍ لَوْ حَمَلَ عُوْدًا.

"کیا مسلمان مردہ بھی ناپاک ہوتا ہے اور اگر کوئی لکڑی اٹھائے تو اس کو کیا ہوتا ہے۔" [2]

③ شرعی غسل کے ضروری ہونے کے لیے خروج ماء کی ضرورت ہے یا نہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے، ضروری ہے کہ "الماء من الماء." حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سُنا تو پہلے اس کے خلاف ایک حدیث پیش کی۔ اس کے بعد فرمایا اگر کوئی ناجائز فعل کا مرتکب ہو، اور خروجِ ماء نہ ہو تو رجم کرو گے پھر غسل کیوں نہ ضروری ہو۔ [3]

سنن کی تقسیم

فقہ کا ایک بڑا نازک نکتہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افعال صادر ہوئے، ان میں سے کون مذہبی حیثیت سے اور کون محض عادت کے طور پر یا کسی خاص وقتی مصلحت سے انجام پائے۔ آپ

[1] صحیح بخاری: جلد ا باب خروج النساء الی المساجد۔

[2] عین الاصابہ سیوطی، بحوالہ ابو منصور بغدادی۔ [3] عین الاصابہ سیوطی بحوالہ یعقوب بن سفیان۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے جو فعل صادر ہوا، اس کو سنت کہتے ہیں۔ فقہا نے اوّلاً سنت کو دو قسموں پر منقسم کیا ہے، عبادی اور عادی۔ عبادی: وہ افعال ہیں جو ثواب کی نیت سے عبادت کے طور پر انجام پائیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں، مؤکدہ جس کو آپ نے ہمیشہ کیا ہو اور کبھی ترک نہ فرمایا ہو، سنت مستحبہ جس کو کبھی کبھی ترک بھی فرمادیا ہو۔ عادی وہ فعل ہے جس کو آپ ثواب کے لیے عبادت کے طور پر نہیں، بلکہ بطور عادت کیا کرتے تھے یا کسی ذاتی یا وقتی ضرورت سے آپ نے کبھی کیا، امت پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال عادی کا اتباع ضروری نہیں، البتہ اہل محبت طلب برکت کے لیے ان افعال کا اتباع بھی محبت کا ثمرہ سمجھتے ہیں کہ:

ع ہر ادا محبوب کی محبوب ہے

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فقہا سے پہلے خود بھی یہ اصول ذہن نشین کر لیے تھے۔ تراویح کے متعلق ان سے اور صرف ان سے مروی ہے کہ رمضان میں تین روز آپ نے باجماعت تراویح پڑھائی، چوتھے دن آپ تشریف نہ لائے۔ صبح کو صحابہ سے فرمایا کہ میں اس لیے نہیں آیا کہ میں ڈرا کہ تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اس کا علم تھا کہ دوام کے ساتھ جس فعل کو آپ ادا فرمائیں۔ وہ مؤکد ہو جاتا ہے اور جس کو کبھی کبھی ترک فرمادیں، وہ وجوب اور تاکید کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عبادی اور عادی سنن کی تقسیم نہیں کرتے تھے۔ اُن کے نزدیک آپ نے جو فعل جس سبب سے بھی کیا، وہ سنت ہے۔ اسی لیے وہ سفر کے منازل تک میں بھی آپ کی پیروی کرتے تھے، اگر کسی منزل میں اتفاق سے آپ نے طہارت فرمائی تو وہ بھی بلاضرورت طہارت کرتے تھے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس تفریق کے قائل تھے۔ حج کے موقع پر وادی ابطح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈالا تھا لیکن وہ اس کو سنت نہیں سمجھتی تھیں، صحیح مسلم اور مسند احمد میں ہے:

نُزُوْلُ الْاَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ اِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَنَّهُ كَانَ اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهِ اِذَا خَرَجَ. [1]

”ابطح میں منزل کرنا سنت نہیں، وہاں آپ اس لیے اتر پڑے تھے کہ وہاں سے نکلنا آپ کے لیے آسان تھا۔“

---

[1] بخاری: کتاب الحج، باب المحصب، رقم: ۱۷۶۵۔ مسلم: کتاب الحج، باب استحباب نزول المحصب، رقم: ۳۱۶۹

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معاصرین سے اختلاف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہت سے احکام فقہی میں اپنے معاصرین سے اختلاف کیا ہے اور حق ان ہی کی جانب رہا، اور فقہائے حجاز کا زیادہ تر انہی پر عمل رہا۔ ہم نے اس قسم کے اختلافی احکام کی یہ فہرست جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث سے انتخاب کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۔ بوسہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، ٹوٹ جاتا ہے۔
۲۔ جنازہ اٹھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ٹوٹ جاتا ہے۔
۳۔ عورت کو غسل میں بال کھولنا ضروری نہیں	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، ضروری ہے۔
۴۔ غسل التقاء سے واجب ہو جاتا ہے۔	حضرت جابر رضی اللہ عنہ، خروج ماء شرط ہے۔
۵۔ قروء سے مراد طہر ہے۔	دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم، حیض ہے۔
۶۔ مردہ کو غسل دینے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، واجب ہو جاتا ہے۔
۷۔ عورت کی میت کے بال نہیں سنوارنے چاہئیں۔ [1]	حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا صحابیہ سنوارنے چاہئیں۔
۸۔ نماز میں عورت کے سامنے آ جانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ باطل ہو جاتی ہے۔
۹۔ صبح کی نماز اندھیرے وقت پڑھنی چاہیے۔	حضرت رافع رضی اللہ عنہ بن خدیج اجالا ہو جائے تب پڑھے۔
۱۰۔ عصر میں جلدی چاہیے۔	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، تاخیر۔
۱۱۔ نماز مغرب میں جلدی چاہیے۔	حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، تاخیر۔
۱۲۔ بحالتِ جنابت صبح ہو جانے سے روزہ نہیں جاتا۔	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، چلا جاتا ہے۔
۱۳۔ افطار میں جلدی چاہیے۔	حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، تاخیر۔

[1] احناف کا عمل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتویٰ پر ہے۔ دیکھو ہدایہ کتاب الجنائز، بحوالہ عبدالرزاق، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحاح کی اکثر کتابوں کی کتاب الجنائز میں ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۴۔ قربانی کا گوشت ۳ دن کے بعد بھی کھانا جائز ہے۔	حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نہیں۔
۱۵۔ حج میں وادی محصب میں اترنا سنت نہیں۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، سنت ہے۔
۱۶۔ حج میں بال منڈانے کے بعد خوشبو ملنا جائز ہے۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، نہیں۔
۱۷۔ کعبہ میں قربانی بھیجنے سے بھیجنے والے پر حج کی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں۔	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عائد ہو جاتی ہیں۔
۱۸۔ حج میں حائض کو طواف وداع کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔	حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کرنا چاہیے [مؤطا مع زرقانی]
۱۹۔ حج میں عورت زعفرانی کپڑے پہن سکتی ہے	حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مکروہ ہے [بخاری، فتح الباری باب مایلبس المحرم من الثیاب]
۲۰۔ حج میں عورت کو صرف کسی طرف کا ذرا سا بال ترشوا دینا کافی ہے۔	حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما، کم از کم چار انگل ضروری ہے۔
۲۱۔ زیور میں زکوٰۃ نہیں (جیسا کہ بعض روایات میں) ان کی طرف منسوب ہے۔	زکوٰۃ ہے۔
۲۲۔ یتیم و نابالغ کے مال میں بھی زکوٰۃ ہے۔	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، نہیں۔
۲۳۔ کوئی حاملہ اگر بیوہ ہو جائے تو اس کی عدت کی مدت وضع حمل ہے۔	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، بیوگی کی عام مدت اور حمل کی مدت میں جو زمانہ زیادہ ہوگا وہی عدت کا زمانہ ہوگا۔
۲۴۔ اگر شوہر بیوی کو طلاق اور مفارقت کا اختیار دے دے اور بیوی اس اختیار کو واپس کر کے شوہر ہی کو پسند کرے تو طلاق نہ ہوگی	حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک طلاق ہوگی۔
۲۵۔ اگر بالغ آدمی بھی کسی عورت کا دودھ پیئے تو	دیگر امہات المؤمنین نہیں ثابت ہوتی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم
حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔	
۲۶۔ رضاعت کم از کم پانچ گھونٹ دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے۔	بعض [1] صحابہ رضی اللہ عنہم ایک گھونٹ بھی پی لے تب بھی ثابت ہو جاتی ہے۔
۲۷۔ جب تک غلام پر ایک حبہ بھی واجب الادا ہے وہ مکاتب ہے۔	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ایک درہم سے کم ہے تو مکاتب نہیں۔ [2]
۲۸۔ چوری کے مال کی قیمت اگر کم سے کم تین درہم بھی ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ [3]	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دس درہم کی مالیت سے کم نہ ہونا چاہیے [4]
۲۹۔ اگر شوہر کو ڈرا دھمکا کر اس کی مرضی کیخلاف اس سے بیوی کو طلاق دلوائی جائے یا کسی آقا سے غلام آزاد کرایا جائے تو نہ طلاق واقع ہوگی نہ غلام آزاد ہوگا۔	ائمہ احناف کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی، اور غلام بھی آزاد ہو جائے گا۔

بقیہ صفحہ کا حاشیہ: [1] واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ صحابی کے ایک نابالغ غلام سالم تھے، جو مولی ابی حذیفہ کی نسبت سے مشہور ہیں، وہ اپنے آقا کے گھر میں رہتے تھے اور زنانہ میں آمد و رفت رکھتے تھے، اور حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل کا ان سے پردہ نہ تھا، جب سالم بالغ ہوئے تو حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنی بیوی کا ان سے پردہ نہ کرنا پسند نہ آیا، وہ بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب سالم بالغ ہوئے میں سمجھتی ہوں کہ میرا ان کے سامنے آنا ابوحذیفہ کو ناگوار ہے، فرمایا کہ سالم کو اپنا دودھ پلا دو تو ابوحذیفہ کی یہ ناگواری دور ہو جائے گی، چنانچہ ان کی بیوی نے اسی پر عمل کیا اور واقعاً اس کے بعد حضرت ابوحذیفہ کی وہ ناگواری دُور ہوگئی، اس واقعہ کی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسلک یہ تھا کہ بالغ لڑکے کو بھی اگر کسی عورت نے دودھ پلایا تو رضاعت کی حرمت ثابت ہو جائے گی، لیکن دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اس اجازت کو مخصوص حضرت سالم اور حضرت ابوحذیفہ کی بیوی کے متعلق سمجھا اور اس کو حکم عام نہیں مانا، ائمہ مجتہدین میں امام داؤد ظاہری کے علاوہ جمہور ائمہ اور فقہاء ازواج مطہرات کے ساتھ ہیں، صرف داؤد ظاہری نے اسی حدیث کی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسلک اختیار کیا اور دوسری صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حرمت صرف بچپن کی رضاعت سے ثابت ہوتی ہے اور کلام پاک میں بھی رضاعت کی مدت دو سال بتائی گئی ہے اس لیے جمہور فقہا نے اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلک کو قبول نہیں کیا۔ (شرح صحیح مسلم نووی باب رضاعۃ الکبیر) [1] صحیح بخاری: کتاب العتاق۔ [2] نسائی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب تھا۔ [3] بخاری: سرقہ و حدود۔ [4] دارقطنی: کتاب الحدود و مسند دارمی، کتاب الفرائض۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم
لَا طَلَاقَ وَ لَا اِعتَاقَ فِی اِغْلَاقٍ	[ابوداؤد: کتاب الطلاق، رقم ۲۱۹۳]
۳۰۔ جس کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بھی زمانۂ عدت تک اپنے شوہر کے گھر رہے۔	حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، وہ شوہر کے گھر نہ رہے۔
۳۱۔ اگر کوئی دو بیٹیاں، ایک پوتی، اور ایک پوتا چھوڑ دے، تو ثلث بیٹیوں کا حصہ ہوگا اور باقی میں پوتے اور پوتی دونوں کا حصہ ہوگا۔	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، باقی حصہ صرف پوتے کا ہے۔ پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔

ان کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فقہی مسائل کا اور بہت بڑا ذخیرہ ہے، جس کا اکثر حصہ امام مالک کی مؤطا میں محفوظ ہے، اور مدینہ کی فقہ کی اس پر بنیاد ہے۔

علم کلام و عقائد

اسلام ایک سادہ دین ہے۔ اس کے عقائد بھی سیدھے سادے تھے، لیکن غیر مذہب والوں کے میل جول اور عقلی بحث مباحثوں کے سبب سے صحابہ کے اخیر زمانہ میں نئی نئی بحثیں پیدا ہونی شروع ہوگئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہر مسئلہ کا قطعی فیصلہ صرف آپ کا ارشاد تھا، جس کو جو شک پیدا ہوا، اس نے جا کر تسلی کر لی۔ اس عہد مبارک کے بعد ایسے موقعوں پر مسلمانوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا، ان کو اس باب میں کوئی صریح آیت یا حدیث معلوم ہوتی تو پیش کر دی جاتی، ورنہ کتاب وسنت کے زیرِ سایہ ان کے جواب دیے جاتے۔ اس سلسلہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایات ثابت ہیں، ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء کا اطلاق:

دوسری صدی ہجری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ کے بہت بعد اس مسئلہ نے بہت وسعت حاصل کی تھی، کہ خدا کے لیے قرآن مجید اور احادیث میں ہاتھ، پاؤں، آنکھ، مختلف اعضاء کا اطلاق ہوا ہے، ان سے مراد ان کے حقیقی معنی ہیں یا مجازی، مثلاً ہاتھ سے یہی ہاتھ مراد ہے یا قدرت؟ آنکھ سے بصارت مقصود ہے یا علم؟ وغیرہ، گو عام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس مسلک کی تفصیل منقول نہیں، لیکن سلف صالحین کا عقیدہ یہی ہے کہ ان صفات الٰہی پر یقین کیا جائے اور ان کے حقیقی لغوی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معنوں پر ایمان رکھا جائے، اور ان کی تفصیل میں نہ پڑا جائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا میلان اسی مسلک کی طرف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ بخاری میں ان کا مقولہ مذکور ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَسِعَ سَمْعُ الْاَصْوَاتِ. ''اس خدا کی حمد جس کے کان میں تمام آوازوں کی گنجائش ہے۔''

رویت باری تعالیٰ:

معتزلہ اور معتزلہ کے ہم خیال لوگوں کا اعتقاد ہے کہ خدا کا دیدار نہ اس دنیا میں کسی کو ہوسکتا ہے نہ آخرت میں، جمہور اسلام نہ صرف اس کے امکان بلکہ وقوع کے قائل ہیں۔ اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں نہیں ہوسکتا، لیکن آخرت میں اس کا دیدار اس طرح ہوگا جس طرح چودہویں کا چاند سب کو ایک ساتھ نظر آتا ہے، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہایت مصرح روایتیں مروی ہیں، انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ ''جو شخص تم میں سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کو دیکھا، وہ جھوٹ بولا۔'' اس دعوے پر انہوں نے قرآن مجید کی دو آیتوں سے استدلال کیا ہے اور آج تک معتزلہ کو اس سے زیادہ قوی دلیلیں قرآن مجید سے نہیں مل سکی ہیں:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۝﴾ [۶/الانعام:۱۰۳]

''اس کو (اللہ کو) نگاہیں نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، اور وہ لطیف اور خبردار ہے۔''

یعنی چونکہ وہ لطیف ہے، اس لیے نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں، اور چونکہ وہ خبردار اور آگاہ ہے، اس لیے وہ سب کی نگاہوں کو پالیتا ہے۔ دوسری آیت یہ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾

[۵۱/الشوریٰ:۴۲]

''اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردہ کی اوٹ سے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے تھے اور سورۂ نجم کی ان آیتوں سے استدلال کرتے تھے:

www.iqbalkalmati.blogspot.com

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى.﴾ [۵۳/النجم:۱۳]

''اور اس کو دوبارہ اترتے دیکھا۔''

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ [۵۳/النجم:۱۸]

''پیغمبر نے خدا کی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ مسلسل آیتوں کے پڑھنے سے بالکل واضح ہو جاتا ہے:

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾ [۵۳/النجم:۵،۱۴]

''پیغمبر کو ایک طاقتور نے سکھایا اور وہ افق اعلیٰ پر تھا، پھر قریب آیا، پھر لٹکا، پھر دو کمانوں کے برابر نزدیک تھا، پھر اس کے بندے (یا اپنے بندے) کی طرف وحی کی جو کچھ وحی کی، قلب نے جو کچھ دیکھا، اس میں جھوٹ نہیں بولا، کیا وہ جو کچھ دیکھتا ہے، اس پر تم اس سے جھگڑتے ہو، حالانکہ اس نے اس کو دوبارہ اترتے دیکھا، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔''

ان روایات کی بنا پر معتزلہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رویت باری کے منکروں میں شمار کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس عالم میں رویت کی قائل نہیں ہیں، قیامت کی رویت کی منکر نہیں، روایت کے الفاظ یہ ہیں: [1]

مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ.

''جو تم سے بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (معراج میں) اپنے خدا کو دیکھا وہ جھوٹ بولا۔''

اس سے مقصود معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کا انکار ہے، نہ کہ آخرت میں، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کو مطلق انکار رویت کے عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں۔

علم غیب

غیب کی باتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عالم الغیب ہونا، صرف اللہ تعالیٰ کی شان

[1] ان روایات کیلیے صحیح بخاری اور جامع ترمذی: تفسیر سورہ نجم اور مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۴۱ دیکھو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ [۲۳/المؤمنون:۹۲] ''وہی غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے۔''

دوسری آیت میں ہے:

﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [۲۷/النمل:۶۵]

''جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں، غیب کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔''

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ پیغمبر کے خصائص میں غیب کی ساری باتوں کا جاننا بھی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے سختی کے ساتھ انکار فرمایا، فرماتی تھیں کہ ''جو تم سے یہ بیان کرے کہ آنحضرت ﷺ غیب کی باتیں جانتے تھے، وہ جھوٹا ہے۔'' استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے کرتی تھیں: 1

﴿وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ [۳۱/لقمان:۳۴]

''اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا۔''

جب کوئی نہیں جانتا تو رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کی خبر نہیں ہوگی، اس سے غیب کے کلی علم کی نفی ہوتی ہے۔

ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ چند چھوکریاں کچھ گا رہی تھیں، گاتے گاتے یہ مصرع پڑھا:

وَ فِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدِ. ''ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ نہیں! وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔'' 2

اس ارشاد سے آنحضرت ﷺ کی ذات پاک سے علم غیب کلی کے دعویٰ کی نفی ہوتی ہے۔ ہاں! البتہ اللہ تعالیٰ غیب کے بعض امور سے اپنے انبیا علیہم السلام کو اپنی مصلحت و حکمت کے مطابق مطلع فرماتا رہتا ہے۔

پیغمبر اور اخفائے وحی

پیغمبر کی نسبت یہ سوءِ ظن نہیں ہوسکتا کہ اس کو جو کچھ وحی ہوتی ہے، اس میں سے وہ کچھ چھپا لیتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو تم سے یہ بیان کرے کہ محمد ﷺ نے خدا کے احکام میں سے کچھ چھپا لیا، اور مخلوق پر ظاہر نہیں کیا، تو اسکو سچ نہ جانیو، اللہ فرماتا ہے: 3

---

1 صحیح بخاری: تفسیر سورۂ نجم۔ 2 صحیح بخاری: کتاب النکاح۔ 3 صحیح بخاری: باب قول اللہ (یا ایھا الرسول بلغ)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

﴿ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ﴾ [۵/المائدۃ:۶۷]

''اے پیغمبر! خدا کی طرف سے تجھ پر جو کچھ اترا وہ لوگوں کو پہنچا دے، اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تُو نے پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس دعوے پر ایک اور واقعہ سے استدلال کرتی ہیں، دنیا میں کوئی شخص نہیں چاہتا کہ اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ کمزوری کا بھی علیٰ رؤس الاشہاد اعلان کرے، حالانکہ قرآن مجید میں متعدد آیتیں ایسی ہیں جن میں پیغمبر کو اس کی اجتہادی خطاؤں پر تنبیہ کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا، جہلائے عرب کے نزدیک سخت اعتراض کے قابل تھا، اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں بتصریح مذکور ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی کسی وحی کو چھپا سکتے، تو اس آیت کو ضرور چھپا دیتے۔ [1] (تاکہ جاہلوں کو اعتراض کا موقع نہ ملے)

﴿وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَ تَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ.﴾ [۳۳/الاحزاب:۳۷]

''اور جب تم اس شخص سے (زید سے) کہہ رہے تھے، جس پر خدا نے احسان کیا اور تم نے احسان کیا کہ اپنی بیوی اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرو، اور دل میں تم وہ چھپائے ہو، جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے۔ تم لوگوں سے ڈرتے ہو، حالانکہ خدا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو۔''

حالانکہ ایسا نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ وحی آئی وہ سب بے کم و کاست آپ نے تمام مسلمانوں پر ظاہر فرما دی۔

انبیا علیہم السلام معصوم ہیں

سورۂ یوسف میں ایک آیت ہے جس کی قرأت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے ہیں: [2]

﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا﴾ [۱۲/یوسف:۱۱۰]

---

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۳۳۔ [2] صحیح بخاری: تفسیر سورۂ یوسف۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''پیغمبروں نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹ وعدہ کیا گیا۔''

یعنی خدا نے ان سے جھوٹا وعدہ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک شاگرد نے پوچھا: کیا یہ صحیح ہے؟ فرمایا:

((مَعَاذَ اللهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنَّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا.))

''معاذ اللہ! پیغمبر خدا کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ''كُذِّبُوا'' پڑھتی تھیں، یعنی وہ اپنی قوم کی طرف سے جھٹلائے گئے [1] یعنی جب عذاب الٰہی آنے میں دیر ہوئی تو ان کو ڈر ہوا کہ کہیں کفار ان کو عذاب الٰہی کے آنے کی پیشین گوئی کرنے میں جھوٹا نہ سمجھیں، لیکن اس مایوسی کے قریب ہونے کے بعد ہی عذاب الٰہی آ جاتا ہے، کفار ہلاک ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی نصرت ہوتی ہے۔

معراجِ روحانی

بعض روایتوں کے مطابق اس امر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی؟ بیداری میں ہوئی تھی یا خواب میں! قرآن مجید نے اس کو رؤیا کہا ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ [۱۷/ اسراء: ۶۰]

''اور ہم نے تجھ کو جو خواب دکھایا، وہ نہیں دکھایا، لیکن اس لیے کہ وہ لوگوں کے لیے آزمائش ہو۔''

قرآن مجید نے دوسری جگہ اس کو رویتِ قلب کہا ہے:

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى.﴾ [۵۳/ النجم: ۱۱]

''قلب نے جو کچھ دیکھا اس میں وہ جھوٹ نہیں بولا۔''

صحاح کی ایک روایت میں یہ تصریح ہے کہ آپ اس وقت ''بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ'' یعنی کچھ سوتے کچھ جاگتے تھے۔ ایک روایت میں معراج کے تمام مشاہدات وواقعات کے ذکر کے بعد آخری لفظ ہے، فَاسْتَيْقَظْتُ ''پھر میں جاگ پڑا۔'' ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معراج روحانی کی قائل تھیں، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ وَحَدَّثَنِيْ بَعْضُ اٰلِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَتْ تَقُوْلُ مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلٰكِنْ اُسْرِيَ بِرُوْحِهٖ. [2]

''ابن اسحاق نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ایک آدمی نے مجھ سے

[1] صحیح بخاری: آخری تفسیر سورۂ یوسف۔ [2] سیرۃ ابن ہشام: ذکر الاسراء۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ آپ کا جسم گم نہیں پایا گیا بلکہ ان کی روح کو فرشتے لے گئے۔"

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے [1] اور قسطلانی نے حرفاً حرفاً اسی کو نقل کر دیا ہے کہ معراج، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لڑکپن کا واقعہ ہے، اس وقت تک وہ آپ کے حبالۂ نکاح میں بھی نہیں آئی تھیں بلکہ ایک روایت کے مطابق وہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں، اس لیے یہ روایت صحیح نہیں، قاضی عیاض کا یہ اصول تنقید اگر صحیح ہے تو ہم کو بہت سی ایسی حدیثوں سے دستبردار ہونا پڑے گا، جن کا نقطہ نقطہ خود ان کے نزدیک اور جمہور محدثین کے نزدیک صحیح ہے، لیکن وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس زمانہ سے متعلق ہیں، جب وہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں، آغاز وحی کے حالات، صحاح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی نے مفصل بیان نہیں کیے، بلکہ انہی کی روایت پر ان واقعات کے تفصیلی علم کا دارومدار ہے۔ اس لیے روایت معراج سے زیادہ خود یہی روایت آغازِ وحی اس دائرہ تنقید کے اندر ہے کہ وہ بالیقین اس وقت تک پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں اور معراج کا واقعہ تو اس کے کئی برس بعد پیش آیا ہے۔

اصل یہ ہے جیسا کہ زرقانی ابن وحیہ اور ابن سریح نے تصریح کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ثابت ہی نہیں، [2] ابن اسحاق جو اس کے راوی ہیں، خود بعض محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، پھر اپنے راوی کا وہ نام نہیں بتاتے، خاندانِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کہتے ہیں۔ وہ راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیتا ہے، حالانکہ اس کے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کم از کم ایک راوی اور چاہیے، اس لیے یہ روایت حجت کے قابل ہی نہیں۔

الصحابۃ عدول

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تمام تر عدول، ثقہ اور مامون تھے، تا آنکہ کسی خاص شخص کی نسبت کوئی بات عدالت و ثقاہت کے خلاف ثابت نہ ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خانہ جنگیوں میں اہل مصر و عراق اور اہل شام ایک دوسرے کے حامی اور طرف دار صحابہ رضی اللہ عنہم کو لعن وطعن کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو حکم الٰہی کے خلاف سمجھا اور اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا، فرمایا:

---

[1] خفاجی علی الشفاء: جلد۲، ص۳۰۴۔ [2] زرقانی: جلد۶ ص۵۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

((یَا ابْنَ اُخْتِیْ اُمِرُوْا اَنْ یَسْتَغْفِرُوْا لِاَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَسَبُّوْا)) [1]

''اے بھانجے! حکم دیا گیا تھا کہ رسول کے اصحاب کے لیے رحمت کی دعا کریں تو یہ لوگ گالی دیتے ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط کیا، جو مہاجرین وانصار کی تعریف کے سلسلہ میں ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْ مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ [۵۹/الحشر:۱۰]

''اور ان (صحابہ) کے بعد جو نسل آئے، وہ کہے کہ خداوندا ہم کو معاف کر اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے ساتھ کینہ نہ پیدا کر، اے ہمارے پروردگار تو مہربان اور رحیم ہے۔''

ترتیب خلافت

مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں ان سے فرمایا کہ ''ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے باپ اور اپنے بھائی کو بلوا بھیجو تا کہ میں لکھ دوں، مجھے ڈر ہے کہ کوئی آرزومند (خلافت) یہ کہے کہ میں مستحق ہوں، حالانکہ اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی اور کو نہیں چاہتے۔'' اسی کتاب میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک عزیز شاگرد ابن ابی ملیکہ نے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ خود کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے؟ فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کو'' پوچھا: ان کے بعد؟ جواب دیا: ''عمر رضی اللہ عنہ کو'' سوال کیا پھر؟ کہا ''ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو'' اس کے بعد چپ ہو گئیں۔ [2]

عذاب قبر

قرآن مجید میں قبر کے ساتھ عذاب کا ذکر نہیں، البتہ برزخ (یعنی موت کے بعد اور قیامت سے پہلے) عذاب کا ذکر ضرور ہے، لیکن اس سے قبر میں عذاب ہونے کی طرف بتصریح ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ چنانچہ معتزلہ اس کے اب تک منکر ہیں۔

[1] صحیح مسلم: آخر کتاب التفسیر۔ [2] صحیح مسلم: فضائل ابی بکر۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسلام میں اس مسئلہ کی تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ذات سے ہوئی۔ دو یہودی عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئیں۔ باتوں باتوں میں انہوں نے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ بالکل نئی آواز تھی، سن کر چونک پڑیں، انکار کیا کہ قبر میں عذاب نہ ہوگا، پھر تسکین نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دریافت کیا۔ فرمایا: سچ ہے، 1 پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی دعاؤں کو غور سے سنا، تو دیکھا کہ عذاب قبر سے بھی پناہ مانگتے تھے، پہلے ان کی گویا ادھر توجہ نہیں ہوئی تھی۔

سماعِ موتیٰ

مُردے سنتے ہیں یا نہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال اس میں مختلف ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سماع کے قائل ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی منکر ہیں۔ ان کا انکار صرف قیاس و عقل پر مبنی نہیں بلکہ وہ اپنے اس دعویٰ پر آیاتِ ذیل سے ثبوت پیش کرتی ہیں: 2

① ﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ [۲۷/ النمل: ۸۰]

"اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! تو مُردوں کو اپنی بات نہیں سُنا سکتا۔"

② ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ [۳۵/ فاطر: ۲۲]

"اور نہ ان کو سُنا سکتا ہے جو قبروں میں ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مُردے موت کے بعد سماعت سے محروم ہیں۔ اِلّا یہ کہ بعض خاص حالات میں ان کو کوئی خاص آواز سنا دی جائے۔

علم اسرار الدین

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شریعت کے سارے احکام مصلحتوں پر مبنی ہیں، لیکن ان مصلحتوں پر بندوں کا مطلع ہونا ضروری نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ان مصلحتوں کا بیان بھی فرما دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے احکام کے بہت سے مصالح خود بتائے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام دیے ان کی مصلحتیں کبھی خود ظاہر فرما دی ہیں اور کبھی کسی نے پوچھا ہے تو بتا دیا ہے۔ صحابہ میں جو لوگ شریعت کے راز داں تھے، وہ بھی ان نکتوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ حضرت شاہ

1 صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر۔ 2 صحیح بخاری: غزوۂ بدر۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے علم اسرار شریعت میں ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے نام سے جو کتاب تصنیف کی ہے۔ اس میں اس سوال کا جواب کہ جب سلف نے اسرار شریعت کے ساتھ اعتنا نہ کیا، تو تم کیونکر کر سکتے ہو، یہ جواب دیا ہے:

قُلْنَا لَا يَضُرُّ عَدَمُ تَدْوِيْنِ السَّلَفِ اِيَّاهُ بَعْدَمَا مَهَّدَ النَّبِيُّ ﷺ اُصُوْلَهُ وَ فَرَّعَ فُرُوْعَهُ وَ اقْتَفٰى اَثَرَهُ فُقَهَاءُ الصَّحَابَةِ كَاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ وَ عَلِيٍّ وَ كَزَيْدٍ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ عَائِشَةَ وَ غَيْرِهِمْ بَحَثُوْا عَنْهُ وَ اَبْرَزُوْا وُجُوْهًا مِنْهُ.

''ہم کہتے ہیں کہ سلف کا اس علم کا مدون نہ کرنا ہمارے دعویٰ کو مضر نہیں جب کہ خود آنحضرت ﷺ نے اس کے اصول وفروع ممہد فرمائے اور فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ نے آپ کی اس میں تقلید کی ان امور کی تحقیق اوران کے وجوہ ظاہر کیے۔'' [مقدمہ]

اگر مجھ پر بیرو پرستی کا الزام نہ قائم کیا جائے تو شاہ صاحب کی فہرست میں آخر کے بجائے سب سے اول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لکھ دوں، اس سے مقصود یہ نہیں کہ ان کو دو پہلے بزرگوں سے اسرار شریعت کی زیادہ واقفیت تھی، بلکہ یہ ہے کہ انہوں نے ان سر بمہر خزانوں کو سب سے زیادہ وقف عام کیا۔ چنانچہ اس دعویٰ کی دلیل احادیث کے اوراق اور صفحات ہیں۔

اوپر گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں عورتیں بے تکلف مسجدِ نبوی ﷺ میں آتی تھیں اور جماعت کی نماز میں مردوں اور بچوں سے پیچھے ان کی صف ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کا بھی تاکیدی حکم تھا کہ ان کو آنے سے روکا نہ جائے، لیکن عہد نبوت کے انقضاء کے بعد مال ودولت کی فراوانی اور غیر قوموں کے اختلاط نے ان کی سادگی، بے تکلفی اور پاکیزہ نفسی کو باقی نہ رکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ''اگر آج آنحضرت ﷺ زندہ ہوتے اور عورتوں نے اب جو جدتیں پیدا کرلی ہیں، ان کو وہ دیکھتے تو ان کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔'' [1] یہ ایک جزئی واقعہ ہے، لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک شریعت کے احکام مصالح اور اسباب پر مبنی ہیں اوران کے بدلنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔

[1] صحیح بخاری: باب خروج النساء الی المساجد۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک دفعہ ایک صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے آئے، اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بھاوج کا دودھ پیا تھا، انہوں نے اجازت نہ دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو واقعہ عرض کیا، فرمایا تم کو اجازت دے دینی تھی، عرض کی اس کے بھائی نے مجھ کو دودھ نہیں پلایا، اس کے بھائی کی بیوی نے پلایا (یعنی بھاوج اور دیور میں کوئی نسبتی تعلق نہیں ہے، جو حرمت ثابت ہو) آپ نے فرمایا: نہیں وہ تمہارا اچھا ہوا۔ [1] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ احکام کے اندر مصالح عقلی کو بھی تلاش کرتی تھیں۔

اب ہم ذیل میں ان مسائل کو لکھتے ہیں، جن کے اسرار و حقائق احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ظاہر کیے ہیں۔ گو ہم نے اس کے لیے حدیث کی تمام کتابوں کا استقصاء کرلیا ہے، تاہم ممکن ہے کہ بہت سی باتیں رہ گئی ہوں۔ **والکمال للہ وحدہ.**

قرآن مجید کی ترتیبِ نزول

مقام نزول کے لحاظ سے قرآن مجید کے دو حصے ہیں، مکی اور مدنی۔ یعنی ایک قرآن مجید کا وہ حصہ جو مکہ میں نازل ہوا، اور دوسرا جو ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوا یہ دونوں ٹکڑے معنوی خصوصیات کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ گو عام لوگوں کو اس کا مطلق احساس نہیں ہوتا۔ لیکن جو لوگ عربی زبان پر عبور کامل رکھتے ہیں اور اس کے رموز سے واقف ہیں وہ صرف سورہ کے الفاظ کو سن کر فیصلہ کرسکتے ہیں کہ مکی سورہ ہے یا مدنی۔ ان دونوں میں جلی امتیازات حسب ذیل ہیں:

مکی سورتیں	مدنی سورتیں
زیادہ تر پُر جوش اور جذبات سے بھری ہوئی ہیں۔	ٹھوس اور عمیق ہیں۔
الفاظ پُر عظمت اور شاندار ہوتے ہیں۔	قانونی الفاظ ہوتے ہیں۔
زیادہ تر نصائح، مواعظ، توحید، ذکر، قیامت اور آیاتِ حشر و نشر پر مشتمل ہیں۔	احکام اور قوانین پر مشتمل ہیں۔
ان میں اکثر قافیوں کا لحاظ رکھا گیا ہے اور قافیے بھی چھوٹے۔	عموماً قافیوں کا لحاظ کم ہے اور اگر کہیں ہے تو بڑے بڑے قافیے۔
ان میں یہود و نصاریٰ سے مناظرہ نہیں، سیدھی	یہود و نصاریٰ سے بکثرت مناظرے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم: باب الرضاعۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مکی سورتیں	مدنی سورتیں
سیدھی باتیں ہیں۔	
ان میں اعمال وعبادات کا مطالبہ کم تر ہے،	زیادہ تر ان میں اعمال وعبادات کا مطالبہ ہے۔
عقائد کی بحث ہے۔	
جہاد کا ذکر نہیں بلکہ صرف دعوت وتبلیغ اور نرمی کلام کا	دعوت وتبلیغ کے ساتھ جہاد کا حکم ہوتا ہے۔

اس فرق وامتیاز کے اکتشاف پر یورپ کے علمائے مستشرقین کو بڑا ناز ہے، لیکن انہیں خبر نہیں کہ رازدار ومحرمِ نبوت رضی اللہ عنہا آج سے ۱۳۳۵ برس پہلے اس سرّ مکتوم کو علی الاعلان فاش کر چکی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے:

اِنَّمَا نَزَلَ اَوَّلَ مَانَزَلَ مِنْهُ سُوْرَةٌ مِّنَ الْمُفَصَّلِ فِيْهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حَتّٰى اِذَا ثَابَ النَّاسُ اِلَى الْاِسْلَامِ ثُمَّ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوْنَزَلَ اَوَّلَ شَيْءٌ لَا تَشْرَبُوْا الْخَمْرَ لَقَالُوْا لَانَدَعُ الْخَمْرَ اَبَدًا وَ لَوْ نَزَلَ لَا تَزْنُوْا لَقَالُوْا لَانَدَعُ الزِّنَا اَبَدًا لَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاِنِّيْ لَجَارِيَةٌ اَلْعَبُ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ﴾ [القمر:۴۶] وَ مَا نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ اِلَّا وَاَنَا عِنْدَهُ۔ [1]

’’قرآن کی جو سب سے پہلے سورہ نازل ہوئی وہ مفصل کی سورہ ہے جس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے، یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو پھر حلال وحرام اترا، اگر پہلے ہی یہ اترتا کہ شراب مت پیو۔ لوگ کہتے کہ ہم شراب ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور اگر یہ اترتا کہ زنا نہ کرو تو کہتے کہ ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے۔ مکہ میں جب میں کھیلتی تھی، تو یہ اترا (ان کے وعدہ کا وقت قیامت ہے اور قیامت نہایت سخت اور تلخ چیز ہے) سورۂ بقرہ ونساء جب اتری تو میں آپ کی خدمت میں تھی۔‘‘

مقصود یہ ہے کہ اسلام نے اپنا اصول یہ رکھا کہ آہستہ اور رفتہ رفتہ وہ اپنی تعلیم کا دائرہ وسیع کرتا ہے۔ اسلام ایک جاہل قوم میں آیا، پہلے خطیبانہ اور موثر طریقۂ ادا سے ان کو جنت اور دوزخ کا ذکر سنایا گیا، جب لوگ اس سے متاثر ہوئے تو اسلام کے احکام، قوانین اور اوامر ونواہی

[1] بخاری: کتاب التفسیر، باب تالیف القرآن، رقم: ۴۹۹۳۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نازل ہوئے۔ زنا اور شراب خوری وغیرہ عاداتِ بد کے ترک کا اگر پہلے دن مطالبہ کیا جاتا تو اس آواز کو کون سنتا؟ زبان اور طرزِ ادا کا فرق، معانی اور مطالب کے فرق کی بنا پر ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ایک موعظت و نصیحت کی کتاب کی اور قانونِ تعزیرات کی زبان ایک ہو سکتی ہے۔ سورۂ بقرہ اور نساء جس کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ مدینہ میں نازل ہوئیں، مدینہ میں یہود و نصاریٰ تھے، اس لیے ان میں ان سے مناظرات ہیں اور چونکہ اسلام کی دعوت یہاں کام کر چکی تھی، اس لیے ان میں احکام نازل ہوئے اور احکام و قانون کی زبان کی بنا پر ان میں قافیے کم ہیں، اور سورۂ قمر کے نزول کو مکہ میں بتاتی ہیں، اس میں قیامت کا ذکر ہے کہ آغاز اسلام تھا، مشرکین کی تردید ہے کہ وہاں انہی سے سابقہ تھا، چھوٹے چھوٹے قافیے ہیں کہ ان سے عبارت میں رقت اور تاثیر پیدا کرنا مقصود تھا۔ الغرض مکی اور مدنی سورتوں میں فرق، حالات کے اختلاف کی بنا پر ہے اور حالات کے اختلاف سے زبان تعبیر اور طرزِ ادا میں فرق ہے۔

مدینہ میں اسلام کی کامیابی کا سبب

یہ ایک ایسا تاریخی سوال ہے کہ جس کی نسبت یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ بیسویں صدی عیسوی سے پہلے تاریخ نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ وہ اس قسم کے سوالات پیدا بھی کر سکے۔ آج کل بڑے بڑے مصنفین اور اربابِ قلم جب ان عقدوں کو حل کرتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ آسمان کے تارے توڑ رہے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا تھا اس کی نگاہ سے یہ نکتہ پوشیدہ نہ تھا۔ مخالفتوں کے ہجوم میں اسلام کی ترقی قدرتِ الٰہی کا ایک معجزہ ہے، لیکن ضروری نہیں کہ معجزہ اسبابِ عادی کے بغیر ہی ظہور پذیر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے فضل سے کسی شے کے ہونے کے مختلف اسباب کو ایک وقتِ مناسب میں مہیا اور مجتمع کر دینا بھی تو معجزہ ہے، جو دنیا میں ہر کام کو میسر نہیں آتا ورنہ اس عالمِ امکان میں کوئی تحریک کبھی ناکامیاب نہ ہوتی۔ حالانکہ ہزاروں تحریکیں ہیں جو عدم اسباب کی بنا پر سرسبز نہیں ہوتیں۔

اسلام کے ظہور سے پہلے مدینہ کے قبائل باہم خانہ جنگیوں میں مصروف تھے۔ ان لڑائیوں میں ان قبائل کے اکثر اربابِ ادّعا قتل ہو گئے اور یہی لوگ ہمیشہ ہر تحریک کے مانع ہوتے ہیں کہ اس سے ان کی پوزیشن کو صدمہ پہنچتا ہے۔ انصار ان لڑائیوں سے اس قدر چور ہو گئے تھے کہ اسلام آیا تو سب نے اس کو رحمت سمجھا اور چونکہ اربابِ ادعا کا طبقہ مفقود ہو چکا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا اس لیے ان کی راہ میں کسی نے موانع پیدا نہیں کیے، اس طریقے سے خدائے پاک نے اسلام کی ترقی کے راستے مدینہ میں صاف کر دیے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَ قُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوْا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ فِيْ دُخُوْلِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ.)) [1]

''جنگ بعاث وہ واقعہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے پہلے سے پیدا کر دیا تھا، آنحضرت ﷺ مدینہ آئے تو ان کی جمعیت منتشر ہوگئی تھی اور ان کے سردار مارے جا چکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے ان کے اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہ واقعہ پہلے ہی سے مہیا کر دیا تھا۔''

جمعہ کے دن نہانا

جمعہ کے دن غسل واجب ہے، اس وجوب کا سبب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سننا چاہیے:

((كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَ هُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَوْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا.)) [2]

''لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کی باہر کی آبادی سے جمعہ کی نماز میں آ کر شریک ہوتے تھے، گرد و غبار میں اَٹے ہوتے تھے، پسینہ چلتا تھا۔ ان میں سے ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا، آپ میرے یہاں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: اس دن کے لیے تم نہا لیتے۔''

سفر میں دو رکعت نماز

وہ نمازیں جو چار رکعت ہیں قصر کی حالت میں صرف دو رکعتیں ادا کی جاتی ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ چار میں سے دو سہولت کی خاطر ساقط کر دی گئی ہیں، لیکن اصل واقعہ سنو، فرماتی ہیں:

---

[1] بخاری: کتاب مناقب الانصار، باب القسامة فی الجاهلیة، رقم: ۳۸۴۶۔

[2] بخاری: کتاب الغسل۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

((فُرِضَتِ الصَّلٰوۃُ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِیُّ ﷺ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَتُرِکَتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ عَلَی الْاُوْلٰی.)) [بخاری: باب الہجرت]

''مکہ میں دو دو رکعتیں نماز فرض تھیں، جب آپ نے ہجرت فرمائی تو چار فرض کی گئیں اور سفر کی نماز...... اپنی حالت پر چھوڑ دی گئی۔''

نماز صبح اور نماز عصر کی بعد نماز پڑھنے کی ممانعت

احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عصر کی اور صبح کی نماز پڑھ لینے کے بعد پھر کوئی نماز یعنی نفل وسنت بھی جائز نہیں، بظاہر اس ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ عبادت کا تو خدا نے ہر وقت حکم دیا ہے، یہ حیرت اور استعجاب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دور فرماتی ہیں:

((وَهَمَ عُمَرُ اِنَّمَا نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلٰوۃِ اَنْ یُّتَحَرّٰی طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَ غُرُوْبَهَا.)) [مسند احمد: جلد ۶، ص ۱۲۴]

''عمر رضی اللہ عنہ کو وہم ہوا، آپ ﷺ نے نماز سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کے وقت کو تاک کر نماز پڑھے۔''

یعنی آفتاب پرستی کا شبہ نہ ہو، یا آفتاب پرستوں کے ساتھ وقتِ عبادت میں تشابہ کا گمان نہ ہو۔ اسی قسم کی روایتیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی بخاری میں مروی ہیں۔

بیٹھ کر نماز پڑھنا

آنحضرت ﷺ کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نوافل بیٹھ کر بھی ادا فرماتے تھے۔ اسی لیے بعض لوگ کسی عذر کے بغیر بھی بیٹھ کر نفل پڑھنا مستحب سمجھتے تھے، حالانکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے سے آدھا ہے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے؟ جواب دیا:

حِیْنَ حَطَمَهُ النَّاسُ.

''جب لوگوں نے آپ کو توڑ دیا۔'' (یعنی آپ کمزور ہو گئے)

دوسری روایت میں ہے:

((مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقْرَءُ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ جَالِسًا قَطُّ حَتّٰی دَخَلَ فِی السِّنِّ.))

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں نے کبھی آپ کو تہجد کی نماز بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا۔ لیکن ہاں! جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی۔''

یہ دونوں روایتیں ابوداؤد، (باب صلوٰۃ القاعد) میں ہیں، مسلم میں بھی (باب صلوٰۃ اللیل) اسی قسم کی روایتیں ہیں، ایک روایت ہے:

((قَالَتْ لَمَّا بَدَّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ ثَقُلَ كَانَ اَكْثَرُ صَلَاتِهٖ جَالِسًا.))

''جب آپ کا بدن بھاری ہوگیا تو آپ اکثر نفل بیٹھ کر پڑھنے لگے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے بحالتِ عذر نصف ثواب پر قناعت فرمائی ہے، اب جن کی نظر ثواب کی قلت و کثرت پر ہے، وہ تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو اچھا سمجھتے ہیں، لیکن جو محبت کے آشنا ہیں، وہ ثواب کی کثرت پر محبوب کی اتباع کو اہمیت دیتے ہیں، اس لیے گو ان کو ان نفلوں کے بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب کم ملے گا مگر ان کی تلافی اتباعِ محبوب کے ثواب سے ان شاء اللہ تعالیٰ پوری ہو جائے گی۔

مغرب میں تین رکعتیں کیوں ہیں؟

ہجرت کے بعد نمازوں میں جب دو رکعتوں کے بجائے چار رکعتیں ہوگئیں، تو مغرب میں تین رکعتیں کیوں رہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا جواب دیتی ہیں:

((اِلَّا الْمَغْرِبَ فَاِنَّهَا وِتْرُ النَّهَارِ.)) [مسند احمد: جلد۶ ص۲۴۱]

''مغرب کی رکعتوں میں اضافہ نہ ہوا کیونکہ وہ دن کی نماز وتر ہے۔''

جس طرح رات کی نمازوں میں تین رکعتیں وتر کی ہیں، اسی طرح یہ دن کی نمازوں میں وتر کی تین رکعتیں ہیں۔

صبح کی نماز دو ہی رکعت کیوں رہی؟

صبح کی نماز میں تو اطمینان زیادہ ہوتا ہے اس میں اور رکعتیں زیادہ ہونی چاہئیں، فرماتی ہیں:

وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ لِطُوْلِ قِرَاَتِهِمَا. [مسند احمد: جلد۶ ص۲۴۱]

''نماز فجر میں بھی رکعتوں کا اضافہ نہ ہوا کیونکہ صبح کی دونوں رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔''

صبح کی نماز میں مخصوص طور سے شریعت نے خشوع و خضوع کا لحاظ زیادہ رکھا ہے، بار بار کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اٹھنے بیٹھنے سے اس میں فرق آتا ہے، اس لیے کمیت کے بجائے اس میں کیفیت کا اضافہ کر دیا گیا، یعنی رکعتوں کی تعداد تو وہی رہی، لیکن قرأۃ لمبی کر دی گئی۔

صوم عاشورا کا سبب

روزِ عاشورا یعنی دسویں محرم کو اہل جاہلیت روزہ رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت میں اس دن روزہ رکھتے تھے، اسلام آیا تو بھی یہ روزہ واجب رہا، [1] رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس روزہ کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی قسم کی روایت احادیث میں مذکور ہے، لیکن یہ وہ بیان نہیں کرتے کہ جاہلیت میں اس دن کیوں روزہ رکھا جاتا تھا، اس کا سبب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ اَنْ يُّفْرَضَ رَمَضَانُ وَ كَانَ يَوْمٌ تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ. [2]

[1] بخاری، مسلم ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اس سے مختلف ہے وہ کہتے ہیں کہ جب آپ مدینہ آئے تو یہودیوں کو دیکھا کہ اس دن روزہ رکھتے ہیں، سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ چونکہ اس دن خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتح عطا کی تھی، اس کی یادگار میں یہود اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا، تو پھر میں اس روزہ رکھنے کا زیادہ مستحق ہوں، چنانچہ آپ نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی بخاری میں ایک اسی قسم کی روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث موطا، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی اور مسند احمد میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تائید میں ہے۔ معجم کبیر طبرانی میں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی تائید میں ہے، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہود کی مخالفت کرنی چاہیے، وہ دس کو روزہ رکھتے ہیں، ہم آئندہ نو کو بھی روزہ رکھیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پر تین اسباب سے ترجیح رکھتی ہے، روایات کی کثرت، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تائید اور قیاس کا اقتضاء یعنی اگر عاشورا کے دن آپ یہود کی پیروی میں روزہ رکھتے تو پھر مخالفت کے اظہار کی کیا حاجت تھی، بہر حال دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ مکہ میں اہل جاہلیت اس دن روزہ رکھتے تھے آپ بھی رکھتے ہوں گے اسی دن یہود بھی روزہ رکھتے تھے، اتفاقاً دونوں کی تاریخیں تھیں۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو بھی روزہ سے پایا، آپ نے بھی حسب دستور روزہ رکھا، یہود کی تقلید منظور نہ تھی اس لیے مسلم اور ابوداؤد میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آپ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ اس دن کی بڑی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آئندہ سال نو تاریخ کو روزہ رکھیں گے لیکن آئندہ سال آپ زندہ نہ رہے۔ آخر ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے حالانکہ حدیث کی اکثر کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱ھ میں آپ نے صوم عاشورا کا حکم دیا تھا نو تاریخ کو روزہ رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ دس کے ساتھ نو کو بھی روزہ رکھیں گے، یعنی نو اور دس دونوں تاریخوں میں۔ [2] مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۴۴.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

”رمضان کی فرضیت سے پہلے قریش عاشورا کے دن کا روزہ رکھتے تھے۔ اس روز کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا۔“

پورے رمضان میں آپ ﷺ نے تراویح کیوں نہ پڑھی؟

آپ رات کو جو نمازیں پڑھا کرتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی ان سے تحقیقی طور سے واقف نہ تھا۔ [1] وہ کہتی ہیں کہ آپ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی تیرہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ رمضان میں آپ ﷺ نے ایک دن مسجد میں تراویح کی نماز پڑھی، آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر کچھ اور لوگ بھی شریک ہوگئے، دوسرے دن اور زیادہ مجمع ہوا، تیسرے دن بھی لوگ جمع ہوئے۔ چوتھے دن اتنا مجمع ہوا کہ مسجد میں جگہ نہ رہی، لیکن آپ باہر تشریف نہ لائے، لوگ انتظار کرکے مایوس ہوکر واپس چلے گئے، صبح کو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

((اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ شَأْنُكُمُ اللَّيْلَةَ لٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ فَتَعْجِزُوْا.)) [2]

”آج شب کو تمہاری حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی، لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے اور تم اس کی ادا سے قاصر رہو۔“

لیکن آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب کہ فرضیت کا گمان جاتا رہا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے مواظبت کے ساتھ اس کو ادا فرمایا، اب جن کی نظر اصل حدیث پر ہے، وہ اس کو مستحب ہی سمجھتے ہیں، لیکن جنہوں نے صحابہ کی پیروی کی، انہوں نے اس کو سنت موکدہ قرار دیا۔

حج کی حقیقت

ناواقف اعتراض کرتے ہیں کہ حج کے تمام ارکان مثلاً طواف کرنا، بعض مقامات پر دوڑنا، کہیں کھڑا ہونا، حج میں کہیں ٹھہرنا، کہیں کنکری پھینکنا، ایک بے سود عمل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَ رَمْيُ الْجِمَارِ لِاِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.))

---

[1] صحیح مسلم: باب صلوۃ اللیل۔ [2] بخاری: کتاب الجمعہ، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء اما بعد، رقم: ۹۲۴۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''خانہ کعبہ، صفا اور مروہ کا طواف، کنکریاں پھینکنا تو صرف اللہ تعالیٰ کی یاد قائم کرنے کے لیے ہے۔''

یعنی اصل مقصود یہ اعمال نہیں ہیں، بلکہ یادالٰہی کے مقامات ہیں، اور قرآن سے اشارہ پایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں یہ بھی ایک طرزِ عبادت تھا، حج جو یادگارِ ابراہیمی ہے۔ اس میں وہی پہلا طرز عبادت باقی رکھا گیا، جس کو ہر مستطیع مسلمان کو عمر بھر میں ایک دفعہ ادا کرنا ضروری ہے۔

وادی محصب میں قیام

مکہ معظّمہ کے پاس محصب نام ایک وادی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام حج میں وہاں قیام فرمایا تھا، آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی یہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ محصب میں قیام کو بھی اعمال حج کے مسنونات میں سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو سنت نہیں سمجھتی تھیں، اور یہاں قیام نہیں کرتی تھیں۔ فرماتی تھیں:

((اِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَنَّهُ كَانَ مَنْزِلًا اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهٖ.))

''آپ نے یہاں صرف اس لیے پڑاؤ ڈالا تھا کہ یہاں سے نکلنے میں آسانی ہوتی تھی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو رافع بھی اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں۔ [1]

قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے کی ممانعت

ایک دفعہ آپ نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس حکم کو دائمی سمجھتے تھے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ یہ وقتی اور فوری حکم تھا، لیکن اس فوری حکم کی علت حقیقی ہم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نے بتائی، ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کو آنحضرت رضی اللہ عنہ نے حرام کیا ہے؟ فرمایا:

---

[1] یہ چاروں روایتیں مسلم استحباب النزول بالمحصب میں ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مسند احمد جلد ۶، ص ۱۹۰ میں موجود ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

((لَا وَلٰکِنْ لَّمْ یَکُنْ یُضَحِّیْ مِنْھُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ فَفَعَلَ ذٰلِکَ لِیُطْعِمَ مَنْ ضَحّٰی مَنْ لَّمْ یُضَحِّ.)) [1]

''نہیں! اس زمانہ میں کم لوگ قربانی کر سکتے تھے۔ اس لیے آپ نے یہ حکم دیا تا کہ جو قربانی کریں وہ ان کو کھلائیں جنہوں نے قربانی نہیں کی ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی حدیث امام مسلم نے جزئی صورت میں بیان کی ہے یعنی یہ کہ ایک سال مدینہ کے آس پاس کے دیہاتوں میں قحط پڑا۔ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا اور دوسرے سال جب قحط نہیں رہا، منسوخ فرما دیا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔ [2]

تعمیر کعبہ اور بعض اعمال حج

کعبہ کی ایک طرف کی دیوار کے بعد کچھ جگہ چھوڑی ہوئی ہے، اس کو حطیم کہتے ہیں۔ طواف میں حطیم بھی اندر داخل کر لیتے ہیں، ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جو حصہ کعبہ کے اندر داخل نہیں، اس کو طواف میں کیوں شامل کرتے ہیں، ممکن ہے کہ اور صحابہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس راز کی عقدہ کشائی چاہی ہو، لیکن کتب حدیث کی موجودہ خاموش مجالسِ درس میں اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی کی زبان گویا نظر نہیں آتی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دیواریں بھی خانہ کعبہ میں داخل ہیں؟ ارشاد ہوا ''ہاں!'' عرض کی کہ پھر بناتے وقت لوگوں نے ان کو اندر کیوں نہیں کر لیا؟ فرمایا: تمہاری قوم کے پاس سرمایہ نہ تھا، اس لیے اتنا کم کر دیا۔ پھر عرض کی کہ اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں رکھا فرمایا: یہ اس لیے کہ تا کہ وہ جس کو چاہیں اندر جانے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اگر عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسی لیے ادھر کے دونوں رکنوں کو بوسہ نہیں دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ خانہ کعبہ اپنے اصلی اساس پر قائم نہیں ہے تو شریعت ابراہیمی کے مجدد کی حیثیت سے آپ کا فرض تھا کہ اس کو ڈھا کر نئے سرے سے تعمیر کریں۔ یہ شبہ نہ تھا، جو جانشین ابراہیم سے پوشیدہ ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ! تیری قوم اگر کفر کے زمانہ سے قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا کر

---

[1] مسند احمد: جلد ۶، ص ۱۰۲۔

[2] یہ دونوں حدیثیں مع حدیث ماقبل متعلق قربانی کے مسلم کتاب الذبائح دیکھیے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اساس ابراہیمی پر تعمیر کراتا۔" 1 یعنی چونکہ عام اہلِ عرب ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں، ایسا نہ ہو کہ وہ اس سے بھڑک جائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر اگر کسی شرعی کام کی تعمیل میں تاخیر کی جائے تو قابلِ ملامت نہیں، بشرطیکہ شریعت نے اس کام کی فوری تعمیل کا علی الاعلان مطالبہ نہ کیا ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی روایت کے مطابق آپ کے بھانجے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کعبہ کو ڈھا کر اصل ابراہیمی بنیاد پر قائم کیا۔ عبدالملک نے جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا تو یہ سمجھ کر کہ یہ فعل ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے اجتہاد سے کیا تھا، ڈھا کر پھر قدیم ہیئت پر اس کو بنوا دیا۔ لیکن جب اس کو ثقات کی روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ام المؤمنین کی روایت کے مطابق اس کی تعمیر ہوئی تھی تو اپنی اس حرکت پر اس کو سخت ندامت ہوئی۔ 2

سوار ہو کر طواف کرنا

حجۃ الوداع میں سواری پر بیٹھ کر آپ نے طواف کیا تھا، اس سے لوگوں کو شبہ ہوا کہ سواری پر بیٹھ کر طواف کرنا سنت ہے۔ چنانچہ بعض مجتہدین کا یہ مسلک ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص سبب سے ایسا کیا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تین صاحبوں نے اس کی تین وجہیں بتائی ہیں۔ 3 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ بیمار تھے، اس لیے سوار ہو کر طواف کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایسا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا کہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور آپ سے پوچھ سکیں، کیونکہ ہجوم کے سبب سے آپ لوگوں کو نظر نہ آتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے اس سبب سے ایسا کیا تھا کہ لوگوں کی بے انتہا بھیڑ تھی اور ہر شخص گویا اپنے کو آپ کے پاس پہنچانا چاہتا تھا، کش مکش تھی اور آپ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ لوگوں کو زبردستی ہٹایا جائے، اس لیے آپ سوار ہو گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو وجہ بتائی ہے، اس کے تسلیم کرنے میں اس لیے تردد ہے

---

1 یہ روایتیں حدیث کی اکثر کتابوں میں ہیں، لیکن میں نے خصوصیت کے ساتھ اس موقع پر مسلم باب نقض الکعبہ پیش نظر رکھی ہے۔ 2 مسلم: باب نقض الکعبہ و مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۵۷، ۲۵۳۔

3 صحیح مسلم: کتاب الحج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایتیں ہیں اور ابوداؤد میں ابن عباس کی حدیث ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ اگر آپ واقعتاً بیمار ہوتے، تو ایسا واقعہ نہ تھا جو صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوتا بلکہ اس عام مجمع میں اس کا اعلان ہو جاتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کے سبب کو اپنی اپنی فہم کے مطابق سمجھ کر ان صاحبوں نے بیان کیا ہے۔

ہجرت

آج کل ہجرت کے معنی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ کوئی اپنا گھر چھوڑ کر مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں جا کر آباد ہو جائے۔ خواہ وہ جہاں پہلے آباد تھا وہ کیسے ہی آرام اور امن و امان کا ملک ہو۔ عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ جو ائمہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں، ایک دفعہ ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور سوال کیا کہ ہجرت کی کیا حقیقت ہے؟ فرمایا:

((لَاهِجْرَةَ الْيَوْمَ، كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهٖ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَخَافَةَ اَنْ يُّفْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَالْيَوْمَ يَعْبُدُ رَبَّهٗ حَيْثُ يَشَاءُ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ.)) [1]

"اب ہجرت نہیں ہے، ہجرت جب تھی جب مسلمان اپنے مذہب کو لے کر اللہ اور اس کے رسول کے پاس ڈر سے دوڑا آتا تھا کہ اس کو تبدیل مذہب کے سبب سے ستایا نہ جائے۔ اب اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا، اب مسلمان جہاں چاہے اپنے اللہ کو پوج سکتا ہے، ہاں جہاد اور نیت کا ثواب باقی ہے۔"

اس نکتہ کے واضح ہو جانے کے بعد یہ راز کھل جاتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کیوں کہا کرتے تھے ((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ)) [2] فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں کیونکہ اس کے بعد تمام ملک میں امن و امان قائم ہو گیا تھا۔ تاہم اگر کوئی جوارِ الٰہی یا جوارِ نبوی کی نیت سے ترک وطن کر کے وہاں آباد ہو تو نیت کا ثواب ملے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ میں دفن ہونا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا تو صحابہ میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پیغمبر جہاں مرتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں، اس لیے آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جہاں آپ نے وفات پائی تھی، دفن کیا گیا۔ ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہو، تاہم یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے اور ثبوت کا محتاج ہے، اس کا اصلی سبب

---

[1] بخاری، کتاب مناقب الانصار باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم: ۳۹۰۰۔ [2] اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فتح مکہ ہو جانے کے بعد مکہ سے ہجرت کی ضرورت نہیں رہی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ ، لَوْ لَا ذٰلِکَ اَبْرَزَ قَبْرَهُ غَیْرَ اَنَّهُ خَشِیَ اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا.)) [1]

''آپ نے مرض الموت میں فرمایا۔ خدا یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) اگر یہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلے میدان میں ہوتی لیکن چونکہ اس کا خوف تھا کہ وہ بھی سجدہ گاہ نہ بن جائے (اس لیے آپ ﷺ حجرہ کے اندر دفن ہوئے)۔''

اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مزارِ مبارک کو دیواروں اور سقف (مکان کی چھت) کے اندر محفوظ رکھا جانا اب بھی کیوں ضروری ہے۔

طب، تاریخ وادب وخطابات وشاعری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں کا بیان ہے کہ تاریخ، ادب، خطابت اور شاعری میں ان کو اچھی دستگاہ حاصل تھی اور طب میں بھی ان کو کسی قدر دخل تھا، ہشام بن عروہ کی روایت ہے: [2]

((مَارَاَیْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ اَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَلَا بِفَرِیْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَّ لَا حَرَامٍ وَّلَا بِشِعْرٍ وَّلَا بِحَدِیْثِ الْعَرَبِ وَالنَّسَبِ مِنْ عَائِشَةَ.))

''میں نے قرآن، فرائض، حلال وحرام (یعنی فقہ) شاعری، عرب کی تاریخ ونسب کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ واقف کار کسی کو نہ پایا۔''

طب

عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو طب کا ماہر نہیں پایا۔''

یہ ظاہر ہے کہ عرب میں فن طب کا باقاعدہ رواج نہ تھا، عرب کا سب سے بڑا طبیب اس زمانہ میں حارث ابن کلدہ تھا اور ملک میں چھوٹے چھوٹے طبیب ومعالج تھے۔ ان کا فن طب وہی تھا جو جاہل قوموں میں رائج ہوتا ہے، کچھ جڑی بوٹیوں کے خواص معلوم ہوں گے، کچھ بیماریوں کی مجرب دوائیں معلوم ہوں

[1] صحیح بخاری: کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۹۰۔ مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۲۱۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ شعر کہتی ہیں تو میں نے مانا کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، کہہ سکتی ہیں، لیکن آپ کو طب سے یہ واقفیت کیسے ہوئی؟ فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر میں بیمار رہا کرتے تھے، اطبائے عرب آیا کرتے تھے، جو وہ بتاتے تھے میں یاد کر لیتی تھی۔ [1]

ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طبی واقفیت ویسی ہی ہوگی جیسے پہلے خاندان کی بڑی بوڑھیاں بچوں کا علاج کرتی تھیں اور کچھ اور بیماریوں کے مجرب نسخے یاد رکھتی تھیں۔ مسلمان عورتیں عموماً لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، [2] خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی جنگ احد میں مصروفِ خدمت تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہدِ مبارک میں خاتونانِ اسلام کو حسبِ ضرورت اس فن سے واقفیت تھی۔

تاریخ

عرب کے حالات، جاہلیت کے رسوم اور قبائل کے باہمی انساب کی واقفیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی بیٹی تھیں، اس لیے ان فنون کی واقفیت اُن کا خاندانی ورثہ تھا، [4] عروہ کہتے ہیں: مَا رَأَیْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ اَعْلَمَ...... بِحَدِیْثِ الْعَرَبِ وَالنَّسَبِ مِنْ عَائِشَةَ، [5] ”میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو عرب کی تاریخ ونسب کا ماہر نہ پایا۔“

عرب جاہلیت کے رسوم اور معاشرتی حالات کے متعلق بعض نہایت قیمتی معلومات حدیث کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی زبانی منقول ہیں، مثلاً عرب میں شادی کے کتنے طریقے جاری تھے، [6] طلاق کی صورت کیا ہوتی تھی۔ [7] شادیوں میں کیا گایا جاتا تھا۔ [8] ان کے روزہ کا دن کون تھا، [9] قریش حج میں کہاں اترتے تھے۔ [10] میت کو دیکھ کر کیا کہا جاتا تھا۔ [11]

محدثین کی محفل میں انصار کی جنگ بعاث کا تذکرہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی زبانی سنا۔ [12]

---

[1] مستدرک حاکم ومسند احمد جلد ۶ ص ۶۷۔ [2] ابوداؤد کتاب الجہاد۔

[3] اصابہ اور استیعاب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کا تذکرہ پڑھو نیز مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۶۷۔

[4] مسند احمد: جلد ۶۔ [5] تذکرۃ الحفاظ ذہبی ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

[6] صحیح بخاری: کتاب النکاح۔ [7] ترمذی: کتاب الطلاق۔

[8] معجم صغیر طبرانی، باب الحاء۔ [9] مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۴۴۔

[10] صحیح بخاری: تفسیر ثم افیضوا۔ [11] بخاری: باب ایام الجاہلیۃ۔

[12] صحیح بخاری: جلد اوّل، ذکر ایام جاہلیت۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انصار کی بعض مذہبی رسوم مثلاً یہ کہ وہ جاہلیت میں مشلل کے بت پوجتے تھے، انہی سے ہم کو معلوم ہوئے، 1 اسلام کے بعض اہم تاریخی واقعات مثلاً آپ کے آغاز وحی اور ابتدائے نبوت کے مفصل حالات 2 ہجرت کے تفصیلی واقعات 3 خود اپنے واقعۂ افک کی من وعن مفصل کیفیت 4 کو انہی کی زبان سے لوگوں نے سُنا۔ صحاح میں احادیث دو تین سطروں سے زیادہ کی نہیں ہوتیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ واقعات احادیث کے دو دو تین تین صفحوں میں مسلسل بیان ہوئے ہیں۔ قرآن کیونکر اور کس ترتیب سے نازل ہوا۔ 5 نماز کی کیا کیا صورت اسلام میں پیدا ہوئی، انہی نے بتایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کی شروع سے اخیر تک مفصل کیفیت صرف انہی کی زبان سے سُن کر دنیا نے جانا، 6 آپ کے کفن میں کتنے کپڑے تھے اور کس قسم کے تھے، انہی نے بتایا۔

[صحاح ابواب الجنائز]

خیر یہ تو گھر کے اندر کی باتیں تھیں، میدان جنگ کے حالات بھی انہوں نے ہم کو سنائے ہیں۔ غزوۂ بدر کے بعض واقعات 7 جنگ اُحد کی کیفیت 8 غزوہ خندق کے کچھ حالات 9 غزوۂ بنی قریظہ کے بعض جزئیات 10 غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف کی کیفیت 11 فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت حجۃ الوداع کے واقعات کے ضروری اجزاء 12 انہی سے ہاتھ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے متعلق صحیح و مفصل معلومات انہی نے بہم پہنچائیں، مثلاً قصۂ بدءِ وحی، واقعہ ہجرت، واقعہ وصال کے علاوہ آپ کی عبادت شبانہ، 13 آپ کے خانگی مشاغل، 14 آپ کے ذاتی اخلاق 15 کا صحیح نقشہ انہی نے ہم کو کھینچ کر دکھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے سخت دن کون سا گزرا انہی نے ہم کو بتایا۔ 16 آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

---

1 صحیح بخاری: کتاب الحج۔
2 صحیح بخاری: بدأ الوحی۔
3 صحیح بخاری: باب الہجرۃ۔
4 صحیح بخاری: حدیث الافک۔
5 صحیح بخاری: باب تالیف القرآن......
6 صحیح بخاری: باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
7 مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۷۲ و ۱۵۰۔
8 مسند احمد جلد نمبر ۶۔
9 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۴۱۔
10 صحیح بخاری: ذکر قریظہ۔
11 مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۷۵۔
12 صحیح بخاری: وغیرہ کتاب الحج۔
13 صحیح بخاری، مسلم وابوداؤد وغیرہ باب قیام اللیل۔
14 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۸۲ و صحیح بخاری: باب کیف یکون الرجل فی اہلہ۔
15 صحیح بخاری وابوداؤد: کتاب الادب۔
16 صحیح بخاری: باب اشد مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا دعویٰ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ملال خاطر اور پھر بیعت کے تمام مفصل واقعات بروایاتِ صحیحہ انہی سے ہم کو معلوم ہوئے۔ 1

تاریخِ اسلام کے متعلق ان کے معلومات تو ذاتی مشاہدات پر مبنی تھے لیکن عرب جاہلیت کے حالات انہوں نے کس سے سُنے، ایک حدیث کی سند پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیض ان کو اپنے پدر بزرگوار سے پہنچا تھا، ان کے ایک شاگرد اُن سے کہتے ہیں:

((لَا اَعْجَبُ مِنْ علمک......اَیَّامُ الْعَرَبِ اَقُوْلُ اِبْنَةُ اَبِیْ بَکْرٍ.))

''آپ کے تاریخ عرب کے متعلق معلومات پر مجھ کو تعجب نہیں، میں کہتا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔''

ادب

ادب سے مراد عام گفتگو کی خوبی اور نثر کی انشاء پردازی ہے۔ بہت سی روایتیں اس باب میں متفق ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں۔ ان کے ایک شاگرد موسیٰ بن طلحہ کی روایت ہے کہ:۔

((مَارَأَیْتُ اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ.)) 2

''حضرت عائشہ سے زیادہ فصیح اللسان میں نے نہیں دیکھا۔''

احنف بن قیس ایک............ لکھتے ہیں:

((مَاسَمِعْتُ الْکَلَامَ مِنْ فَمِ مَخْلُوْقٍ اَفْخَمَ وَلَااَحْسَنَ مِنْ عَائِشَةَ.))

''کسی مخلوق کے منہ کی بات حسن بیان اور متانت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ کی بات سے عمدہ اور بہتر نہیں سنی۔'' 3

گو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہزاروں حدیثیں مروی ہیں تاہم یہ محدثین میں مسلم ہے کہ احادیث بالفاظہا (آپ کی ادائیگی پر) بہت کم محفوظ ہیں، بااین ہمہ پوری حدیث میں ایک فقرہ بھی اگر ان کی زبان کا محفوظ رہ گیا ہے تو اس نے پوری حدیث میں جان ڈال دی ہے، حدیث بدء وحی میں فرماتی ہیں: ابتداءً آپ کو رویائے صادقہ ہوتا تھا، اس موقع پر فرماتی ہیں: ((فَمَا رَاٰی رُؤْیَا اِلَّا جَاءَ ت

1 صحیح بخاری: وفات النبی و کتاب الفرائض وغزوہ خیبر و صحیح مسلم باب قول ﷺ ،مَا تَرَکْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ. مسند احمد: جلد ۶ ص ۶۷ و مستدرک حاکم۔ 2 مستدرک حاکم، ترمذی: مناقب۔ 3 مستدرک حاکم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مِثْل فَلَقِ الصُّبح)) ''آپ جوخواب دیکھتے تھے، وہ سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا۔'' آپ پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو پیشانی عرق آلود ہو جاتی تھی، اس کو اس طرح ادا کرتی ہیں: مثل الجمان، ''پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے۔'' جب لوگوں نے معاذ اللہ ان پر تہمت رکھی ہے، تو اس کرب اور بے چینی میں راتوں کو نیند نہیں آتی تھی، اس مفہوم کو اس طرح ادا فرماتی ہیں: ((وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ)) [1]
''میں نے سرمۂ خواب نہیں لگایا۔''

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ام زرع کا جو اخلاقی قصہ مذکور ہے، اس کی عبارت کا ایک ایک فقرہ بلکہ ایک ایک لفظ عرب کی زبان اور ان کی تشبیہات واستعارات کا خالص نمونہ ہے۔ اہل ادب نے صرف ایک صفحہ کی عبارت کی شرحیں لکھی ہیں اور اس پر حواشی چڑھائے ہیں۔ تعلیم کے عنوان میں ابھی آئے گا کہ وہ اپنے شاگردوں کی زبان اور طرزِ ادا اور صحتِ تلفظ کی نگرانی کرتی تھیں۔

خطابت

خطابت یا قوتِ تحریر عربوں کی آزاد طبیعتوں کا فطری جوہر ہے، مردوں سے گزر کر یہ ملکہ عورتوں تک میں موجود تھا۔ اسلام کے ابتدائی قرنوں میں جب مسلمانوں میں عربیت کی روح زندہ تھی ان میں بڑی بڑی پرزور مقررہ اور خطیبہ گزری ہیں۔ احمد بن ابی طاہر المتوفی ۲۰۴ھ نے بلاغات النساء کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جس میں اس زمانے کی مسلمان عورتوں کی تقریریں اور خطبے قلم بند کیے ہیں، اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریریں بھی ہیں۔ طبری میں اُن کی وہ تقریریں ہیں جو جنگِ جمل کے میدانوں میں انہوں نے کی تھیں، ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں ان کی ایک تقریر نقل کی ہے۔

احنف بن قیس تابعی بصری جنہوں نے غالباً بصرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریریں سنی ہوں گی، کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس وقت تک کے تمام خلفا کی تقریریں سنی ہیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے جو بات نکلتی تھی، اس میں جو خوبی اور بلندی ہوتی تھی وہ کسی کے کلام میں نہیں ہوتی تھی۔ [2] میری رائے میں احنف کا یہ بیان مبالغہ سے خالی نہیں، اس میں خارجی تاثرات کو بھی دخل ہے، ایک عورت کی تقریر اور وہ بھی میدان جنگ میں یقیناً مؤثر ہوئی ہوگی۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ وہ بڑی فصیح البیان مقررہ تھیں۔

---

[1] بخاری: کتاب الشہادات، رقم: ۲۶۶۱۔ [2] مستدرک ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا وامام احمد فی کتاب الزہد۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بلیغ، زیادہ فصیح اور زیادہ تیز فہم کوئی خطیب نہیں دیکھا۔ موسیٰ بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح البیان میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ [1]

ایک مقرر کے لیے حسن گفتار اور فصاحت لسانی کے ساتھ آواز میں بلندی، لہجہ میں رفعت اور جلالت ہونی ضرور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز اسی قسم کی تھی، طبری میں ہے:

فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ وَ كَانَتْ جُهُورِيَّةً يَعْلُوْ صَوْتُهَا كَثِيْرَةً كَأَنَّهُ صَوْتُ اِمْرَأَةٍ جَلِيْلَةٍ. [صفحہ ۳۱۱۹، یورپ]

''پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تقریر کی، وہ بلند آواز تھیں، ان کی آواز اکثر لوگوں پر غالب آجاتی تھی گویا کہ وہ ایک صاحب جلال خاتون کی آواز تھی۔''

جنگ جمل کے تذکرہ میں ہم نے ان کی چند تقریریں نقل کی ہیں، گو ترجمہ سے اصل شان ظاہر نہیں ہو سکتی، تاہم ان سے جوش بیان اور زورِ کلام کا اندازہ ہوگا۔

شاعری

اسلام سے پہلے عرب کی علمی کائنات جو کچھ تھی، وہ شاعری تھی۔ ایک عرب شاعر جب اپنی زبان کے جوہر دکھاتا تھا تو کہیں آگ لگا دیتا تھا اور کہیں آبِ حیات برسا دیتا تھا۔ یہ وصف صرف مردوں کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ عورتیں بھی اس میں داخل تھیں۔ اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد بھی سو برس تک جب تک مسلمانوں میں عربیت کا جوہر باقی رہا، سینکڑوں عورتیں شعر و سخن میں وہ کمال رکھتی تھیں کہ اب تک ان کا کلام عرب کی شاعری کی زینت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی عہد میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کے پدر بزرگوار عرب میں شعر و سخن کے جوہری تھے، [2] اس لیے یہ فن آغوش پدر ہی میں انہوں نے سیکھا۔ ان کے شاگرد کہا کرتے تھے، کہ ہم کو آپ کی شاعری پر تعجب نہیں، اس لیے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ [3] امام بخاری نے ''ادب المفرد'' میں عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کعب بن مالک کا پورا قصیدہ یاد تھا،

---

[1] زرقانی بر مواہب جلد ۳، ص ۲۶۷ بحوالہ طبرانی، دوسری روایت برجال الصحیح مروی ہے۔

[2] مسند احمد: جلد ۶، ص ۶۷، مستدرک حاکم، ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا، استیعاب و اصابہ ذکر حسان بن ثابت۔

[3] مسند احمد: و مستدرک بحوالہ سابق۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک قصیدہ میں کم وبیش چالیس شعر تھے۔ 1 ایک صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی موقع پر شعر پڑھتے تھے؟ بولیں: ''عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بعض اشعار پڑھتے تھے۔'' 2 مثلاً:

وَیَأْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ 3

''جس کو زادِراہ دے کر تم نے نہیں بھیجا وہ خبریں لے کر آئے گا۔''

ابوکبیر ہذلی ایک جاہلی شاعر ہے، اس نے اپنے سوتیلے بیٹے تابط شراً کی تعریف میں کچھ اشعار کہے تھے، ان میں سے دو شعر یہ ہیں:

وَ مُبَرَّءٌ مِّنْ کُلِّ غُبَّرِ حَیْضَۃٍ وَ فَسَادِ مُرْضِعَۃٍ وَدَاءِ مُغْیِلِ

''وہ اپنی ماں کے تمام عوارضِ شکم سے اور دودھ پلانے والی دایہ کی تمام بیماریوں سے پاک ہے۔''

وَ اِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اَسِرَّۃِ وَجْہِہٖ بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَہَلِّلِ

''اور جب تم اس کے چہرہ کی لکیروں کو دیکھو تو وہ برستے بادل کی چمکتی ہوئی بجلیوں کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دونوں شعر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان دونوں شعروں کے زیادہ مستحق تو آپ ہیں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر مسرور ہوئے۔ 4

احادیث کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بہت سے اشعار مروی ہیں، ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا وطن سے باہر انتقال ہوا تھا، لاش مکہ معظمہ لا کر دفن کی گئی جب مکہ معظمہ آنے کا اتفاق ہوا، بھائی کی قبر پر آئیں، اس وقت ایک جاہلی شاعر کے یہ شعر ان کی زبان پر تھے۔ 5

وَکُنَّا کَنَدْمَانَیْ جُذَیْمَۃَ حِقْبَۃً مِّنَ الدَّھْرِ حَتّٰی قِیْلَ لَنْ یَّتَصَدَّعَا

''ہم مدت تک بادشاہ جذیمہ کے دونوں مصاحبوں کی طرح ایک ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے اب ہرگز یہ علیحدہ نہ ہوں گے۔''

---

1 ادب المفرد امام بخاری: باب الشعر حسن کحسن الکلام 2 ایضاً۔

3 سبعہ معلقہ میں یہ مصرع طرفہ کے قصیدہ میں داخل ہے۔

4 حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج السالکین میں یہ واقعہ اور یہ شعر نقل کیے ہیں، ص ۲۷۷ مصر۔

5 ترمذی: کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور، رقم: ۱۰۵۵۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّيْ وَ مَالِكًا لِطُوْلِ اِجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا

"جب ہم علیحدہ ہو گئے تو گویا میں نے اور مالک نے طولِ اجتماع کے باوجود ایک شب بھی ساتھ بسر نہیں کی۔"

مہاجرین کو مدینہ کی آب و ہوا ابتداءً راس نہ آئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینہ آ کر بیمار پڑ گئے، اس غربت اور بیماری میں وطن کی یاد ان کو بے چین کر دیتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ دونوں صاحب حسرت سے وطن کی یاد میں شعر پڑھتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب زور سے بخار چڑھتا، کہتے: 1

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

"ہر شخص اپنے اہل و عیال میں مرتا ہے اور موت اس سے اس کے جوتے کے تسمے سے زیادہ نزدیک ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب ذرا سکون ہوتا، چلا کر یہ شعر پڑھتے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَ حَوْلِيْ اِذْخِرٌ وَ جَلِيْلُ

"کاش معلوم ہوتا کہ میں کوئی شب اب مکہ کی وادی میں بسر کروں گا اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل کی گھاسیں ہوں گی۔"

وَهَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مُجَنَّةٍ وَ هَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَطَفِيْلُ

"یا مجنہ کے چشمہ پر میرا بھی گزر ہوگا، اور کیا شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں اب مجھے کبھی نظر آئیں گی۔"

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ سے خیریت پوچھی، تو انہوں نے یہ شعر پڑھا: 2

اِنِّيْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهٖ اِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهٗ مِنْ فَوْقِهٖ

"میں نے موت کو اس کا مزہ چکھنے سے پہلے پا لیا، نامرد کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔"

غزوۂ بدر میں قریش کے بڑے بڑے صنادید مارے گئے تھے، شعرائے قریش نے ان کا پُر درد مرثیہ لکھا تھا، چند شعر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی محفوظ رہ گئے ہیں: 3

---

1 صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ 2 مسند احمد: جلد ۶، ص ۶۵۔

3 صحیح بخاری: کتاب المناقب الانصار باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم: ۳۹۲۱۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وَمَــاذَا بِــالْـقَـلِيْـبِ بَـدْرٍ مِّنَ الْقَيْـنَاتِ وَالشُّرْبِ الْكِرَامِ

بدر کے کنوئیں میں کیا کیا ناچنے والیاں اور شریف مے خوار پڑے ہیں

تُـحَيِّـىْ بِـالسَّلَامَةِ اُمُّ بَـكْـرٍ فَهَلْ لِىْ بَعْدَ قَوْمِىْ مِنْ سَلَامٍ

''اے بکر کی ماں سلامتی کی مبارک باد اور کیا میرے لیے میری قوم کی موت کے بعد کوئی سلامتی ہے۔''

يُـحَدِّثُنَـا الـرَّسُوْلُ بِاَنْ سَنَحْيَا وَ كَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَحَامٍ ❶

''رسول ہم سے کہتا ہے کہ ہم زندہ کیے جائیں گے، صدی اور حام کی زندگی کیونکر ہوسکتی ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے پاس ایک سیاہ رنگ کی عورت آیا کرتی تھی اور اکثر یہ پڑھا کرتی تھی:

وَ يَوْمُ الْوِشَـاحِ مِنْ تَعَـا جِيْبِ رَبِّنَـا اَلَا اِنَّهٗ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِىْ ❷

''ہار والا دن ہمارے خدا کے تعجبات میں سے تھا لیکن شکر ہے کہ اس نے کفر کی آبادی سے نجات دی۔''

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں جو رجز پڑھتے تھے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یاد تھا:

لَبِّثْ قَلِيْلًا يُدْرِكُ الْهَيْجَـا جَمَلْ مَا اَحْسَنَ الْمَوْتِ اِذَا حَانَ الْاَجَلْ ❸

''کاش کہ تھوڑی دیر میں اونٹ لڑائی کو پالیتا، موت کتنی پیاری ہے جب موت کا وقت آ گیا۔''

انصار کی عورتیں شادیوں میں یہ اشعار گاتی تھیں:

واهدیٰ لها اکبشا تبحج فی المربد

وزوجک فی النادی ویعلم ما فی غد ❹

مشرکین قریش نے جب آنحضرت ﷺ کی ہجو میں قصائد کہے تو مسلمان شعراء نے ان کا کیونکر جواب لکھا۔ یہ ہم کو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔

ام المؤمنین بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ قریش کی ہجو لکھو کہ یہ حملہ تیر کی زد سے بھی

---

❶ عربوں کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد روح چڑیا بن کر اڑ جاتی ہے اور آواز دیتی ہے۔

❷ صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاہلیۃ رقم: ۳۸۳۵۔

❸ مسند احمد: جلد ۶، ص ۱۴۱۔ ❹ معجم صغیر طبرانی باب الحاء۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زیادہ ان پر کارگر ہوگا۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ شاعر تھے، ان کو یہ پیغام بھیجا، انہوں نے چند شعر کہے لیکن آپ کو پسند نہ آئے۔ اس کے بعد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ جواب لکھیں اور آخر میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی باری آئی، وہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آخر اس شیر کی ضرورت پیش آئی، پھر گزارش کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ذاتِ پاک کی قسم! جس نے آپ کو رسول برحق بنایا، میں ان کو اس طرح اُدھیڑ دوں گا جس طرح لوگ چمڑے کو ادھیڑتے ہیں۔ فرمایا: ابھی عجلت سے کام نہ لو، ابوبکر تمام قریش میں قریش کے نسب ناموں سے زیادہ واقف ہیں، میری بھی اس سے قرابت ہے، میرے رشتہ کو ان سے اچھی طرح سمجھ لو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ جا کر رشتوں کے پیچ و خم کو سمجھ آئے اور آ کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں سمجھ آیا، اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو رسول برحق بنایا، میں آپ کو اُن سے اس طرح کھینچ لوں گا جس طرح آٹے کے خمیر سے لوگ بال کھینچ لیتے ہیں۔ اس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے وہ قصیدہ کہا، جس کا ایک شعر ہے:

وَاِنَّ سَنَامَ الْمَجْدِ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ　　بَنُوْبِنْتِ مَخْزُوْمٍ وَ وَالِدُکَ الْعَبْدُ

”آلِ ہاشم کی بزرگی کا کوہان، مخزوم کے نواسے ہیں اور تیرا باپ غلام تھا۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ: ”حسان! جب تک تم اللہ اور رسول کی مدافعت کرتے رہو، روح القدس کی امداد تمہارے ساتھ رہے۔“ اور یہ بھی روایت کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ”حسان نے ان کا جواب دے کر غم سے آزاد کیا۔“ اس کے بعد ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے قصیدہ کے یہ شعر سنائے:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ　　وَعِنْدَاللّٰهِ فِیْ ذَاکَ الْجَزَاءُ

”تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تو میں نے اس کا جواب دیا، خدا کے پاس میرے اس کام کی جزا ہے۔“

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا حَنِیْفًا　　رَسُوْلَ اللّٰهِ شِیْمَتُهُ الْوَفَاءُ

تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی جو نیک دیندار　　خدا کا پیغمبر ہے اور اس کی خصلت وفاداری ہے

فَاِنَّ اَبِیْ وَ وَالِدَهٗ وَ عِرْضِیْ　　لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْکُمْ وِقَاءُ

میرے باپ دادا اور میری عزت و آبرو　　محمد کی عزت تم سے بچانے کے لیے سپر ہے

ثَکِلْتُ بُنَیَّتِیْ اِنْ لَّمْ تَرَوْهَا　　تُثِیْرُالنَّقْعَ مِنْ کَنَفِیْ کَدَاءِ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں اپنی اولاد کو روؤں اگر تم اسلام کے لشکر کو نہ دیکھو، کداء کے دونوں کناروں سے گرد اڑاتے۔''

يُبَارِيْنَ الْاَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ عَلٰى اَكْتَافِهَا الْاَسَلُ الظِّمَاءُ

''اونٹنیاں جو مہاروں میں ناز کرتی بلند زمین پر چڑھتی جاتی ہیں، ان کے بازوؤں پر پیاسے نیزے رکھے ہیں۔''

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

''ہمارے گھوڑے برستے بادل کی طرح رواں ہیں اور بیویاں اپنی اوڑھنیوں سے ان کے منہ سے گرد و غبار جھاڑتی ہیں۔''

فَاِنْ اَعْرَضْتُمُوْا عَنَّا اِعْتَمَرْنَا وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ

''اگر اے قریش تم نے انکار کیا تو ہم عمرہ ادا کریں گے اور فتح ہوگی اور پردہ کھل جائے گا۔''

وَاِلَّا فَاصْبِرُوْا لِضِرَابِ يَوْمٍ يَعِزُّ اللّٰهُ فِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

ورنہ اس دن کے حملہ کے لیے صبر کرو جس میں خدا جس کو چاہے گا عزت دے گا

وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا هُمُ الْاَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

''اللہ نے کہہ دیا ہے کہ میں نے اس لشکر کو آسان کر دیا ہے جو انصاری ہیں اور جن کی پیشی میدانِ جنگ کی ملاقات ہے۔''

لَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ مَّعَدٍّ سِبَابٌ اَوْ قِتَالٌ اَوْ هِجَاءُ

ہم لوگوں کو ہر روز معد کے قبیلوں سے گالی گفتہ کرنا ہے یا لڑنا ہے یا ہجو کرنا ہے

فَمَنْ يَّهْجُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ وَيَمْدَحُهٗ وَيَنْصُرُهٗ سَوَاءُ

تم میں سے جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرے یا مدح کرے اور مدد دے، برابر ہے۔

وَجِبْرِيْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا وَرُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهٗ كِفَاءُ [1]

جبریل اللہ کا ہمارے درمیان پیغمبر ہے اور پاکیزگی کی روح جس کی کوئی نظیر نہیں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مدینہ کی بدامنی کا حال ان کو معلوم ہوا تو ان

[1] یہ واقعات اور اشعار صحیح مسلم مناقب حسان میں مذکور ہیں۔ حدیث رقم: ۶۳۹۵۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی زبان پر یہ شعر تھا: ❶

وَ لَوْ اَنَّ قَوْمِیْ طَاوَ عَتْنِیْ سُرَاتُھُمْ　　لَا نْقَذْ تُھُمْ مِنَ الْخِبَالِ اَوِ الْخَبَلِ

اگر میری قوم کے سردار میرا کہا مانتے تو میں ان کو اس فریب اور بربادی سے نکال لاتی

سرسبز اور آباد راستوں کو چھوڑ کر جب بصرہ پہنچیں، تو یہ دو شعر پڑھے: ❷

دَعِیْ بِلَادَ جُمُوْعِ الظُّلْمِ اِذْ صَلَحت　　فِیْھَا الْمِیَاہ وَ سِیْرِیْ سَیْرَ مَذْعُوْر

اہل ظلم کی آبادیوں کو چھوڑ دے کہ ان کے　　تالاب اچھے ہیں اور خوف زدہ کی چال چل

تخیری النیت فارعی ثم ظاهرة　　و بطن و ادمن الضماد ممطور

اس گھاس کو پسند کر پھر وہاں دھوپ میں چر، ضماد کے سرسبز میدان میں

جنگ جمل میں بعض بہادروں نے جو رجز پڑھے تھے، وہ ان کو یاد تھے، ایک دفعہ ان کو پڑھ کر بہت روئی تھیں۔ وہ رجز کے شعر یہ تھے: ❸

یَا اُمَّنَا یَا خَیْرَ اُمٍّ نَعْلَمُ　　اَمَا تَرَیْنَ کَمْ شُجَاعٍ یُکْلَمُ

''اے ہماری ماں! اے ہماری سب سے اچھی ماں! جس کو ہم جانتے ہیں آپ نہیں دیکھتیں کہ اتنے بہادر زخمی ہوئے۔''

تُخْتَلٰی ھَا مَتُہٗ وَالْمُعْصَمُ ❹

اور سر اور ہاتھ گھاس کی طرح کاٹے گئے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ذوق شاعری اور سخن فہمی کو دیکھ کر شعراء اپنا کلام ان کو سناتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو انصار میں شاعری کے مسلم الثبوت استاد تھے، گو واقعۂ افک میں شرکت کے باعث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان سے ملال خاطر ہونا چاہیے تھا، تاہم وہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اشعار سناتے تھے۔ ❺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی تعریف کرتی تھیں اور ان کے مناقب بیان فرماتی تھیں۔ ❻ ان کے علاوہ وہ دربار نبوت کے دوسرے شاعر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے نام بھی اس سلسلہ میں لیتی تھیں۔ ❼

حدیث میں آیا ہے کہ کسی کا پیٹ اگر پیپ سے بھر جائے تو اس سے بہتر ہے کہ اشعار سے

❶ طبری، ص ۳۰۹۹ طبع بریلی۔ ❷ ایضاً، ص ۳۱۰۵ طبع بریلی۔ ❸ طبری ۳۲۰۱ طبع بریلی۔
❹ ایضاً۔ ❺ صحیح بخاری: مناقب حسان رضی اللہ عنہ۔ ❻ صحیح بخاری: مناقب حسان رضی اللہ عنہ۔ ❼ ایضاً۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھرے۔ 1 یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن چونکہ اس سے شاعری کی مذمت ثابت ہوتی ہے، اس لیے بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حدیث محفوظ نہیں رہی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی کا پیٹ اگر پیپ سے بھر جائے تو اس سے بہتر ہے کہ ان اشعار سے بھرا ہو جو میری ہجو میں کہے گئے ہیں۔ 2 اس حدیث کا راوی کلبی ہے جو مشہور کذاب اور دروغ گو ہے، چونکہ اس کو یہ معلوم تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ پر استدراک کیا ہے اور نیز ان کو شاعری سے بھی ذوق تھا۔ اس لیے اس حدیث کے لیے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہتر نام نہیں مل سکتا تھا، لیکن محدثین نے تصریح کی ہے کہ حدیث موضوع ہے۔ 3

اصل یہ ہے کہ شاعری فی ذاتہ نہ خیر ہے نہ شر، وہ کلام کی ایک قسم ہے۔ کلام کا حسن و قبح وزن شعری پر نہیں، بلکہ ان مضامین اور مطالب پر موقوف ہے جو اس میں ادا کیے گئے ہوں۔ اگر مضمون تقویٰ اور ثقاہت کے خلاف نہیں تو شعر میں بھی برائی نہیں ورنہ وہ اخلاق کے چہرہ کا داغ اور انسان کی زبان کا عیب ہے۔ یہ سب کچھ شاعری ہی پر موقوف نہیں بلکہ نثر کا بھی یہی حال ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب المفرد میں شاعری کے حسن و قبح کے متعلق بعینہٖ یہی فیصلہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں:

اَلشِّعْرُ مِنْهُ حَسَنٌ وَ مِنْهُ قَبِيْحٌ خُذْ بِالْحَسَنِ وَدَعِ الْقَبَائِحَ.

"بعض اشعار اچھے ہوتے ہیں اور بعض برے ہوتے ہیں، اچھے لے لو اور برے چھوڑ دو۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی قدر تشریح کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مفہوم کی روایت کرتے ہیں۔

الشعر بمنزلة الكلام حسنه كحسن الكلام وقبيحه كقبيح الكلام	شاعری بھی ایک قسم کی گفتگو ہے، اچھے شعر جیسے اچھی بات اور برے شعر جیسے کوئی بری بات

اسی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "بڑا گنہگار وہ شاعر ہے جو تمام قبیلہ کی ہجو کرے۔" 4 یعنی صرف ایک دو شخص کی برائی کے سبب سے قبیلہ کے قبیلہ کو برا کہہ دینا ایک اخلاقی لغزش اور شاعری کا بے جا استعمال ہے۔

---

1 ادب المفرد امام بخاری: باب الشعر۔ 2 عین الاصابہ سیوطی بحوالہ ابو عروبہ و ابو منصور بغدادی، ص ۲۰۔

3 موضوعات شوکانی: ص ۱۰۴۔ 4 یہ تینوں حدیثیں ادب المفرد، امام بخاری باب الشعر میں ہیں، ابو یعلی کی مسند عائشہ رضی اللہ عنہا میں بھی دوسری حدیث مروی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تعلیم، افتاء اور ارشاد

تعلیم

علم کی ایک خدمت یہ بھی ہے کہ اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے، اور اس سے تزکیۂ نفوس اور اصلاح امت کا کام لیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ ''فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ'' جو حاضر ہو وہ غائب تک پہنچائے۔ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرض ادا کیا؟ ہم نے اس کا جواب تعلیم، افتاء اور ارشاد کے تین بابوں میں دیا ہے۔

علم کی اشاعت اور تعلیم کو جو مردوں کی مخصوص صفت قرار دیتے ہوں وہ آ کر دیکھیں کہ حرمِ نبوت کی یہ شمعِ مبارک اس بزم میں بھی کس طرح جلوہ افروز ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں علم کی اشاعت اور اسلام کی دعوت کے لیے پھیل گئے تھے۔ مکہ معظمہ، طائف، بحرین، یمن، دمشق، مصر، کوفہ، بصرہ وغیرہ بڑے بڑے مرکزی شہروں میں ان مقدس معلمین کی ایک ایک مختصر جماعت قیام پذیر تھی۔ خلافت اور حکومت کا سیاسی مرکز ۲۷ برس کے بعد مدینہ منورہ سے کوفہ اور پھر دمشق کو منتقل ہو گیا، تاہم مدینہ منورہ کی روحانی عظمت اور علمی مرکزیت ان انقلابات سے بھی مٹ نہ سکی۔ مدینہ پاک میں اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مستقل درس گاہیں قائم تھیں، لیکن درسگاہ اعظم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ گوشہ تھا جو حجرۂ نبوی کے قریب اور زوجۂ رسول کے مسکن کے پاس تھا۔

لڑکے، عورتیں اور جن مردوں کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پردہ نہ تھا، وہ حجرہ کے اندر آ کر مجلس میں بیٹھتے تھے دیگر حضرات حجرہ کے سامنے مسجد نبوی میں بیٹھتے۔ دروازہ پر پردہ پڑا رہتا، پردہ کی اوٹ میں وہ خود بیٹھ جاتیں۔ [1] لوگ سوالات کرتے، یہ جوابات دیتیں، کبھی کوئی سلسلہ بحث چھڑ جاتا اور استاد شاگرد اس خاص موضوع پر گفتگو کرتے۔ [2] کبھی خود کسی مسئلہ کو چھیڑ کر بیان کرتیں اور لوگ خاموشی کے ساتھ سنتے۔ اپنے شاگردوں کی زبان، طرزِ ادا اور صحت تلفظ کی بھی سخت نگرانی کرتی تھیں۔ ایک دفعہ قاسم اور ابن ابی عتیق کہ دونوں بھتیجے تھے، مگر دو ماؤں سے تھے، خدمت بابرکت میں پہنچے۔ قاسم کی

---

[1] مسند احمد: جلد ۶، ص ۲۷ وابن سعد جزء ثانی قسم ثانی، ص ۲۹۔ [2] مسند احمد: جلد ۶، ص ۷۵۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زبان صاف نہ تھی، اعراب میں غلطیاں کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ٹوکا اور فرمایا تم ایسی زبان کیوں نہیں بولتے، جیسی میرا یہ برادر زادہ بولتا ہے۔ ہاں! سمجھ گئی، اس کو اس کی ماں نے اور تم کو تمہاری ماں نے تعلیم دی ہے۔ قاسم کی ماں کنیز تھی۔ [صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب الاخبثین]

ان عارضی طالب علموں کے علاوہ جو کبھی کبھی حلقۂ درس میں شریک ہوتے تھے، وہ خاندانوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو، اور شہر کے یتیم بچوں کو اپنے آغوشِ تربیت میں لیتی تھیں اور ان کی تعلیم و تربیت کرتی تھیں، کبھی ایسا بھی ہوا کہ غیر لڑکوں کو جو گو بڑے ہو چکے ہوں، اپنی بہنوں اور بھانجیوں سے دودھ پلواتی تھیں اور خود ان کی رضاعی خالہ یا نانی بن کر ان کو اندر آنے کی اجازت دیتی تھیں۔ 1 جن کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی، یعنی محرم نہ تھے، وہ افسوس کرتے تھے کہ ہم کو حصولِ علم کا اچھی طرح موقع نہیں ملتا۔ قبیصہ کہتے تھے کہ عروہ مجھ سے علم میں اس لیے آگے بڑھ گئے کہ وہ اندر جاتے تھے۔ 2 امام نخعی جو عراق کے متفق علیہ امام تھے، وہ لڑکپن 3 میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، ان کے دوسرے معاصرین کو اس پر رشک تھا۔ 4

معمول تھا کہ ہر سال حج کو جاتیں اسلام کا وسیع دائرہ سال میں ایک دفعہ سمٹ کر ایک نقطہ پر جمع ہو جاتا تھا، کوہِ حرا اور ثبیر کے درمیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ نصب ہوتا۔ 5 تشنگانِ علم جوق در جوق دور دراز ممالک سے آ کر حلقۂ درس میں شریک ہوتے 6 مسائل پیش کرتے تھے، اپنے شبہات کا ازالہ چاہتے۔ لوگ بعض مسائل کو پوچھتے جھجکتے تو وہ ڈھارس بندھاتیں۔ ایک صاحب ایک بات پوچھنا چاہتے تھے لیکن شرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو تم اپنی ماں سے پوچھ سکتے تھے، مجھ سے بھی پوچھ سکتے ہو۔ 7 یہی واقعہ ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ گزرا، ان کو بھی یہی جواب دیا، 8 میں تو تمہاری ماں ہوں اور حقیقۃً وہ اپنے شاگردوں کو ماں ہی بن کر تعلیم دیتی تھیں۔ عروہ، قاسم، ابوسلمہ، مسروق، عمرہ اور صفیہ کی تعلیم و تربیت انہوں نے اسی مادرانہ شفقت کے ساتھ کی

---

1 صحیح مسلم: باب رضاعۃ الکبیر و مسند ابن حنبل: جلد ۶ ص ۲۷۱، اس مسئلہ میں جیسا کہ پہلے اوپر گزر چکا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منفرد تھیں۔ 2 تہذیب ابن حجر: ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا 3 تذکرۂ ذہبی: ترجمہ ابراہیم نخعی۔

4 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۷۲۔ 5 ابن سعد: جزء مدنیین ص ۲۱۸ میں جائے قیام کوہ ثبیر اور حراء کے بیچ میں بتایا گیا ہے اور صحیح بخاری جلد اول ص ۲۱۹ میں وادئ ثبیر کے جوف میں جگہ بتائی گئی ہے۔

6 ابن سعد جزء اہل مدینہ ص ۲۱۸ و مسند احمد: جلد ۶ ص ۴۰، و بخاری جلد ص ۲۱۹۔

7 مسند احمد: جلد ۶ ص ۹۰۔ 8 مؤطا امام مالک: باب الغسل۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی، بلکہ ایسے بچوں کو متبنیٰ کر لیتی تھیں، اوران کے مصارف کی بھی خود ذمہ دار ہو جاتی تھیں۔ وہ اپنے بعض شاگردوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرتی تھیں کہ ان کے عزیزوں کو رشک آتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو اُن کے چہیتے بھانجے تھے، وہ اپنی خالہ کے ایک شاگرد اسود سے کہتے ہیں کہ "ام المؤمنین تم سے جو راز کی باتیں کہتی تھیں، مجھے بھی بتاؤ۔" 1 اُن کے شاگرد بھی ویسی ہی ان کی عزت کرتے تھے۔ عمرہ انصاریہ تھیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ خالہ کہتی تھیں، 2 مسروق بن اجدع تابعی کو انہوں نے متبنّٰی کر لیا تھا، 3 وہ ان کا نام اس طرح لیتے تھے: اَلصِّدِّیْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّیْقِ حَبِیْبَةُ حَبِیْبِ اللهِ الْمُبَرَّاۃُ مِنَ السَّمَاءِ.

مستفیدین اور تلامذہ کی تعداد کم نہ تھی۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سب سے زیادہ حدیثیں ہیں، ان حدیثوں کو جن لوگوں نے ان سے روایت کیا ہے۔ جہاں تک گن سکا ہوں ان کی تعداد تقریباً ۲۰۰ تک پہنچتی ہے۔ ان میں مرد و عورت، صحابی و تابعی، غلام و آزاد، عزیز و بیگانہ، ہر صنف کے اشخاص داخل ہیں۔ ابوداؤد طیالسی المتوفی ۲۰۴ھ جو امام بخاری سے مقدم تھے۔ انہوں نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک ایک شاگرد کی روایتیں الگ الگ اس کے نام سے لکھی ہیں لیکن یہ مسند مختصر ہے، اس لیے حدیثیں بھی کم ہیں۔ ابن سعد نے طبقۂ اہل مدینہ میں ان کے شاگردوں کو گنایا ہے اور ان کے حالات لکھے ہیں۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں عزیزوں، غلاموں، صحابیوں اور تابعیوں کی الگ الگ فہرست دی ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حسب ذیل اشخاص ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن العاص، حضرت زید بن خالد جہنی، ربیعہ بن عمرو الجرشی، سائب بن یزید، حارث بن عبداللہ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ غلاموں میں ابو یونس، ذکوان، ابوعمرو اور ابن فرخ کا نام تو تہذیب ہی میں ہے۔ ان کے علاوہ ابو مدلہ مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ترمذی میں ہے۔ 4 اور ابولبابہ مروان کا ابن سعد میں ہے، 5 ابو یحییٰ 6 اور ابو یوسف کا نام مسند میں ہے۔ 7 ان غلاموں میں ذکوان اور ابو یونس زیادہ مشہور ہیں۔

---

1 مسند ابوداؤد طیالسی: ص ۱۹۷۔ 2 تذکرۂ ذہبی: ترجمۂ مسروق۔

3 تذکرۂ ذہبی و تہذیب ابن حجر: ترجمۂ مسروق۔ 4 ترمذی: باب ای کلام احب الی اللہ، ص ۵۹۷۔

5 طبقات ابن سعد: جزء اہل مدینہ ذکر موالی۔ 6 مسند احمد: جلد ۶، ص ۲۵۸۔ 7 ایضاً، ص ۶۷۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مسند میں عبداللہ بن یزید رضیع عائشہ رضی اللہ عنہا [1] کا ذکر ہے۔ رجال کی کتابوں میں بھی اسی قدر مذکور ہے، ان بزرگ کا زیادہ حال معلوم نہیں۔

عزیزوں میں ام کلثوم بنت ابی بکر ان کی بہن، عوف بن حارث رضاعی بھائی، قاسم بن محمد اور عبداللہ بن محمد دونوں بھتیجے، حفصہ بنت عبدالرحمٰن اور اسماء بنت عبدالرحمٰن دونوں بھتیجیاں اور عبداللہ بن عتیق بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر ان کے بھائی کے پرپوتے، عبداللہ بن زبیر، قاسم بن زبیر دونوں بھانجے، عائشہ بنت طلحہ ان کی بھانجی، اور عباد بن حبیب اور عباد بن حمزہ بھانجے کے پوتے، ان کے علاوہ اور بہت سے اعزہ واقارب کے لڑکے ان کی آغوشِ تربیت کے پروردہ تھے، ابن سعد میں ان کی تفصیل ہے۔

تابعین میں سے اس عہد کے تمام علمائے حدیث ان کے خوشہ چیں ہیں ڈیڑھ دو سو نام ہم نے مسانید سے چھانٹے ہیں[1]۔ سب کی تفصیل کے لیے کئی صفحوں کی ضرورت ہوگی، اس لیے قلم انداز کرتے ہیں۔ ان میں صرف عورتوں کے نام لکھتے ہیں کہ ان پردہ نشینوں کو اس پردۂ حرم کے علاوہ کہیں اور بیٹھنے کا موقع نہ ملے گا۔

ا	**خ**
اسماء بنت عبدالرحمٰن	خیرہ حسن بصری کی ماں
ب	**ذ**
بریرہ مولاۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، بنانہ بنت یزید بنانہ مولاۃ عبدالرحمٰن، بہینہ۔	ذفرہ
ت	**ر**
تبالہ بنت یزید البشمیہ	رمیثہ
ج	**ز**
جسرۃ	زینب بنت ابی سلمہ، زینب بنت محمد، زینب بنت نصر
ح	**س**
حفصہ بنت عبدالرحمٰن	سائبہ، سلمیٰ البکریہ، سمیۃ البصریہ

[1] ایضاً ص ۳۲، ان کے نام کے ساتھ ہمیشہ رضیع عائشہ رضی اللہ عنہا لکھا جاتا ہے۔ رضیع عائشہ رضی اللہ عنہا کے معنی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پلایا ہوا بچہ، اس سے مقصود یہی ہوگا کہ ان کے حکم سے ان کی بہن یا بھانجی نے دودھ پلایا ہوگا، مگر اس کی تصریح مجھے نہیں ملی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ش

شمسیہ

ص

صفیہ بنت الحارث، صفیہ بنت شیبہ صاحبۃ عائشہ، صفیہ بنت عبید، صفیہ بنت عطیہ۔

ع

عائشہ بنت طلحہ، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن، عمرۃ بنت قیس العدویۃ،

ف

فاطمہ بنت ابی حبیش

ک

کریمہ بنت ہمام، کلثم بنت عمرو صاحبۃ عائشہ رضی اللہ عنہا

ق

قمیر بنت عمیر الکوفیہ۔

م

معاذہ، میمونہ بنت عبدالرحمٰن۔

ہ

ہنید، ہنیدہ

کنیٰ ام بکر

〃 ام جمدر

〃 ام حمیدہ

〃 ام الدرداء

〃 ام ذرہ مولاۃ عائشہ رضی اللہ عنہا

〃 ام سالم

〃 ام سعیدہ

ہ

کنیٰ ام عاصم

〃 ام علقمہ

〃 ام کلثوم بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

〃 ام کلثوم بنت ثمامہ

〃 ام کلثوم اللیثیہ

〃 ام محمد

〃 ام عبداللہ

〃 ام ہلال

ان تمام مستفیدین اور مسترشدین میں وہ ارباب کمال جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے آغوشِ تربیت میں پل کر جوان ہوئے اور حلقہ محدثین میں وہ اسی حیثیت سے ممتاز ہیں کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خزانہ علم کے کلید بردار سمجھے جاتے ہیں۔ حسب ذیل ہیں:

عروہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے فرزند، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے۔ خالہ کے بڑے پیارے تھے، انہی کی گود میں پرورش پائی، مدینہ میں فضل و کمال کے تاجدار تھے۔ امام زہری وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ فن سیرت میں امام سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرویات اور فقہ و فتاویٰ کا عالم ان سے بڑا اور کوئی نہ تھا۔ ۹۴ھ میں وفات پائی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قاسم بن محمد، محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے۔ یہ بھی اپنی پھوپھی ہی کے آغوشِ تربیت میں پلے تھے، بچپن سے مذہبی تعلیم پائی تھی۔ بڑے ہو کر مدینہ کے امام الفقہ ہوئے، مدینہ میں فقہائے سبعہ کی جو مجلس تھی، اس کے ایک رکن یہ بھی تھے۔ روایت حدیث میں سخت محتاط تھے، ایک ایک حرف کی احتیاط کرتے تھے ۱۰۸ھ میں انتقال ہوا۔

ابوسلمہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے، کم سنی ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی پرورش کی، یہ عروہ کے ہمسر سمجھے جاتے تھے۔ مدینہ کی بارگاہ علمی کے ایک مسند نشین یہ بھی ہیں۔ بڑے بڑے محدثین نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ ۹۴ھ میں وفات پائی۔

مسروق کوفی تھے، لیکن باہمی خانہ جنگیوں میں شریک نہ ہوئے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو متبنیٰ کیا تھا۔ ابن سعد میں ہے کہ ایک دفعہ وہ ملنے آئے تو ام المؤمنین نے ان کے لیے شربت بنوایا۔ فرمایا کہ میرے بیٹے کیلئے شربت بناؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو انہوں نے کہا کہ اگر بعض باتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ام المؤمنین کے لیے ماتم کی مجلس برپا کرتا۔ ابن حنبل نے مسند میں اور بخاری نے جامع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی اکثر روایتیں لکھی ہیں۔ فقہائے عراق میں شمار ہوتے تھے، بڑے زاہد اور عبادت گزار تھے۔ کوفہ میں قضا کی خدمت انجام دیتے تھے لیکن معاوضہ نہیں لیتے تھے ۶۳ھ میں وفات پائی۔

عورتوں میں سب سے پہلے عمرہ بنت عبدالرحمٰن کا نام لینا چاہیے۔ یہ مشہور صحابی اسعد بن زرارہ انصاری کی پوتی تھیں۔ عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تربیت کی سب سے بہتر مثال ہیں۔ محدثین ان کا نام عظمت سے لیتے تھے۔ ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جس کو صاحبِ تہذیب نے نقل کیا ہے:

عمرة احد الثقات العلماء بعائشة الاثبات فيها.

''عمرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کی ثقہ اور مستند جاننے والوں میں ایک تھیں۔''

اسی کتاب میں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

كَانَتْ مِنْ اَعْلَمِ النَّاسِ بِحَدِيْثِ عَائِشَةَ.

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کو سب سے بہتر جانتی تھیں۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سفیانؒ کہتے ہیں:

اَثْبَتُ حَدِیْثِ عَائِشَةَ حَدِیْثُ عُمْرَةَ وَالْقَاسِمِ وَ عُرْوَةَ.

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مستند ترین حدیث وہ ہے جو عمرہ، قاسم اور عروہ کی حدیث ہے۔''

ام المؤمنین ان سے بڑی محبت کرتی تھیں، اسی کا اثر تھا کہ لوگ بھی ان کی خاطر داری کرتے تھے۔ 1 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق وہ ام المؤمنین کی میر منشی تھیں، لوگ انہی کے توسط سے تحفے اور خطوط حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ 2 ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم قاضی مدینہ جن کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کی جمع و تحریر کا حکم دیا تھا وہ انہی کے بھتیجے تھے اور اسی بنا پر اس خدمت کے لیے ان کا انتخاب ہوا تھا، چنانچہ اس فرمان کا ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ ''عمرہ کی تمام حدیثیں لکھ کر بارگاہِ خلافت میں بھیجی جائیں۔'' 3 پھوپھی اپنے قاضی بھتیجے کی اجتہادی غلطیوں کی اصلاح کرتی تھیں۔ 4 امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے جب تحصیل حدیث شروع کی تو ایک محدث نے کہا اگر تم کو علم کی حرص ہے تو میں تم کو اس کا خزانہ بتاؤں، عمرہ کے پاس جاؤ، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آغوش پروردہ ہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس پہنچا تو ان کو اتھاہ سمندر پایا۔ 5

صفیہ بنت شیبہ مشہور تابعیہ تھیں، شیبہ جو خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے، ان کی صاحبزادی تھیں۔ تمام حدیث کی کتابوں میں ان سے روایتیں ہیں۔ ان کا ذکر احادیث میں ((صفیہ بنت شیبہ، صاحبة عائشہ رضی اللہ عنہا)) یعنی شیبہ کی لڑکی صفیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخصوص شاگرد، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحبت یافتہ، 6 لوگ ان سے مسائل اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں پوچھنے آتے تھے۔ ابو داؤد (باب الطلاق علی الغلط) میں ہے:

خَرَجْتُ مَعَ عَدِیِّ بْنِ عَدِیِّ الْکِنْدِیِّ حَتّٰی قَدِمْنَا مَکَّةَ فَبَعَثَنِیْ اِلٰی صَفِیَّةَ بِنْتِ شَیْبَةَ وَ کَانَتْ حَفِظَتْ مِنْ عَائِشَةَ.

''عدی کندی کے ساتھ میں حج کو نکلا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو مجھ کو صفیہ بنت شیبہ کی خدمت

---

1 کتاب ادب المفرد بخاری: باب المراسلة الی النساء۔ 2 ایضاً۔
3 تہذیب ابن حجر، ترجمہ عمرة۔ 4 موطا امام مالک، مالاقطع فیہ۔
5 تذکرہ ذہبی، جلد اول، ص ۹۹ 6 مسند احمد: جلد ۶، ص ۲۷۶ و ابن سعد جز نساء۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں اس نے بھیجا، صفیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیثیں یاد کر رکھی تھیں۔''

کلثم بنت عمرو القرشیہ، رجال کی کتابوں میں ان کے نام کے ساتھ بھی **صاحبتہ عائشہ** رضی اللہ عنہا کا لقب لکھا جاتا ہے، بعض حدیثیں ان سے بھی مروی ہیں۔

عائشہ بنت طلحہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نواسی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی تھیں، خالہ کی گود میں پلی تھیں۔ ابن معین ان کی نسبت کہتے ہیں: **ثقة حجة.** عجلی کے الفاظ ہیں: مَدَنِيَّةٌ تَابِعِيَّةٌ ثِقَةٌ. ابوزرعہ دمشقی کا قول ہے:

حَدَّثَ عَنْهَا النَّاسُ لِفَضْلِهَا وَ اَدَبِهَا.

''لوگوں نے ان کی بزرگی اور ان کا ادب دیکھ کر ان سے حدیث روایت کی۔''

معاذہ بنت عبداللہ العدویہ، بصرہ وطن تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تلمذ تھا، احادیث میں ام المؤمنین کی حدیثیں ان کی زبانی بھی کثرت سے مروی ہیں۔ بڑی عبادت گزار تھیں، شوہر کی وفات کے بعد بستر پر کبھی نہ سوئیں۔ ایک دفعہ بیمار پڑیں، طبیب نے نبیذ تجویز کی۔ دوا جب تیار ہوئی، نبیذ کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور دعا کی کہ خداوند تو جانتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ سے منع فرمایا ہے۔ پیالہ اسی وقت ہاتھ سے گر پڑا اور وہ اچھی ہوگئیں۔ [1]

---

[1] اس فصل کے تمام حالات کتب رجال خصوصاً ابن سعد اور تہذیب ابن حجر سے ماخوذ ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

افتاء

عنواناتِ سابقہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضل وکمال کے جو دلائل وشواہد گزرے ہیں ان سے قیاس ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی کے بقیہ چالیس برس کس مرجعیت عام اور مقتدایانہ حیثیت سے بسر کیے ہوں گے، لیکن ہمارے پاس خوش قسمتی سے ایسی تحریری شہادتوں کا ذخیرہ بھی موجود ہے جس سے یہ قیاس یقین اور قطعیت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ خلفائے اسلام، علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم، عامہ مسلمانان بلا ومشکلات کی حالت میں اسی آستانہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ محدثین نے کثرت وقلت فتاویٰ کی بنا پر علمائے صحابہ کے تین طبقات قرار دیے ہیں۔ طبقہ اول جس کے فتاوے اگر مستقلاً علیحدہ علیحدہ جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے۔ طبقۂ دوم میں وہ اشخاص ہیں جن کے الگ الگ فتاویٰ ایک ایک رسالہ کے بقدر ہیں۔ تیسرے طبقہ کا مجموعۂ فتاویٰ ایک رسالہ کے برابر ہے۔ طبقۂ اول میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور آخراز وجہ رسول، جگر گوشہ صدیق رضی اللہ عنہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا! ان کے فتاویٰ اس کثرت سے احادیث میں مذکور ہیں کہ اگر ایک جگہ جمع کیے جائیں تو ایک مستقل دفتر تیار ہو جائے۔ [1]

خلفائے اسلام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی اپنے پدر بزرگوار کی زندگی ہی میں مرجعیت عام اور منصب افتاء حاصل کر لیا تھا، اور آخر زمانہ تک بقیہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں بھی وہ ہمیشہ اس منصب پر ممتاز رہیں، حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ جو صحابہ کے بعد مدینہ کے سات مشہور تابعیوں میں شمار ہوتے تھے، فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ قَدِ اسْتَقَلَّتْ بِالْفَتْوٰى فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ هَلُمَّ جَرًّا اِلٰى اَنْ مَاتَتْ رَحِمَهَا اللّٰهُ. [2]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ہی میں مستقل طور سے افتاء کا منصب حاصل کر چکی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے

[1] اعلام الموقعین ابن قیم: مقدمہ۔ [2] ابن سعد: جز ۲، قسم ۲ ص ۱۲۶۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بعد آخر زندگی تک وہ برابر فتوے دیتی رہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ مجتہد اسلام تھے، اس مشکوٰۃ نبوت سے بے نیاز نہ تھے۔

كَانَتْ عَائِشَةُ تُفْتِيْ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ بَعْدَهُ يُرْسِلَانِ اِلَيْهَا فَيَسْئَلَانِهَا عَنِ السُّنَنِ. 1

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سے حدیثیں پوچھوا بھیجتے تھے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مخصوص صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور لوگوں کو افتاء کی اجازت نہ تھی، اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم اور واقفیت پر کس درجہ اعتماد تھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق میں حکومت کرتے تھے لیکن ضرورت پڑتی تو قاصد شام سے چل کر باب عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کھڑے ہو کر سلطانِ وقت کے لیے مسائل دریافت کرتا، 2 مواعظ و نصائح کا ذخیرہ چاہتا۔ 3

اکابر صحابہ

مدینہ طیبہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرکز تھا، خلافت شیخین تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاشانۂ اسلام کے اساطین علم وفتویٰ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان میں سے اکثر نے وفات پائی۔ ان کے بعد نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جس کے سرعسکر حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، ابوسعید خدری، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن زبیر، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس صغرسنی اور کم عمری کے باوجود جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے۔ اول ہی دور سے اکابر صحابہ کی زندگی ہی میں افتاء کا منصب حاصل کر چکی تھیں، بڑے بڑے صحابۂ کبار معضلاتِ امور میں ان کی

1 ابن سعد: جزء۲، قسم۲ ص ۱۲۶۔ 2 مسند احمد: جلد ۶ ص ۸۷۔

3 جامع ترمذی: باب ماجاء فی حفظ اللسان۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرف رجوع کرتے تھے۔ جامع ترمذی میں ہے:

مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا عِلْمًا.

''ہم اصحاب محمد ﷺ کو کبھی کوئی مشکل مسئلہ پیش نہیں آیا، لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا علم موجود پایا۔''

ابن سعد میں ہے:

يَسْئَلُهَا الْاَكَابِرُ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

''اُن سے بڑے بڑے صحابہ آ کر مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔''

مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر کہتے تھے:

لَقَدْ رَأَيْتُ مَشْيَخَةَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَسْأَلُوْنَهَا عَنِ الْفَرَائِضِ.

[ابن سعد و حاکم]

''ہم نے شیوخ صحابہ کو ان سے فرائض کے مسائل پوچھتے دیکھا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ جو فقہ و اجتہاد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر تھے، وہ بھی بعض مسائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کر تسلی کر لیتے تھے۔ (1) حضرت ابوموسیٰ اشعری علمائے صحابہ میں داخل ہیں، وہ بھی اس آستانہ سے بے نیاز نہ تھے۔ (2)

عامہ ممالک اسلامیہ

مدینہ ممالکِ اسلامیہ کا قلب تھا، لوگ زیارت و تبرک کے لیے ہر طرف سے ادھر کا رخ کرتے تھے۔ یہاں آتے تو زوجۂ رسول اللہ ﷺ کے آستانہ پر ضرور حاضر ہوتے۔ دور دراز ممالک کے لوگ آداب و رسوم سے ناواقف ہوتے، وہ پہلے حضوری کے آداب و رسوم سیکھتے، قاعدہ سے سلام کرتے، (3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے عزت و تعظیم سے پیش آتیں، (4) بیچ میں پردہ حائل ہوتا، (5) لوگ مختلف مسائل اور شکوک و شبہات پیش کرتے، جواب سن کر تسلی پاتے، کسی سوال و پرسش میں اگر سائل کو شرم آتی تو ((اِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ)) کے مطابق اس کی ڈھارس بندھاتیں۔

(1) صحیح بخاری: وتر و جنازہ، ونسائی: باب لبس الحریر۔ (2) موطا امام مالک: باب الغسل۔

(3) مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۲۶۔ (4) ایضاً ص ۲۱۹۔ (5) ایضاً ص ۲۱۹ و صحیح بخاری باب طواف النساء۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فرماتیں میں تمہاری ماں ہوں، ماؤں سے کیا پردہ ہے۔ 1

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سالانہ حج کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا، موسم حج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں 2 جو کوہ ثبیر کے دامن میں نصب ہوتا تھا، سائلوں اور مستفتیوں کا ہجوم ہوتا، 3 کبھی خانہ کعبہ میں زمزم کی چھت کے نیچے بیٹھ جاتیں اور تشنگانِ علم کا سامنے پرا جم جاتا۔ 4 لوگ ہر قسم کے مسائل پوچھتے، اور وہ قرآن وحدیث سے سب کے جواب دیتیں۔

جن مسائل میں صحابہ میں اختلاف پیش آتا، لوگ فیصلہ کے لیے انہی کی عدالت میں رجوع کرتے۔ ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی مجھے ایک مسئلہ میں اصحابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختلاف بہت شاق گزرا، آپ کی رائے کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا جواب دیا۔ حضرت ابوموسیٰ کو اس جواب سے تسلی ہوگئی، اور کہا کہ آپ کے بعد اب کسی سے اس مسئلہ کو نہ پوچھوں گا۔ 5 حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے کہ اگر اتفاقاً کسی نے وتر تہجد کے خیال سے نہیں پڑھی اور صبح ہوگئی تو وتر کا وقت نہیں رہتا، لوگوں کو تسکین نہ ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح ہوجاتی تھی تب بھی وتر ادا فرمالیتے تھے۔ 6

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہ دونوں اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ ان میں افطار کے وقت کی نسبت اختلاف تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ افطار کرتے تھے اور پھر فوراً ہی نماز مغرب کو کھڑے ہوجاتے تھے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں میں تاخیر فرماتے تھے۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فتویٰ چاہا، دریافت کیا کہ ان میں تعجیل کون صاحب کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہی تھی۔ 7

اگر کوئی شخص حج کے لیے نہ جائے اور اپنی قربانی کا جانور یہیں سے کعبہ مکرمہ کو روانہ کردے، اس صورت میں اس شخص کی کیا حالت سمجھی جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے

---

1 مسند احمد جلد ۶ ص ۵۷، ۲۶۵۔

2 صحیح بخاری: باب طواف النساء۔

3 مسند جلد ۶ ص ۲۲۵، و ۱۶۱ و ۲۵۹، و ۲۱۹ و ۹۵ و ۴۰۔

4 صحیح بخاری: باب طواف النساء ومسند جلد ۶ ص ۹۵۔ 5 موطا امام مالک: باب الغسل۔

6 مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۴۲۔ 7 ایضاً ص ۴۸ وسنن نسائی: باب السجود۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ وہ بحالت حج سمجھا جائے گا اور حاجی پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں، وہ اس پر بھی عائد ہوں گی، زیاد ابن ابیہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حجاز کا والی تھا۔ اس نے استفتاء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ صحیح نہیں، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کی بدھیاں اپنے ہاتھ سے بٹی ہیں اور میرا باپ اس قربانی کو لے کر کعبہ گیا، لیکن جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان میں سے کسی چیز سے بھی آپ نے اس اثنا میں احتراز نہیں فرمایا۔ ❶

بیہقی میں ہے کہ امام زہری نے کہا کہ اس مسئلہ میں سب سے پہلے جس نے کشفِ حقیقت کیا ہے وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ لوگوں کو جب ان کا یہ فتویٰ معلوم ہوا تو سب نے اس کی تقلید کی اور اس دن سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فتوے پر عمل متروک ہو گیا۔ ❷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے کہ رمضان میں صبح ہو جائے اور انسان کو غسل کی ضرورت ہو تو اس کا روزہ اس دن کا درست نہ ہوگا۔ ایک صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر فتویٰ پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف تھا۔ مروان ان دنوں امیر مدینہ تھا۔ اس نے مستفتی کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اس نے جا کر ٹوکا اور ام المومنین کا فتویٰ بیان کیا۔ انہوں نے سُنا تو اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ ❸

حالتِ احرام میں موزہ پہننا درست نہیں۔ اگر کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو موزہ کا بالائی حصہ کاٹ دینا چاہیے کہ جوتا ہو جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فتوی دیتے تھے کہ عورتیں موزے کاٹ لیں، لیکن ایک تابعیہ نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ اس کے خلاف نقل کیا تو انہوں نے اپنا قول واپس لے لیا۔ ❹

ایک مجلس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں بزرگ تشریف فرما تھے۔ مسئلہ یہ پیش ہوا کہ اگر کوئی حاملہ عورت بیوہ ہو گئی اور چند روز کے بعد اس کو وضع حمل ہوا تو اس کی عدت کا زمانہ کس قدر ہوگا۔ قرآن مجید میں دونوں کے الگ الگ احکام مذکور ہیں۔ بیوگی کے لیے چار مہینے دس دن اور حاملہ کے لیے تا زمانہ وضع حمل۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان دونوں میں سے جو سب سے زیادہ مدت ہوگی، وہ زمانۂ عدت ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ وضع حمل تک عدت کا زمانہ ہے۔ دونوں میں فیصلہ نہ ہوا تو لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آدمی بھیجا، انہوں

❶ صحیح بخاری و مسلم: کتاب الحج۔ ❷ عین الاصابہ سیوطی بحوالہ سنن بیہقی۔
❸ صحیح مسلم: کتاب الصیام۔ ❹ عین الاصابہ سیوطی بحوالہ شافعی و بیہقی و ابو داؤد و ابن خزیمہ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے وضع حمل تک بتایا، اور دلیل میں سبیعہ کا واقعہ پیش کیا۔ جن کی بیوگی کے تیسرے ہی دن ولادت ہوئی اور اسی وقت ان کو دوسرے نکاح کی اجازت مل گئی۔ 1 یہ فیصلہ اس قدر مدلل تھا کہ اسی پر جمہور کا عمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ جنازہ کے پیچھے چلنے میں ثواب ہے یا نہیں۔ دوسرے صاحب ثواب کے مدعی تھے اور پہلے صاحب منکر تھے۔ فیصلہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چاہا گیا، آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ 2

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ میں گو ہر قسم کے جوابات ہیں لیکن زیادہ تر زنانہ مسائل، زن وشو کے تعلقات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات، آپ کے شبانہ عبادات اور ذاتی اخلاق کے متعلق ہیں اور بقول ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ وحافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اگر ان کے فتاویٰ کو یکجا کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔

عراق 3، شام 4 اور مصر 5 سے زن ومرد فتویٰ لے لے کر آتے اور جواب سے تشفی پاتے۔ تلامذہ جو خدمت میں رہتے تھے، لوگ اپنی غرض مندی سے ان سے تقرب حاصل کرتے تھے۔ عائشہ بنت طلحہ جو اکثر خدمت گزاری کی عزت حاصل کرتی تھیں، کہتی ہیں:

كَانَ النَّاسُ يَأْتُوْنَهَا مِنْ كُلِّ مِصْرٍ فَكَانَ الشُّيُوْخُ يَنْتَابُوْنِيْ لِمَكَانِيْ مِنْهَا وَ كَانَ الشَّبَابُ يَتَأَخُّوْنِيْ فَيُهْدُوْنَ اِلَيَّ وَ يَكْتُبُوْنَ اِلَيَّ مِنَ الْأَمْصَارِ فَاَقُوْلُ لِعَائِشَةَ يَاخَالَةُ هٰذَا كِتَابُ فُلَانٍ وَّ هَدِيَّتُهٗ فَتَقُوْلُ لِيْ عَائِشَةُ اَيْ بُنَيَّةِ فَاَجِيْبِيْهِ وَ اَثِيْبِيْهِ۔ 6

"لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہر شہر سے آتے تھے، مسن آدمی میرے ان کے تعلقات کی بنا پر مجھ سے ملنے آتے تھے۔ جوان آدمی مجھ سے برادرانہ وخواہرانہ رشتے قائم کر لیتے تھے۔ مجھ کو لوگ تحفے بھیجا کرتے تھے اور شہر شہر سے خط لکھتے تھے۔ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کرتی: خالہ جان! یہ فلاں شخص کا خط اور تحفہ آیا ہے، فرماتیں اس کا جواب لکھ دو اور معاوضہ میں تم بھی کچھ بھیجو!"

لیکن بایں ہمہ علم وفضل اگر ان کے سامنے کوئی ایسا استفتا پیش ہوتا، جس کے متعلق ان کو کوئی مستند واقفیت نہ ہوتی یا ان سے بہتر اس کا کوئی جواب دینے والا موجود ہوتا تو مستفتی کو اس کے

---

1 طیالسی ومسند عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ 2 صحیح بخاری: کتاب الجنائز۔ 3 مسند احمد: جلد ۶، ص ۹۳ و ۹۵۔
4 ایضاً ص ۱۷۳۔ 5 مسند احمد: جلد ۶، ص ۲۵۸۔ 6 ادب المفرد امام بخاری: باب الکتابۃ الی النساء۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پاس جانے کا حکم دیتیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے سفر میں موزوں پر مسح کرنے کے متعلق استفسار کیا، فرمایا: علی رضی اللہ عنہ سے جا کر پوچھو وہ اکثر سفروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں۔ [1] ایک دفعہ عصر کے بعد نماز پڑھنے کی بابت کسی نے سوال کیا، بولیں: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر پوچھو [2] ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک سائل نے حریر پہننے کی نسبت پوچھا، جواب دیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ۔

اِرشاد

کسی مذہب میں تجدید کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے۔ جب امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ داعی مذہب کی آواز ایک مدت کے بعد پست پڑ جاتی ہے، لیکن قرب عہد میں اس بات کی حاجت ہوتی ہے کہ اس آواز کو بار بار کی صدائے بازگشت سے خاموش نہ ہونے دیا جائے اور اسی کا نام ارشاد ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فریضہ ارشاد کو جس حد تک ادا کیا وہ دیگر صحابہ کی کوششوں سے کسی طرح کم نہیں ہے، وہ اپنے حجرہ میں، مجمع میں، موسم حج میں غرض کہیں بھی اس فرض سے غافل نہیں رہتی تھیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سازشوں کا جو جال پھیل رہا تھا، اس سے مذہب کا تار و پود اُدھڑ رہا تھا، اس کو دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل دکھتا تھا۔ جنگ جمل کی شرکت بھی اسی دردِ دل کا نتیجہ تھا۔

مصر و عجم کی ریشہ دوانیوں سے لوگوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس قدر ناراضی پھیلنی شروع ہوئی کہ بعض لوگ ان پر لعنت بھیجنے لگے۔ مخارق بن شامہ بصرہ کے ایک رئیس تھے، انہوں نے اپنی بہن کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ اس ابتلائے عام کی نسبت وہ اپنی رائے ظاہر کریں۔ فرمایا کہ میرے بیٹوں سے میری طرف سے سلام کے بعد کہہ دو کہ میں نے اسی حجرے کے اندر یہ منظر دیکھا ہے کہ جبریل وحی لاتے ہوتے، آپ تشریف فرما ہوتے، عثمان رضی اللہ عنہ پاس ہوتے۔ آپ انکے کاندھے پر ہاتھ مار کر کہتے: ''ہاں! عثمان یہ لکھو۔'' خدائے پاک یہ رتبہ فروتر لوگوں کو نہیں عطا کر سکتا۔ اس بنا پر جو عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ [3]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں اسی روایت کو اور الفاظ میں بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

---

[1] مسند احمد: جلد ۶، ص ۱۵۵۔ [2] سنن نسائی: باب التشدید فی لبس الحریر۔

[3] ادب المفرد امام بخاری: باب نقص شیٔ من الاسم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جواب دیا: جوان پر لعنت بھیجے اس پر خدا کی لعنت، میں نے دیکھا ہے کہ وحی آتی ہوتی اور آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے بدن سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوتے، اپنی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں دیں، کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد کی، خدا یہ رتبہ اور تقرب اس کو نہیں عطا کر سکتا تھا جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک معزز نہ ہو۔ 1

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی صاحبزادے تھے۔ ایک زمین کی نسبت چند لوگوں کو ان سے نزاع تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انہوں نے ابو سلمہ کو بلا کر سمجھایا کہ اے ابو سلمہ! اس زمین سے باز آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بالشت بھر زمین کے لیے بھی اگر کوئی ظلم کرے گا تو ساتوں طبقے اس کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔ 2

مدینہ میں جب بچے پیدا ہوتے تو پہلے تبرکاً وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لائے جاتے، وہ ان کو دعائیں دیتیں۔ ایک بچہ آیا تو اس کے سر تلے لوہے کا ایک استرا نظر آیا۔ پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس سے بھوت بھاگتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے استرا اٹھا کر پھینک دیا اور بولیں کہ: ''حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شگون سے منع کیا ہے، ایسا نہ کیا کرو۔'' 3

مسلمانوں اور ایرانیوں میں اختلاط عہدِ فاروقی میں ہوا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زور وقوت کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمانوں میں عجمیت کے جراثیم سرایت نہ کر سکے۔ عہدِ عثمانی میں اس اختلاط نے عرب کی آب و ہوا کو مسموم کرنا شروع کر دیا۔ کبوتر بازی، شطرنج بازی، نرد بازی، یہ تمام لہو ولعب اور تضیع اوقات کے طریقے، اس زمانہ میں پھیلنے لگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ زندہ تھے، انہوں نے سخت دارو گیر شروع کر دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک گھر میں کرایہ دار رہتے تھے۔ ان کی نسبت معلوم ہوا کہ نرد کھیلتے ہیں۔ سخت برافروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دو گے تو میں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی۔ 4

ابن ابی السائب تابعی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کے واعظ تھے۔ واعظین گرمی مجلس کے لیے نہایت مسجع دعائیں بنا بنا کر پڑھا کرتے اور اپنے تقدس کے اظہار کے لیے موقع بے موقع ہر وقت وعظ کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے خطاب کر کے کہا: تم مجھ سے تین باتوں کا عہد کرو، ورنہ

---

1 مسند احمد: جلد ۶ اص ۲۶ و ۲۵۰۔ 2 صحیح بخاری: باب اثم من ظلم شیاء من الارض۔ 3 ادب المفرد: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، باب الطیرۃ من الجن۔ 4 ادب المفرد: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، باب الادب واخراج اھل الباطل۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں بزور تم سے باز پرس کروں گی۔ عرض کی: یا ام المؤمنین! وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا: ''دعاؤں میں عبارتیں مسجع نہ کرو، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ایسا نہیں کرتے تھے۔ ہفتہ میں صرف ایک دن وعظ کہا کرو، اگر یہ منظور نہ ہو تو دو دن اور اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن۔ لوگوں کو اللہ کی کتاب سے اکتا نہ دو، ایسا نہ کیا کرو کہ لوگ جہاں بیٹھے ہوں، آ کر بیٹھ جاؤ اور قطع کلام کر کے اپنا وعظ شروع کر دو، بلکہ جب ان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کریں، تب کہو۔'' 1

اسلام میں حکم ہے کہ مطلقہ عورتیں عدت کے دن اپنے شوہر ہی کے گھر میں گزاریں۔ اس حکم کے مخالف صرف ایک فاطمہ بنت قیس کی شہادت ہے کہ ان کے شوہر نے ان کو طلاق دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر دوسرے گھر میں جا کر رہیں۔ فاطمہ اس واقعہ کو بیان کر کے اجازتِ انتقالِ مکان پر استدلال کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عہد میں اسی واقعہ کی سند سے ایک معزز باپ نے اپنی مطلقہ بیٹی کو شوہر کے یہاں سے بلوالیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عام حکم اسلامی کی مخالفت پر سخت اعتراض کیا۔ مروان اس زمانہ میں مدینہ کا گورنر تھا، اس کو کہلا بھیجا کہ تم سرکاری حیثیت سے اس معاملہ میں دخل دو اور نفس مسئلہ کی نسبت فرمایا کہ اس واقعہ سے عام استدلال جائز نہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا گھر شہر کے کنارے پر تھا اور رات کو جانوروں کا خوف رہتا تھا۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دی تھی۔ 2

عجم کے فتح ہونے کے بعد عرب شراب کی جدید اقسام اور اس کے نئے ناموں سے آشنا ہو گئے تھے۔ جن میں سے ایک ''باذق'' تھا، یعنی بادہ، عربی میں لغتہً ''خمر'' کا اطلاق شراب کی خاص قسموں پر ہوتا ہے۔ اس بنا پر لوگوں کو شبہ تھا کہ ان نئی شرابوں کا کیا حکم ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی مجلس میں بالاعلان کہہ دیا کہ شراب کے برتنوں میں چھوہارے تک نہ بھگوئے جائیں، پھر مخصوص عورتوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: اگر تمہارے خُم کے پانی سے نشہ پیدا ہو تو وہ بھی حرام ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر منشی چیز کو منع فرمایا ہے۔ 3

قدرۃً مردوں سے زیادہ آپ کی خدمت میں عورتیں حاضر ہوتیں۔ عام نسوانی مسائل کے ساتھ ان کے مردوں سے متعلق ہدایات دیتی تھیں کہ اپنے اپنے شوہروں کو آگاہ کر دیں۔ بصرہ سے کچھ عورتیں حاضر خدمت ہوئیں۔ ان کو ہدایت کی مجھے مردوں کو ٹوکتے ہوئے شرم آتی ہے۔

---

1 مسند احمد: جلد ۶، ص ۲۱۷۔ 2 صحیح بخاری: باب قصہ فاطمہ بنت قیس۔ 3 سنن نسائی: کتاب الخمر۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے اپنے شوہروں کو مطلع کر دو کہ پانی سے طہارت کیا کریں کہ یہ مسنون ہے۔ [1]

ایک دفعہ کوفہ کی چند بیبیاں حاضر خدمت ہوئیں، دریافت فرمایا: کہاں سے آئی ہو؟ عرض کیا کوفہ سے۔ اس نام سے ان کو کچھ تکدر ہوا، اس کے بعد ان میں سے ایک نے مسئلہ کی ایک صورت پیش کی۔ یہ صورت حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مشہور صحابی کے ساتھ پیش آئی تھی۔ فرمایا: تم دونوں پر ارقاملہ کیا، زید سے کہہ دینا کہ انہوں نے اپنے جہاد کا ثواب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کیا تھا باطل کر دیا، لیکن یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔ [2] ایک دفعہ شام کی عورتیں زیارت کو آئیں۔ وہاں حمام میں جا کر عورتیں برہنہ غسل کرتی تھیں۔ فرمایا کہ تم ہی وہ عورتیں ہو جو حماموں میں جاتی ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے گھر سے باہر اپنے کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے میں اور اللہ میں پردہ دری کرتی ہے۔ [3]

موسم حج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قیام گاہ لاکھوں مسلمان قلوب کا مرکز بن جاتی تھی۔ عورتیں چاروں طرف سے گھیر لیتیں، وہ امام کی صورت میں آگے آگے اور تمام عورتیں ان کے پیچھے پیچھے چلتیں، [4] اسی درمیان میں ارشاد و ہدایت کے فرائض بھی انجام پاتے جاتے۔ ایک دفعہ ایک عورت کو دیکھا، جس کی چادر میں صلیب کے نقش و نگار بنے تھے، دیکھنے کے ساتھ ڈانٹا کہ یہ چادر اتار دو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کپڑوں کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالتے۔ [5]

عورتوں کو ایسا زیور پہننا جس سے آواز پیدا ہو ممنوع ہے، نیز گھنٹے وغیرہ کی آواز منع ہے ایک دفعہ ایک لڑکی گھنگرو پہن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ فرمایا یہ پہنا کر میرے پاس نہ لایا کرو، اس کے گھنگرو کاٹ ڈالو۔ ایک عورت نے اس کا سبب دریافت کیا، بولیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں اور جس قافلہ میں گھنٹہ بجتا ہو، وہاں فرشتے نہیں آتے۔ [6]

حفصہ بنت عبدالرحمٰن آپ کی بھتیجی تھیں، وہ ایک دن نہایت باریک دوپٹہ اوڑھ کر پھوپھی کے پاس آئیں، دیکھنے کے ساتھ ان کے دوپٹہ کو غصہ سے چاک کر ڈالا۔ پھر فرمایا: تم نہیں جانتیں کہ سورۂ نور میں اللہ نے کیا احکام نازل کیے ہیں، اس کے بعد دوسرا گاڑھے کپڑے کا دوپٹہ منگوا کر اوڑھایا۔ [7]

---

[1] مسند احمد: جلد ۶ ص ۹۳، ۹۴۔ [2] سنن بیہقی: کتاب البیوع۔ [3] مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۷۳۔

[4] مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۲۵، موطا کتاب الحج، نیز دیکھو باب افتاء کا بیان۔ [5] ایضاً ص ۲۲۵ و ۲۴۰۔

[6] ایضاً ص ۲۴۲۔ [7] موطا امام مالک: کتاب اللباس۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مکاتب غلام آزاد کیا۔ رخصت کرتے وقت نصیحت کی کہ جاؤ اور جہاد الٰہی میں شریک ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان آدمی کے اندر خدا کی راہ میں گرد وغبار نہیں پہنچتا، لیکن خدا جہنم کی آگ اس پر حرام کر دیتا ہے۔ 1

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ان کے پاس آئے اور معمولی طرح سے جھٹ پٹ وضو کر کے چلے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً ٹوکا، عبدالرحمٰن وضو اچھی طرح کیا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ وضو میں جو عضو نہ بھیگیں گے، اس پر جہنم کی پھٹکار ہو۔ 2

ایک دفعہ ایک گھر میں مہمان اتریں۔ دیکھا کہ صاحبِ خانہ کی دو لڑکیاں جواب جوان ہو چلی تھیں، بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہیں، تاکید کی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے۔ 3

یہودیوں کا دستور تھا کہ کسی عورت کے بال چھوٹے ہوتے تو وہ مصنوعی بال جوڑ کر بڑے کر لیتی، ان کو دیکھ کر عرب عورتوں میں اس کا رواج ہو گیا تھا۔

ایک دفعہ ایک عورت نے آکر عرض کی کہ میری ایک بیٹی دلہن بنی ہے۔ بیماری سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں، کیا بال جوڑ دوں؟ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والیوں اور جوڑوانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ 4

لوگ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید جس قدر جلدی پڑھ کر ختم کر لیں گے، اسی قدر زیادہ ثواب

---

1 مسند احمد: جلد ۶ ص ۸۵۔ 2 مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۸۵۔

3 مسند احمد: جلد ۶ ص ۹۶۔

4 مسند احمد: جلد ۶ ص ۱۱۱، یہ حدیث اور کتابوں میں بھی ہے اور صحیح ہے، مدت تک اس فعل کی ممانعت اور اس پر اس سخت وعید کی علت میری سمجھ میں نہیں آئی، اتفاق سے ایک دفعہ کسی رسالہ میں یورپ کا حال پڑھ رہا تھا کہ خوبصورت بالوں والی عورتیں جب مرتی ہیں تو زینت و آرائش کی کمپنیاں ان کے بال خرید لیتی ہیں اور ان کو دوسری لیڈیاں اپنے بالوں میں مصنوعی طور سے جوڑنے کے لیے خرید لیتی ہیں چونکہ یہ انتہائی دِنایت اور خلاف انسانیت فعل ہے۔ اس لیے سزا اور لعنت ہے، عرب کے یہودیوں میں بھی اسی قسم کا دستور ہوگا۔ چونکہ یہ لوگ بے حد لالچی اور روپے کے حریص تھے، اس لیے عجب نہیں کہ ایسا کرتے ہوں ورنہ اپنی زندگی میں کسی عورت سے یہ توقع کیونکر ہوسکتی ہے کہ دوسروں کے حسن و جمال کے لیے اپنی بدصورتی و بدجمالی کو گوارا کرتی ہو اور اپنے بال کٹوا کر فروخت کے لیے دیتی ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ملے گا۔ ایک شخص نے آ کر پوچھا: اے ام المؤمنین ! بعض لوگ ایک شب میں قرآن دو دو، تین تین بار پڑھ ڈالتے ہیں۔ فرمایا: ''ان کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہے، آنحضرت ﷺ تمام تمام رات نماز میں کھڑے رہتے تھے، لیکن بقرہ، آل عمران اور نساء سے آگے نہیں بڑھتے تھے (گویا انہی تین سورتوں تک پہنچتے پہنچتے رات آخر ہو جاتی تھی) جب کسی بشارت کی آیت پر پہنچتے تو خدا سے دعا مانگتے اور جب کسی وعید کی آیت پر پہنچتے تو پناہ مانگتے۔ 1

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے صحابی تھے۔ حج کا قافلہ واپس آ رہا تھا، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو ان کو معلوم ہوا کہ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ منہ پر کپڑا رکھ کر رونے لگے۔ محبت کی خوبی سے کس کو انکار ہے مگر اس طرح منہ چھپا کر عین مجمع میں رونا، صبر و حلم کے نمونوں کے لیے مناسب نہ تھا۔ قافلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ انہوں نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے خطاب کر کے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ آپ کو اسلام کی اولیت کا شرف حاصل ہے۔ آپ ایک عورت کے لیے روتے ہیں۔ 2

کعبہ پر ہر سال ایک نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے اور پرانا اتار لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں کعبہ کے متولی پرانے غلاف کو ادب کی بنا پر زمین میں اس لیے دفن کر دیتے تھے کہ اس کو کوئی ناپاک ہاتھ نہ لگنے پائے۔ شیبہ بن عثمان نے جو اس زمانہ میں کعبہ کے کلید بردار تھے، بیان کیا کہ ہم سارے غلاف کو اکٹھا کر کے ایک گہرا کنواں کھود کر اس میں دفن کر دیتے ہیں، تاکہ ناپاکی کی حالت میں لوگ اس کو نہ پہن لیں۔ شریعت کے نکتہ شناس نے سمجھ لیا کہ یہ تعظیم غیر شرعی ہے، جس کا خدا اور رسول نے حکم نہیں دیا، اور ممکن ہے کہ آئندہ اس سے کوئی سوء اعتقاد پیدا ہو۔ ام المؤمنین نے شیبہ سے فرمایا: یہ تو اچھی بات نہیں، تم برا کرتے ہو، جب وہ غلاف کعبہ پر سے اتر گیا، تو اگر کسی نے ناپاکی کی حالت میں اس کو پہن بھی لیا تو کوئی مضائقہ نہیں، تم کو چاہیے کہ اس کو بیچ ڈالا کرو اور اس کے جو دام آئیں وہ غریبوں اور مسافروں کو دے دیا کرو۔ 3 غالباً اسی کے بعد یہ پرانا غلاف مسلمانوں کے ہاتھ پھاڑ پھاڑ کر فروخت کر دیا جاتا ہے اور مشتاق مسلمان اس کو خرید کر گھروں میں لاتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ اس فیض کے لیے مسلمانوں کو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی ممنون

1 مسند احمد: جلد ۶، ص ۱۱۔ 2 مسند احمد: جلد ۴، ص ۳۵۲۔

3 عین الاصابہ سیوطی بحوالہ سنن بیہقی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہونا چاہیے۔ جن کی بدولت ان کے ہاتھ یہ دولت آئی۔

ایک دفعہ ایک صاحب (غالباً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) مسجد نبوی میں آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس بیٹھ کر جلدی جلدی اور ان کے سنانے کے لیے زور زور سے حدیثیں بیان کرنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں۔ فارغ ہوئیں تو وہ اٹھ کر جا چکے تھے۔ عروہ ملنے گئے تو ان سے کہا: کیسے تعجب کی بات ہے! فلاں صاحب حجرے کے پاس بیٹھ کر میرے سنانے کو جلدی جلدی حدیثیں بیان کرنے لگے۔ میں نماز میں تھی اور وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اگر مجھ سے ملاقات ہوتی تو میں کہتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح جلدی جلدی باتیں نہیں کرتے تھے۔ [1] ام المؤمنین کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ حدیث نبوی کا شغل رکھتے ہیں، ان کے قول و عمل میں مطابقت چاہیے ورنہ حدیث بے اثر رہے گی۔

حج کے موسم میں منیٰ میں ایک خیمہ میں تھیں، لوگ ملاقات کو آ رہے تھے۔ چند قریشی نوجوان ہنستے ہوئے آئے۔ ہنسنے کا سبب دریافت کیا، عرض کیا ایک صاحب خیمہ کی ڈوری میں پھنس کر ایسے گرے کہ ان کی آنکھ ہی چلی جاتی، یا گردن ٹوٹ جاتی۔ ہم لوگوں کو یہ دیکھ کر بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ فرمایا: ہنسنا نہ چاہیے، کسی مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے بھی معمولی مصیبت اس پر آئے تو اللہ اس کا درجہ بڑھاتا ہے اور اس کا گناہ معاف فرماتا ہے۔ [2]

☆......☆......☆

[1] صحیح بخاری: صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
[2] صحیح مسلم: باب ثواب المؤمن فیما یصیب۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جنس نسوانی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے احسانات

اب ہم کتاب کے آخری باب پر پہنچ گئے ہیں، اور اب ہمارے اس علمی سفر کی یہ آخری منزل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک زندگی کے کارناموں کا خاتمۃ الباب وہ خدمات جلیلہ ہونی چاہئیں جو انہوں نے اپنی ہم جنس بہنوں کے لیے مختلف طریقوں سے انجام دیں۔

جنسِ نسوانی پر ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو یہ بتا دیا کہ ایک مسلمان عورت پردہ میں رہ کر بھی علمی، مذہبی، اجتماعی اور سیاسی اور پند و موعظت اور اصلاح وارشاد اور امت کی بھلائی کے کام بجالاسکتی ہے۔ غرض اسلام نے عورتوں کو جو رتبہ بخشا ہے اور ان کی گزشتہ گری ہوئی حالت کو جتنا اونچا کیا ہے، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی زندگی کی تاریخ اس کی عملی تفسیر ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اگر ایسے لوگ گزرے ہیں جو مسیح اسلام کے خطاب کے مستحق 1 اور عہد محمدی کے ہارون بننے کے سزاوار تھے 2 تو الحمد للہ کہ صحابیات میں بھی ایک ایسی ذات تھی جو مریم اسلام کی حیثیت رکھتی تھی۔ 3

صحابیات اپنی عرض داشتیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک ام المؤمنین کی وساطت سے پہنچاتی تھیں اور ان سے جہاں تک بن پڑتا تھا ان کی حمایت کرتی تھیں۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ایک پارسا صحابی تھے اور راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دن ان کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ دیکھا کہ وہ ہر قسم کی زنانہ زیب و آرائش سے خالی ہیں۔ سبب دریافت کیا۔ کیا کہہ سکتی تھیں، پردہ پردہ میں بولیں کہ میرے شوہر دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نماز پڑھا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باتوں باتوں میں اس کا تذکرہ کیا۔ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ: ''عثمان! ہم کو رہبانیت کا حکم نہیں ہوا ہے، کیا میرا طرز زندگی پیروی کے لائق نہیں، میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اس کے احکام کی سب سے زیادہ نگہداشت کرتا ہوں، 4 یعنی پھر بھی بیویوں کے فریضہ کو ادا کرتا ہوں۔

---

1 حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مسیح اسلام تھے، استیعاب اور اصابہ میں ان کا حال دیکھو۔ 2 حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے فرمایا انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ۔

3 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ہے کہ عورتوں میں صرف چار کاملہ گزری ہیں، مریم...... اور عائشہ کی بزرگی ایسی ہے جیسے کھانوں میں ثرید کی۔ 4 مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۲۶۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حولاء رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جو رات بھر سوتی نہ تھیں، برابر نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ اتفاق سے وہ ایک دفعہ سامنے سے گزریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ حولاء ہیں لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے فرمایا کہ رات بھر نہیں سوتیں؟ پھر فرمایا کام اتنا کرو جو نبھ سکے۔ [1]

ایک عورت کو چوری کے جرم میں سزا دی گئی تھی، اس کے بعد وہ تائب ہو کر نیک ہوگئی۔ شاید اور بیبیاں اس حالت میں بھی اس سے ملنا پسند نہ کرتی تھیں، لیکن وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتی تھی اور وہ اس سے ملتی تھیں۔ بلکہ ضرورت پڑتی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی اس کی درخواست پہنچا دیتی تھیں۔ [2] ایک صحابیہ کو ان کے شوہر نے مارا جس سے بدن میں جا بجا نیل پڑ گئے۔ وہ سیدھی ام المؤمنین کے پاس آئیں اور اپنا بدن دکھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو ام المؤمنین نے عرض کی:

مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مَا يُلْقِي الْمُؤْمِنَاتِ لَجِلْدُهَا اَشَدُّ خَضْرَةً مِّنْ ثَوْبِهَا.

''مسلمان بیویاں جو تکلیف اٹھاتی ہیں، میں نے اس کی مثال نہیں دیکھی، اس بیچاری کا بدن اس کے کپڑے سے زیادہ سبز ہو رہا ہے۔''

ان کے شوہر کو معلوم ہوا کہ انکی بیوی بارگاہِ نبوت میں پہنچی ہے، وہ بھی دوڑے آئے اور اظہار سے فریقین کا قصور ثابت ہوا۔ [3]

عورتوں کو جو لوگ ذلیل سمجھتے تھے، ام المؤمنین ان سے سخت برہم ہوتی تھیں۔ کسی مسئلہ سے اگر ان کی ذلت اور حقارت کا پہلو نکلتا تھا تو وہ اس کو صاف کر دیتی تھیں۔ بعض صحابیوں نے روایت کی ہے کہ عورت، کتا اور گدھا اگر نماز میں نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ''اِنَّ الْمَرْأَةَ اِذًا دَابَّةُ سُوْءٍ'' تو عورت بھی ایک بد جانور ہے ''بِئْسَ مَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ'' تم نے کیسا برا کیا کہ ہم کو گدھے اور کتے کے برابر کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے اور میں آگے لیٹی رہتی تھی۔ یہ طیالسی کی روایت ہے۔ [4] دوسری روایتوں میں ہے کہ فرمایا: آپ سجدہ کرنا چاہتے، میرے پاؤں دبا دیتے، میں سمیٹ لیتی۔ [5] بعض

[1] مسند احمد: جلد ۶، ص ۲۲۴۔

[2] صحیح بخاری: باب شہادة القاذف۔ [3] صحیح بخاری: باب الثیاب الخضر۔

[4] مسند طیالسی: ص ۲۰۵، طبع حیدرآباد۔ [5] ابوداؤد: باب المرأة لاتقطع الصلوٰة۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فقہاء کے نزدیک عورت کے چھونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، لیکن ام المؤمنین کی یہ روایت ان کی اس خطائے اجتہادی کے پردہ کو چاک کر دیتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نحوست تین چیزوں میں ہے، گھوڑا، گھر اور عورت۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت غصہ آیا۔ بولیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہرگز نہیں فرمایا۔ یہ البتہ فرمایا ہے کہ اہل جاہلیت ان سے نحوست کی فال لیتے تھے۔

بعض ایسے فقہی احکام جن میں صحابہ مختلف الرائے تھے، انہوں نے ہمیشہ وہ پہلو اختیار کیا جس میں عورتوں کے لیے سہولت اور آسانی ہوتی تھی کہ ان کی جنسی ضرورتوں کو وہی بہتر جانتی تھیں۔ اس پر کتاب وسنت سے استدلال کرتی تھیں۔ چنانچہ عموماً فقہا کا فیصلہ انہی کے حق میں رہا اور اکثر اسلامی ملکوں میں انہی کے فتووں پر عمل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تھا کہ عورتیں شرعی طہارت کے لیے اپنے جوڑے کھول کر نہایا کریں۔ حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا کہ وہ یہی فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ کہ عورتیں اپنے چونڈے منڈوا ڈالیں۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غسل کرتی تھی اور صرف تین دفعہ پانی ڈال لیتی تھی [1] اور ایک بال بھی نہیں کھولتی تھی۔ [2]

حج میں سر منڈوانا یا ترشوانا بھی حاجیوں کے لیے ضروری ہے۔ عورتوں کے لیے کسی قدر بال کٹوا دینا کافی ہے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے کہ ناپ کر چار انگل ترشوانا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا فتویٰ معلوم ہوا تو فرمایا کہ تم کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بات پہ تعجب نہیں ہوا کہ وہ محرم عورت کو چار انگل بال کٹوانے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ کسی طرف کا ذرا سا بال لے لینا کافی ہے۔ [3]

احرام کی حالت میں مردوں کو موزے نہیں پہننا چاہئیں۔ اگر کسی مجبوری سے پہنیں تو ٹخنے سے کاٹ دیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کے لیے بھی یہی فتوے دے دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ مردوں کے لیے مخصوص ہے، عورتوں کو موزہ ٹخنے سے کاٹنا ضروری نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فتویٰ سے رجوع کیا۔ [4]

---

[1] صحیح مسلم: باب الغسل۔ [2] نسائی: باب الغسل۔
[3] عین الاصابہ سیوطی بحوالہ مناسک کبیر امام ابن حنبل۔ [4] ابوداؤد: باب مایلبس المحرم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال منع ہے کہ اس سے حاجی کی فطری ابراہیمی صورت میں فرق آتا ہے۔ اس سے بعض صحابہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ احرام کے وقت بھی خوشبو ملنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم (ازواج) احرام کے وقت پیشانی پر خوشبو مل لیتی تھیں اور پسینہ سے وہ خوشبو ڈھل کر بعضوں کے چہروں پر آ جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھتے تھے اور منع نہیں فرماتے تھے۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ احرام میں چہرہ پر نقاب نہیں ڈالنا چاہیے (عرب میں مرد بھی گرمی اور تپش سے بچنے کے لیے چہرہ پر نقاب ڈالتے تھے) لیکن عورتوں کے لیے اس پر دائمی عمل مشکل تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم لوگ جب آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں چلے، قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تھے، جب مقابل آ جاتے، ہم سر سے چادر ڈال لیتے، جب وہ نکل جاتے ہم منہ کھول دیتے۔ [2] چنانچہ قرن اول کی عورتوں کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے فتوے پر عمل تھا۔

ایک تابعیہ جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ساتھ حج کیا تھا۔ بیان کرتی ہیں کہ ہم منہ چھپاتے تھے اور وہ منع نہیں کرتی تھیں۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی کے جواب میں آپ نے فرمایا: احرام کی حالت میں کرتہ، پاجامہ، عمامہ، ٹوپی اور موزہ نہ پہنا جائے اور نہ زعفران اور کوسم (ورس) سے رنگے ہوئے کپڑے پہنے جائیں۔ [4]

اس حدیث کی رو سے عورتوں کو بھی زعفران اور اس کے رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے سے بعضوں نے منع کیا ہے مگر ذرا تامل سے معلوم ہوگا کہ یہ پورا حکم مردوں سے متعلق ہے اور ایک مرد ہی کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود احرام کی حالت میں زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں، بلکہ عورتوں کو بحالتِ احرام زیور پہننے اور سیاہ اور گلابی رنگ کے کپڑوں اور موزوں کے پہننے میں بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ [5]

---

[1] ابوداؤد باب مایلبس المحرم۔ [2] ایضاً۔ [3] موطا امام مالک: باب تخمیر المحرم وجھہ۔

[4] صحیح بخاری: باب مایلبس المحرم من الثیاب۔

[5] صحیح بخاری: باب مایلبس المحرم من الثیاب والاردیۃ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سونے اور چاندی کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ ہے یا نہیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ اور تابعین اور ائمہ کے نزدیک اس میں زکوٰۃ ہے، فقہائے احناف کا اسی پر عمل ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے، زیوروں کا تعلق زیادہ تر عورتوں سے ہے۔ اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے اس بارہ میں زیادہ معتبر ہوسکتی تھی، مگر ان کا طرز عمل بھی اس بارہ میں واضح نہیں، ایک طرف تو جیسا کہ موطا میں ہے، وہ اپنی یتیم بھتیجیوں کے زیوروں کی جن کی وہ متولیہ تھیں، زکوٰۃ نہیں دیتی تھیں۔ [1]

دوسری طرف ابوداؤد اور دارقطنی میں ایک حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ بولیں نہیں، فرمایا کہ آتشِ دوزخ سے بچو۔ [2] ظاہر ہے کہ اس تہدید کو سن کر ناممکن ہے کہ وہ زیوروں میں زکوٰۃ نہ دیتی ہوں۔ چنانچہ سنن دارقطنی (باب زکوٰۃ الحلی) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس زیور کی زکوٰۃ دی جائے اس کا پہننا جائز ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زیوروں میں

---

[1] ترمذی اور موطا امام مالک، باب زکوٰۃ الحلی۔

[2] اس روایت کا ایک راوی دارقطنی کی روایت میں محمد بن عطا ہے دارقطنی نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس میں محمد بن عطا مجہول راوی ہے، لیکن ابوداؤد میں تصریح ہے کہ یہ محمد بن عمرو بن عطا ہے جو مشہور راوی ہے اس لیے بہ تصریح علما دارقطنی کی یہ جرح صحیح نہیں۔ امام ترمذی کا بیان ہے کہ زیوروں کی زکوٰۃ کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ثابت نہیں، الفاظ یہ ہیں لَا يَصِحُّ فِي هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم شَيْءٌ لیکن دارقطنی میں فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیور میں زکوٰۃ ہے۔ ابن لہیعہ سے بذریعہ عمرو بن شعیب ایک روایت ہے کہ دو بیویاں جن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم اُن کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں، یارسول اللہ، ارشاد ہوا، کہ کیا تم آگ کے کنگن پہننا پسند کرو گی، عرض کی نہیں یارسول اللہ! فرمایا تو اس کی زکوٰۃ دیا کرو (ترمذی) امام ترمذی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ اس معنی کی اور بھی روایتیں ہیں، بہرحال اس باب میں صحابہ وتابعین کی روایتیں اور اقوال مختلف ہیں اور فریقین کے دلائل کتابوں میں مذکور ہیں۔ زیوروں میں وجوب زکوٰۃ کی بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں سونا اور چاندی کو کنز کرنے یعنی بغیر زکوٰۃ ادا کیے اپنی ملک میں رکھنے پر شدید وعید آئی ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾[۹/ التوبۃ:۳۴] اور سنن ابی داؤد میں ام المومنین حضرت ام سلمہ سے یہ روایت ہے کہ وہ سونے کے کچھ زیور پہنے تھیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سوال کیا کہ یارسول اللہ کیا یہ بھی کنز ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ اگر زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ دے دی جائے تو کنز نہیں۔ اس حدیث سے کنز کی تفسیر معلوم ہوگئی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس زیور کی خواہ وہ استعمال ہی میں ہو زکوٰۃ نہ دی جائے وہ کنز کے حکم میں ہے اور اس پر قرآن پاک کی وعید شدید لازم ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زکوٰۃ کے وجوب کی قائل تھیں۔

مؤطا کی اس حدیث کا جس میں ذکر ہے کہ وہ اپنی یتیم بھتیجیوں کے زیوروں کی زکوٰۃ نہیں دیتی تھیں۔ یہ جواب ہوسکتا ہے کہ وہ نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں جانتی تھیں، جیسا کہ بہت سے صحابہ اور فقہاء کا مسلک ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ وہ پھر اپنے نابالغ بھتیجوں کے مال کی زکوٰۃ جیسا کہ موطا میں مذکور ہے، کیوں دیتی تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نابالغ کے مال میں وجوب زکوٰۃ کی قائل نہ تھیں، بلکہ استحباب کی قائل تھیں۔ زیور چونکہ بعینہٖ رکھے تھے ان کو بیچ کر یا بدل کر تجارت میں نہیں لگایا تھا کہ اس میں اضافہ ہوا اور لڑکیوں کے لیے بہرحال ان کی ضرورت تھی، اس لیے یتیم نابالغ لڑکیوں کے لیے انہیں یہی پہلو مناسب معلوم ہوا کہ ان کے زیور کی زکوۃ دے کر اس کو کم نہ کریں اور یتیم نابالغ بھتیجوں کے مال کو انہوں نے جیسا کہ موطا کے اسی مقام پر ہے، تجارت میں لگا دیا تھا۔ اس لیے اس میں ان کو زکوٰۃ ادا کر دینے کا پہلو زیادہ مناسب معلوم ہوا۔

کسی مقتول کے بدلہ میں اگر قاتل خون بہا ادا کرنا چاہتا ہے تو درجہ بدرجہ اسکے تمام وارثوں کو رضامند کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "وان كانت امراة" [1] یعنی اگر وارثوں میں عورتیں ہوں تو ان کو راضی کرنا بھی ضروری ہے۔ صرف مردوں کی رضا مندی کافی نہیں ہے کیونکہ وراثت کا حق صرف مردوں کے لیے مخصوص نہیں ہے۔

عرب میں اسلام سے پہلے وراثت میں عورت کا حق نہ تھا۔ اسلام نے آ کر ان کو بھی ان کا حق دلایا۔ وراثت کے اکثر مسائل تو قرآن مجید ہی میں مذکور ہیں، اس میں لڑکیوں کے حصہ کی بھی تفصیل ہے۔ لیکن بعض ایسی صورتیں بھی پیش آئیں جن کے حل کرنے کے لیے کتاب وسنت سے فکر واستنباط کی ضرورت پیش آئی۔ ان موقعوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی جنسی بہنوں کا حق فراموش نہیں کیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ اگر لڑکا وارث نہ ہو، صرف بیٹیاں، پوتیاں اور پوتے ہوں تو تقسیم کیونکر ہوگی؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پوتیوں کا حصہ نہیں دلاتے۔ صرف پوتوں کو حصہ دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، پوتیوں کا بھی حصہ لگاتی ہیں۔ [2]

عورتیں بارگاہِ نبوت میں مسائل دریافت کرنے کو آیا کرتی تھیں۔ بعض پردہ کے مسائل ہوتے تھے، جو کم فہم بیبیوں کی سمجھ میں نہ آتے اور آپ خود حیا سے اس کی تفصیل نہیں فرما سکتے تھے تو ایسے موقع پر ام المؤمنین ہی اپنی بہنوں کی امداد فرماتی تھیں اور اپنے پاس بلا کر آپ کا مطلب سمجھا دیتی

[1] ابوداود: کتاب الدیات، باب عفوالنساء۔ [2] مسند دارمی: کتاب الفرائض۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھیں 1 اوران کے سوالات آپ کی خدمت میں پیش کر کے ان کے جوابات ان کو بتاتی تھیں۔

عرب میں دامن کا اتنا بڑا رکھنا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا چلے، فخر اور عزت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غرور سے اپنا دامن گھسیٹ کر چلے گا، خدا اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! عورتوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا: ایک بالشت نیچے لٹکائیں۔ بولیں کہ اتنے میں پنڈلیاں کھل جائیں گی۔ تو فرمایا: ''ایک ہاتھ۔'' 2

اسلام میں نکاح کے جواز کے لیے لڑکیوں کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری عورتوں سے اجازت لی جائے اور بیوہ سے اس کا حکم طلب کیا جائے۔ لیکن خدا نے عورتوں کو جو فطری حیا اور شرم عطا کی ہے اس کی بنا پر زبان سے رضامندی کا اظہار تقریباً محال ہے۔ ام المؤمنین اس مشکل سے آگاہ تھیں، عرض کی۔ فرمایا: ''کہ ان کی خاموشی ان کی رضامندی ہے۔ 3

بعض اولیاء لڑکی کی رضامندی کے بغیر صرف اپنے اختیار سے نکاح کر دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔ عورتوں کی عدالت عالیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا حجرہ تھا۔ لڑکی اسی آستانہ پر حاضر ہوئی۔ آنحضرت ﷺ تشریف فرما نہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بٹھا لیا۔ جب آپ تشریف لائے تو صورتِ واقعہ عرض کی۔ آپ نے لڑکی کے باپ کو بلایا اور لڑکی کو اپنا مختار آپ بنایا۔ یہ سُن کر لڑکی نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے باپ نے جو کچھ کیا، میں اب اس کو جائز ٹھہراتی ہوں۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ عورتوں کو اپنے حقوق معلوم ہو جائیں۔ 4

جس عورت کو اس کے شوہر نے ایک یا دو بار طلاق دی ہو، زمانہ عدت تک اس کا نفقہ اور سکونت مرد پر متفقاً فرض ہے۔ لیکن اگر تین طلاقیں دے دیں تو ایسی حالت میں اختلاف ہے کہ نفقہ یا

---

1 صحیح بخاری: باب الاحکام التی تعرف بالدلائل۔

2 مسند احمد: جلد ۶، ص ۷۵ و ۱۲۳، بعض حدیثوں میں یہ واقعہ حضرت ام سلمہ کی طرف منسوب ہے ممکن ہے کہ دونوں بیویوں نے اپنی اپنی جگہ پر عرض کیا ہو۔

3 صحیح بخاری: کتاب النکاح۔

4 نسائی: باب البکر یزوجہا ابوہا وہی کارہۃ ودار قطنی کتاب النکاح (من مراسیل ابن بریدہ)۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مسکن مرد پر واجب ہوگا یا نہیں، بعض لوگ اس کے قائل ہیں کہ نفقہ اور سکونت کی ذمہ داری مرد پر عائد نہیں ہوگی۔ دلیل یہ پیش کی کہ قرآن میں جہاں اس مسئلہ کا ذکر ہے کہ شوہر کے گھر سے نہ نکلیں اور نہ شوہران کو گھر سے نکالیں۔ اس کے بعد یہ ہے: ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ ''شاید خدا اس کے بعد کوئی بات پیدا کر دے۔'' یعنی مقصود یہ ہے کہ زمانہ عدت تک شوہر کے گھر سے مطلقہ کو دوسرے گھر میں اس لیے منتقل نہ ہونا چاہیے کہ شاید ایک گھر میں چند مہینے ساتھ رہنے سے اتفاقی کدورتیں مٹ کر اگلا سا اخلاص پیدا ہو جائے۔ لیکن جب تین طلاقیں پڑ گئیں تو اب رجعت ہو نہیں سکتی، اس لیے ایک گھر میں رہنے کی علت مفقود ہوگئی۔ اس لیے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا یہ حکم طلاق رجعی سے متعلق ہے، بائن سے نہیں۔ [1]

لیکن درحقیقت یہ استدلال کسی قدر غلط ہے، یہ کہنا صحیح ہے کہ زمانہ عدت میں مرد کے گھر میں رہنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ لیکن یہ صحیح نہیں کہ تمام تر سبب یہی ہے۔ اس حکم میں اور مصلحتیں یہ ہیں کہ جب اس کو پہلے شوہر نے طلاق دے دی اور یہ دریافت کرنے کے لیے کہ آیا اس کو اس سے حمل تو نہیں اس کو چند مہینے انتظار کرنا پڑے گا، اس لیے وہ دوسری شادی ابھی نہیں کر سکتی، چونکہ یہ نقصان اس کو شوہر اول کی وجہ سے پہنچا ہے، اس لیے تا زمانۂ انتظار اس کے طعام و قیام کا ذمہ دار اسی کو ہونا پڑے گا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ کے استدلال کی نہایت سخت مخالفت کی، اور فرمایا کہ فاطمہ کے لیے خیر نہیں کہ اپنے واقعہ کو استدلال میں پیش کرے۔ اس کے پہلے شوہر کا گھر چونکہ غیر محفوظ تھا اس لیے آپ نے اس کو دوسرے گھر میں منتقل ہونے کی اجازت دی تھی۔ مروان کے زمانہ میں جب اسی قسم کا واقعہ پیش آیا، اور مروان نے فاطمہ کی اسی روایت سے استدلال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو کہلا بھیجا کہ یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا۔ فاطمہ کا واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں میاں بیوی میں بنتی نہ تھی، بعض اور روایتوں میں ہے کہ فاطمہ زبان کی تیز تھیں۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ [2]

شوہر کی وفات کے بعد عورت کو چار مہینے دس دن تک عدت میں بیٹھنا چاہیے اور گھر سے باہر نکل کر کسی دوسرے مقام پر نہیں جانا چاہیے، اس سے بعض فقہا نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر وہ شوہر کے ساتھ ہے، تو شوہر کی وفات جہاں ہو اور اگر ساتھ نہیں ہے تو جہاں اس کو خبر معلوم ہو، اس کو وہیں

---

[1] ابو داود: کتاب الطلاق۔ [2] صحیح بخاری: ابو داود، موطا، کتاب الطلاق۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ٹھہر کر عدت کے دن گزارنے چاہئیں، یعنی اس حالت میں سفر اس پر حرام ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں احادیث سے جس قدر دلائل وہ پیش کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ وطن اور گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ (1) حالانکہ ثابت یہ کرنا چاہیے کہ باہر سے گھر بھی نہیں آنا چاہیے، اور مسافرت سے وطن میں بھی وہ منتقل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اسی بنا پر ان کے استدلال کو تسلیم نہیں کیا، ان کی ایک بہن کا نام ام کلثوم تھا، اور وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے بیاہی تھیں۔ جنگ جمل میں وہ اپنے شوہر کے ساتھ تھیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہاں شہادت پائی۔ عام خیال کے مطابق ان کو زمانۂ عدت وہیں بسر کرنا چاہیے تھا، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئیں۔ راستہ میں مکہ معظمہ میں بھی ان کا قیام رہا، لوگوں میں اسکا چرچا پھیلا۔ ایوب ایک تابعی تھے انہوں نے جواب دیا کہ یہ گھر سے باہر نکلنا نہیں ہے بلکہ گھر کے اندر آنا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسافرت سے ان کو وطن میں منتقل کر دیا۔ (2) یہ جواب بالکل صحیح تھا۔ واقعات کی رُو سے غور کرنا چاہیے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس مسئلہ کو واضح نہ کرتیں تو اس حالت میں بہت سی عورتوں کو کتنی مشکلات کا سامنا ہوتا۔

طلاق تمام مباح امور میں سب سے برا کام اور فساد معاشرت کا آخری چارۂ کار ہے۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو اس دائرہ کو محدود کرنا چاہیے۔ شوہر اگر بیوی کو مفارقت کا اختیار دے دے اور وہ اس اختیار کو واپس کر کے شوہر ہی کی زوجیت کو قبول کرے تو بعض صحابہ کا فتویٰ تھا کہ ایک طلاق پڑ جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سختی سے اس فتویٰ کا انکار کیا اور دلیل میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ پیش کیا کہ آپ نے آیت تخییر کے بعد تمام بیویوں کو علیحدگی کا اختیار دے دیا لیکن کوئی علیحدہ نہیں ہوئی، تو کیا ہم لوگوں پر ایک ایک طلاق پڑ گئی؟ اور پھر یہ اخلاق اور وفاشعاری کا خون نہیں ہے کہ ایسی شوہر پرست اور وفاشعار بیوی کو اپنے لائق تحسین ایثار کا جواب شریعت کی طرف سے ایک معاشرتی داغ کی صورت میں ملے، چنانچہ جمہور فقہاء اور محدثین کا عمل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی فتویٰ پر ہے۔

اسی طرح اگر زبردستی کوئی شخص کسی کو مجبور کرے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ ورنہ وہ قید یا قتل کر دیا جائے گا یا اس کو کوئی سزا دی جائے گی اور شوہر ڈر کر اس کی تعمیل کر دے۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ طلاق شرعاً صحیح نہ ہوگی، (3) امام ابوحنیفہ کے سوا اور تمام فقہا اور محدثین نے اس اصول کو تسلیم

(1) ابوداؤد اور موطا وغیرہ میں فریعہ بنت مالک کی ایک حدیث ہے، اس کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔

(2) ابن سعد جزء نساء، ۳۳۹۔ (3) صحیح بخاری و مسلم وغیرہ حدیث طلاق فی اغلاق دیکھو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرلیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اگر قانونِ اسلامی میں یہ دفعہ نہ ہوتی تو شرافت مآب خاتونوں کا ظالم اور جابر امراء اور سلاطین کے دستِ ستم سے محفوظ رہنا مشکل ہو جاتا۔

جاہلیت میں عورتوں کی نازک گردنیں رسوم وعوائد کے جن آہنی طوقوں سے گراں بار تھیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس زمانہ میں نہ طلاق کی تعداد کی تعیین تھی اور نہ طلاق کے بعد زمانہ رجعت کی کوئی تحدید تھی۔ سنگدل شوہر عورت کو طلاق دے دیتا اور جب رجعت کا زمانہ ختم ہونے لگتا پھر زوجیت میں لے لیتا، پھر طلاق دے دیتا۔ اگر چاہتا تو عمر بھر عورت کو اس جال سے نکلنے نہ دیتا۔ اس طرح یہ مسکین دائمی رنج وکوفت میں گرفتار رہتی، اور کبھی اس کے پنجۂ ستم سے آزاد نہ ہو سکتی، لیکن مسلمان عورتوں پر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ان کو جاہلیت کی اس لعنت سے ہمیشہ کے لیے آزاد کرا دیا۔ زمانہ اسلام میں اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔ مظلوم بیوی چارہ گری کے لیے ام المؤمنین کے پاس دوڑی آئی، انہوں نے یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ اس پر یہ آیت اتری: [1]

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ.﴾

[۲/البقرۃ:۲۲۹]

”وہ طلاق جس کے بعد رجعت جائز ہے، دوبار ہے۔ اس کے بعد یا بحسن اسلوب اس کو زوجیت میں رکھ لینا ہے یا بخیر وخوبی اس کو رخصت کر دینا۔“

حج کا زمانہ اوائلِ تاریخ قمری میں واقع ہوتا ہے، اور یہ زمانہ اکثر عورتوں کی شرعی معذوری کا ہوتا ہے، کہ ایسی حالت میں اگر مناسکِ حج ان کے لیے تا طہارت ناجائز ہو جائیں تو میدانِ حج وعمرہ، میدانِ قیامت ہو جائے۔ یعنی ہزاروں کو انتظار میں پڑا رہنا پڑے اور پھر ان کے ساتھ ان کے اعزہ کو بھی رُکنا پڑے، یا حج کو ناتمام چھوڑ دینا پڑے اور یہ دونوں صورتیں عورتوں کے حق میں سخت ترین مصائب ہیں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس مشکل کا حل خود اپنے واقعہ سے فرما دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں فتویٰ پوچھا۔ فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا طواف کے سوا اور تمام مناسک ادا کیے جا سکتے ہیں، جو حاجی ادا کرتے ہیں اور اگر یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کے قریب یہ واقعہ پیش آئے، تو آخری طواف ضروری ہے۔ اسی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کو لے کر حج کرتی تھیں، تو انہیں جن کے متعلق شبہ ہوتا تھا ان کو طواف آخری سے پہلے رخصت کر دیتی تھیں، اور اگر طوافِ آخر کے بعد ایسا معاملہ پیش

[1] یہ مفصل واقعہ ترمذی کتاب الطلاق میں ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آتا تو اسی حالت مین وہ بقیہ اعمال (نفر) ان سے ادا کراتیں۔ صحابہ میں سے حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان مسائل میں حضرت عائشہ سے اختلاف تھا۔ بعد میں حضرت زید اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے فتووں سے رجوع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا فتویٰ قائم رکھا۔ بلکہ عملاً انہوں نے ایک عورت کو جب ایسا واقعہ پیش آیا، تو اس کو مکہ میں تا طہارت روک رکھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے لوگوں نے اس مسئلہ کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو منیٰ کے میدان میں چھ ہزار عورتیں بیک وقت رکی پڑی رہیں، پھر عمل جمہور سے اس کی تائید کی۔ [1]

ان مسائل میں کون صاحب سند ہے، اس کا فیصلہ ہر شخص کر سکتا ہے۔

[1] دیکھو موطا زرقانی: باب افاضۃ الحائض۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عالمِ نسوانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا درجہ

آپ صدیقہ کبریٰ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارک کا ایک ایک حرف پڑھ چکے۔ ان کی مقدس زندگی کا ایک ایک واقعہ آپ کی نظر سے گزر چکا۔ آپ دنیا کی سینکڑوں بڑی بڑی خواتین کے حالات سے واقف ہوں گے۔ تاریخ نے آپ کے سامنے دنیا کی مشہور خواتین کی زندگیوں کے بے شمار مرقعے پیش کیے ہوں گے، لیکن کبھی آپ نے ان کا باہم مقابلہ بھی کیا۔

دنیا کی غیر مسلم مشہور عورتوں کی فہرست میں جو نام داخل ہیں۔ اس میں زیادہ تر ایسی عورتیں ہیں جن سے اپنی سطح جنسی سے ذرا بلند کوئی ایک اتفاقی کارنامہ ظہور میں آ گیا۔ وہی ان کی شہرت کا بال و پر بن گیا۔ ایک عورت نے کسی پُر جوش مجمع میں کوئی تقریر کر دی، کسی تدبیر سے دشمنوں کی سازش کو توڑ دیا، یا اپنی قوتِ بازو سے کسی میدان کو مار لیا۔ یہ فوری اسباب اس کی تاریخی بقا اور شہرت کا ذریعہ بن گئے۔ غور سے دیکھیے کیا اس کا مقابلہ ایک مسلسل، بانظام اور مستمر العمل کارنامہ سے ہو سکتا ہے؟ حسن و جمال کی غیر معمولی سحر کاری اور کسی محروم الولد خاندان شاہی کے تاجِ زرنگار نے بھی اکثر جنس نسوانی کے چہرہ کو روشن کیا ہے۔ لیکن دیکھ لیجیے، تاریخ نے ہمیشہ حسرت و ناکامی ہی پر اس منظر کا خاتمہ کیا ہے۔ مصر و ایران اور روم کی تاریخی روداد بھی آپ کے سامنے ہے، اس سے ایک کامیاب مقدس اور پارسایانہ زندگی کا موازنہ کیا سوءِ ادب نہیں......!؟

ان عمومی حیثیتوں کو الگ کر کے مذہب، اخلاق اور تقدس کا پہلو سامنے لائیے تو معلوم ہو جائے گا کہ کائناتِ نسوانی کا ایک ستارہ بھی اس افق سے طلوع ہونے کے قابل نہیں، ہندوستان کی بعض معصوم صورت بیبیاں آگے بڑھ کر اپنا استحقاق پیش کریں گی، لیکن آپ پوچھ سکتے ہیں کہ عفیفو! طبیعت کی پاکیزگی اور شوہر پرستی کی مسلّم دلیلوں کے علاوہ کوئی اور سند بھی اپنے پاس رکھتی ہو؟ صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے سوا دنیا کی کون خاتون ہے جس نے مذہب، اخلاق اور تقدس کے ساتھ مذہبی، علمی، سیاسی، معاشرتی، غرض گوناگوں فرائض انجام دیے ہوں اور جس نے اپنی زندگی کے کارناموں سے خدا پرستی کے نمونوں سے، اخلاق کی عملی مثالوں سے، روحانیت کی پاک تعلیموں سے اور کسی دین و شریعت اور قانون کی تعلیم و تشریح سے دنیا کی تقریباً دس کروڑ [1] عورتوں کے لیے ایک کامل زندگی اور

---

[1] مسلمان عورتوں کی تخمینی تعداد۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گراں بہا عملی نمونہ چھوڑا ہو اور جس نے اس عظیم الشان تعداد نسوانی کو اپنے مذہبی، اجتماعی اور علمی احسانات سے گرانبار کیا ہو۔

مسلمان عورتوں کی تاریخ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور بنات طاہرات رضی اللہ عنہن کے سوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا کس سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟ تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اسلام میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔ جمہور علما نے سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور تیسرے درجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام رکھا ہے۔ لیکن یہ ترتیب کسی نص شرعی یا حدیث صحیح سے ثابت نہیں، بلکہ علما نے اپنے اپنے قیاس واجتہاد اور ذوق سے یہ ترتیب قائم کی ہے۔ ان تینوں خواتین کے الگ الگ فضائل اور مناقب احادیث میں مروی ہیں، اسی بنا پر بعض علما نے اس باب میں توقف مناسب سمجھا ہے، علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علما کے برخلاف علانیہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ صرف اہلبیت میں، نہ صرف عورتوں میں بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں۔ اس دعویٰ پر ان کے بہت سے دلائل ہیں جس کو شوق ہو وہ ''الملل والنحل'' میں فضل صحابہ رضی اللہ عنہم کی بحث کی طرف رجوع کرے۔ ہمارا اعتقاد اس بارہ میں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ فضیلت سے مقصود اگر درجۂ اخروی ہے تو اس کا حال خدا ہی کو معلوم ہے لیکن دنیاوی حیثیت سے حقیقت یہ ہے کہ ان کے فضائل مختلف الجہات ہیں۔ اگر نسبی شرافت کا اعتبار ہے تو حضرت فاطمۂ زہرا رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔ اگر ایمان کی سابقیت، اسلام کی ابتدائی مشکلات کے مقابلہ اور اس زمانہ میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت وتسکین خاطر کی حیثیت سے دیکھیے تو حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی بزرگی سب پر مقدم ہے، لیکن اگر علمی کمالات، دینی خدمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات کے نشرو اشاعت کی فضیلت کا پہلو سامنے ہو تو ان میں صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا کوئی حریف نہیں ہو سکتا۔ [1]

اگرچہ حضرت مریم علیہا السلام کی بزرگی کا ہم کو اسلام کے ذریعہ سے علم ہے لیکن انجیل کی روایات ان کو ایک ذرہ بھی ممتاز نہیں کر سکتیں، فرعون کی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام بھی اسلام میں فضیلت کی مستحق قرار دی گئی ہیں، لیکن تورات ان کے شرف کے اظہار سے خاموش ہے، اس بنا پر عقیدۃً ہم کو ان کی اجمالی

---

[1] زرقانی بر مواہب جلد ۳، ص ۲۶۹ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حال۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فضیلت اور بڑائی سے انکار نہیں، لیکن واقعات اور تاریخ کی زبان سے اس کا جواب سکوتِ محض ہے۔
بہر حال وحی کی معصوم زبان نے جو فیصلہ کر دیا ہے۔ اس سے زیادہ سچا فیصلہ اور کیا ہو سکتا ہے:

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ وَلَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اٰسِیَةُ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ۔ [1]

''ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مردوں میں بہت سے کامل گزرے لیکن عورتوں میں مریم علیہا السلام بنت عمران اور آسیہ علیہا السلام زوجۂ فرعون کے سوا کوئی کامل پیدا نہ ہوئی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید [2] کو کھانوں کے دوسرے اقسام پر۔''

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهِ الْاَطْهَارِ وَ اَصْحَابِهِ الْکِرَامِ وَ اَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ.

دار المصنفین اعظم گڑھ

۵/ ذیعقد ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۴/ اگست ۱۹۱۷ء

---

[1] بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۷۶۹۔

[2] ثرید ایک عربی کھانا ہے جو روٹی کو شوربے میں بھگو کر تیار کیا جاتا ہے، اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عربوں میں بہت اعلیٰ غذا سمجھی جاتی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باسمہ سبحانہ

عَيْنُ الْاِصَابَةِ

فِيْمَا

اِسْتَدْرَكَتْهُ السَّيِّدَةُ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا عَلَى الصَّحَابَه

لِلْاِمَامِ الْهُمَامِ جَلَالِ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيِّ

بِتَصْحِيْحَاتٍ عَدِيْدَةٍ وَ تَعْلِيْقَاتٍ مُفِيْدَةٍ

لِلسَّيِّدِ سُلَيْمَانَ النَّدْوِيِّ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

الحمد للّٰه وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ، هٰذا جزءٌ لخَّصْتُ فيه كتاب الاجابة لا يـرادما استدركته عائشة على الصحابة للامام بدر الدين الزركشى، مع زيادة ما تيسرو سميتُه " عين الاصابة فى استدراك عائشة على الصحابة" و قد سبق الشيخ بدر الدين الى التاليف فى ذٰلک الاستاذابو منصور الحسن بن محَّمد بن على بن طاهر البغدادى الفقيه المحدث المشهور فعمل فى ذلک كتابًا اورد فيه خمسة و عشرين حديثا باسانيده عن شيوخه و قد انبأنى به ابوعبداللّٰه بن مقبل عن الصلاح بن ابى عمر عن ابى الحسن بن البخارى عن الخشوعى عن ابى عبداللّٰه بن الحسين بن محمد بن خسرو.

باب فضل عائشه رضی اللہ عنہا

اخبرنا المصنف سماعًا اخرج الحاكم فى المستدرک [1] عن عروة قال مارأيتُ احدا اعلم بالحلال والحرام والعلم والشعر والطب من عائشة، واخرج الحاكم و صححه عن عروة قال قلت لعائشة قد اخذت السنن عن رسول اللّٰه ﷺ والشعر والعربية عن العرب فعمن اخذت الطب، فقالت انَّ رسول اللّٰه ﷺ كان رجلا سقامًا و كان اطباء العرب يأتونه فاتعلم منهم، واخرج الحاكم عن مسروق قال واللّٰه لقدر أيت الصحابة يسألون عائشة عن الفرائض [2]، واخرج الحاكم عن عطاء قال كانت عائشة افقه الناس واعلم الناس واحسن الناس رأيا فى العامة واخرج الحاكم عن الزهرى قال لو جمع علم الناس كلهم ثم علم ازواج النبى ﷺ لكانت عائشة او سعهم علمًا، و اخرج الحاكم عن موسى بن طلحة قال مارأيت احدا افصح من عائشة و عن الاحنف قال سمعت خطبة ابى بكر و عمر و عثمان و على والخلفاء هلم جرا فما سمعت الكلام من فم مخلوق افخم و لا احسن منه من فى عائشة و اخرج الحاكم و صححه عن عائشة قالت خلال لى

---

[1] والطبرانى بسند صحيح كما فى زرقانى على المواهب صفحه٣/٢٢٧ [2] راجع ايضاً الطبقات لا بن سعد جلد ٢ ص ١٢٦.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تسع لم تکن لا حد من النساء قبلی الاماآتی اللہ عزوجل مریم بنت عمران ، واللہ ما اقول ھذا انی افخر علٰی احدٍ من صواحباتی، قیل و ما ھن قالت جاء الملک بصورتی الٰی رسول اللہ ﷺ فتزوجنی و انا ابنة سبع سنین و اھدیت الیہ و انا ابنة تسع و تزوّجنی بکرا و کان یأتیہ الوحی و انا و ھو فی لحاف واحدةٍ و کنت من احب الناس الیہ و نزل فی ایات من القرآن کادت الامة تھلک فیھا و رأیت جبریل و لم یرہ احد من نسائہ غیری و قبض فی بیتی لم یلہٖ احد غیر الملک اَلّا انا.

باب الطھارة

روی یعقوب بن سفیان القسری حدثنا محمد بن مصفی حدثنا یحیٰ بن سعید القطان الانصاری حدثنا عثمان بن عطاء عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن قال دخلت علٰی عائشة فقلت یا امتاہ ان جابر بن عبداللہ یقول الماء من الماء فقالت اخطأ جابر ان رسول اللہ ﷺ قال اذا جاوزالختان الختان فقد و جبت الغسل ایوجب الرجم ولا یوجب الغسل، اخرج ابو منصور البغدادی فی کتابہ بسند فیہ من یحمل عن عبدة بن ابی لبانة عن محمدٍ الخزاعی عن ابی بن کعب اتی عائشة فقال لھا ان علی بن ابی طالب یقول ما ابالی علی ظھر حمارٍ مستحب ام علی التساخین فقالت عائشة ارجع الیہ فقل لہ، ان عائشة تنشدک ھل علمت ما علم رسول اللہ ﷺ بعد تنزیل سورة المائدة فاتاہ فقال ان عائشة اخبرتنی ان رسول اللہ ﷺ لما نزلت علیہ سورة المائدة لم یزد علی المسح علی التساخین فلما اخبرہ ذلک انتھی ، الی قول عائشة و عمل بہ علی التساخین (1) (الخفاف)، قال ثعلب لاواحد لھا واخرج الدارقطنی (2) فی سننہ من طریق ھشام بن عروة عن ابیہ عن عائشة انھا بلغھا

(1) التساخین الخفاف لا واحد لھا مثل التعاشیب، و قال ثعلب لیس للتساخین واحد من لفظھا کالنساء لاواحد لھا و قیل الواحد تسخان و تسخن و فی الحدیث انہ ﷺ بعث سریةً فامر ھم ان یمسحوا علی المشاوذ والتساخین، المشاوذ العمائم والتساخین الخفاف قال ابن الاثیر و حمزة الاصبھانی فی کتاب الموازنة التسخان تعریب تشکن و ھو اسم غطاء من اغطیة الراس ، کان العلماء والموابذة یا خذونہ علی رء وسھم خاصة دون غیرھم، قال و جاء ذکر التساخین فی الحدیث فقال من تعاطی تفسیرہ ھوا لخفُّ حیث لم یعرف فارسیتہ والتاء فیہ زائدة (لسان العرب ،الجزء ۱۷ ، ص ۶۹ فصل السین حرف النون)"سخن" (2) سنن دارقطنی جلد ، ص ۵۰.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قول ابن عمر فی القبلة الوضوء فقالت کان رسول اللہ ﷺ یقبل و ھو صائم ثم لا یتوضأ واخرج مسلم والنسائی عن عبید بن عمیر قال بلغ عائشة ان ابن عمر یأمر النساء اذا اغتسلن ان ینقضن رء وسھن قالت افلا یأمرھن ان یحلقن رء وسھن لقد کنت اغتسل انا و رسول اللہ ﷺ من اناء و احد ما ازید علی ان افرغ علی راسی ثلاث افراغات و لفظ النسائی و ما انقض لی شعرا [1] واخرج ابو منصور البغدادی فی کتابه من طریق محمد بن عمرو بن یحیٰی بن عبدالرحمٰن بن حاطب عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ انه قال من غسل میتا اغتسل و من حمله توضاء فبلغ ذلک عائشة فقالت او ینجس موتی المسلمین و ما علی رجل لو حمل عودًا.

باب الصلوٰة

اخرج الطبرانی فی الاوسط من طریق محمد بن عمرو بن ابی سلمة عن ابی ھریرة ان رسول اللہ ﷺ قال من لم یوتر فلا صلاة له فبلغ ذٰلک عائشة فقالت من سمع ھٰذا من ابی القاسم ما بعد العھدوما نسینا انما قال ابو القاسم ﷺ من جآء بصلوات الخمس یوم القیامة حافظا علی و ضوئھا و مواقیتھا و رکوعھا و سجودھا لم ینتقص منه شیئاً کان له عنداللّٰہ عھد الایعذبه و من جاء و قد انتقص منھن شیئا فلیس له عنداللہ عھد ان شاء رحمه و ان شاء عذبه واخرج ابو القاسم عبداللّٰہ بن محمد البغوی من طریق ابی القاسم بن محمد قال بلغ عائشة ان اباھریرة یقول ان المراة تقطع الصلوٰة فقالت کان رسول اللہ ﷺ یصلّی فتقع رجلی بین یدیه او بحذائه فیصر فھا فاقبضھا واصله فی الصحیح واخرج البیھقی فی سننه عن ابی نھیک ان ابا الدرداء رضی اللہ عنہ خطب فقالُ من ادرک الصبح فلا و تر له فذکر ذالک لعائشة فقالت کذب ابوالدرداء کان النبی ﷺ یصبح فیوترو اخرج مسلم عن انس قال کان عمر یضرب الایدی علی الصلاة بعد العصر واخرج عن طاؤس [2] عن عائشة قالت و ھم عمر انما نھی رسول اللہ ﷺ ان یتحری طلوع الشمس و غروبھا.

---

[1] مسلم باب افاضة الماء و نسائی باب ترک المرأة نقض راسھا.

[2] اخرجه احمد فی مسند ۵ جلد ۶، ص ۴۳.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باب الجنائز

اخرج مسلم عن عباد بن عبداللّٰہ بن الزبیر ان عائشة امرت ان یمر بجنازة سعد بن ابی وقاص فی المسجد فتصلی علیه فانکر الناس ذلک علیها فقالت ما اسرع مانسی النّاس، ما صلّی رسول اللّٰہ ﷺ علی سهل بن البیضاء الا فی المسجد واخرج الشیخان عن عبداللّٰہ بن ابی ملیکة قال توفیت ابنة [1] لعثمان بن عفان فجئنا لنشهدها و حضرها ابن عمرو ابن عباس فقال عبداللّٰہ بن عمر لعمر و بن عثمان الاتنهی عن البکاء فان رسول اللّٰہ ﷺ قال ان المیت لیعذب ببکاء اهله علیه، فقال ابن عباس قد کان عمر یقول بعض ذلک، فذکر ذٰلک لعائشة فقالت یرحم اللّٰہ عمر لا واللّٰہ ما حدث رسول ﷺ [2] ان اللّٰہ یعذب المؤمن ببکاء احد و لکن قال ان اللّٰہ یزید الکافر عذابًا ببکاء اهله علیه قال و قالت عائشة حسبکم القراٰن ﴿وَلَا تَزِرُوَازِرَةٌ وِزْرَاُخْرٰى﴾ [٦/الانعام:١٦٤] قال ابن ملیکة فواللّٰہ ما قال ابن عمر [3] شیئاً، واخرج الشیخان عن عمرة ان عائشة ذکر لها ان عبداللّٰہ بن عمر یقول ان المیت لیعذب ببکاء الحی، فقالت عائشة یغفراللّٰہ لا بی عبدالرحمٰن اما انه لم یکذب و لکنه نسی اوا خطأ انما مر رسول اللّٰہ ﷺ علی یهودیةٍ یبکی علیها اهلها فقال انهم یبکون علیها و انها لتعذب فی قبرها، واخرج [4] مسلم عن عروة قال قیل لعائشة انهم یزعمون ان رسول اللّٰہ ﷺ کفن فی بردحبرة قالت قدجاء وابرد حبرة و لم یکفنوه واخرج الطبرانی فی الاوسط عن موسیٰ بن طلحة قال بلغ عائشة ان ابن عمر یقول ان موت الفجائة تخفیف علی المؤمنین و سخطة علی الکافرین، واخرج البخاری عن ابن عمر قال وقف النبی ﷺ علی قلیب بدر فقال هل وجدتم ماوعدکم ربکم حقاثم انهم الاٰن یسمعون ما اقول فذکر ذلک لعائشة فقالت انما قال رسول اللّٰہ ﷺ انهم لیعلمون الاٰن ما کنت اقول لهم حق واخرج

---

[1] اسمها ام ابان و توفیت بمکة کما عند مسلم. [2] ولفظ البخاری ان اللّٰہ لیعذب المؤمن ببکاء اهله علیه. [3] کما عند البخاری و عند مسلم من شیٔ

[4] ایضاً فی مسند احمد ص ٦/١٤٣.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الدارقطنی من طریق مجاهد عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اذا احب العبد لقاء الله احب الله لقائه واذا کره العبد لقاء الله کرہ الله لقائه فذکر ذالک لعائشة فقالت یرحمه الله حدثکم بآخر الحدیث و لم یحدثکم باوّله قالت عائشة قال رسول الله ﷺ اذا اراد الله بعبد خیرًا بعث الیه ملکاً فی عامه الّذی یموت فیه فیسدده و یبشره فاذا کان عند موته اتی ملک الموت فقعد عندراسه فقال ایتها النفس المطمئنة اخرجی علی مغفرة من الله و رضوان و یتهوع نفسه رجلان فتخرج فذالک حین یحب لقاء الله ویحب الله لقائه و اذا اراد بعبد شراً بعث الیه شیطاناً فی عامه الذی یموت فیه فاغراه فاذا کان عند موته اتاه ملک الموت فقعد عند راسه فقال ایتها النفس اخرجی الی سخط من الله و غضب فتفرق فی جسده فذالک حین یبغض لقاء الله و یبغض الله لقائه قال الدّار قطنی غریبٌ من حدیث مجاهد عن ابی هریرة و عائشة تفردبه عطاء بن السائب عنه ولا اعلم احداً حدث به عنه غیر محمد بن فضیل، واخرج ابو داؤد وابن حبان والحاکم [1] وصححه عن ابی سعید الخدری انه لما حضره الموت دعابثیاب جدد فلبسها ثم قالت سمعت رسول الله ﷺ یقول ان المیت یبعث فی ثیابه الذی یموت فیها قال الزرکشی رأیت فی کتاب اصول الفقه لابی الحسن احمد بن القطان من قدماء اصحابنا من اصحاب ابن جریج فی الکلام علی الروایة بالمعنی ان اباسعید رضی اللہ عنہ فهم من الحدیث ان النبی ﷺ اراد بالثیاب الکفن و ان عائشة رضی اللہ عنہا انکرت ذالک علیه و قالت یرحم الله ابا سعید انما ارادا النبی ﷺ عمله الذی مات علیه قد قال رسول الله ﷺ یحشر الناس حفاة عراة غرلا انتهی، واخرج ابو منصور البغدادی من طریق محمد بن عبید الطنافسی عن الاعمش عن خیثمة عن ابی عطیة قال دخلت انا و مسروق علی عائشة فقال مسروق قال عبدالله بن مسعود من احب لقاء الله احب الله لقاءہٗ و من کره لقاء الله کره الله لقائه فقالت عائشة یرحم الله ابا عبدالرحمٰن حدث باول الحدیث و لم تسألوه عن

---

[1] المستدرک للحاکم، ص ۱ / ۳۴۱.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اخرہٖ ان اللہ اذا اراد بعبدہٖ خیراً قیض لہ قبل موتہ بعام ملکا یوفقہ و یسددہ حتی یقول الناس مات فلان علیٰ خیر ما کان فاذا حضرو رأی ثوابہ من الجنۃ تھوع بنفسہٖ او قال تھوعت نفسہ فذالک حین احب لقاء اللہ و احب اللہ لقاء ہ و اذا اراد بعبد سوءً قیض لہ قبل موتہ بعام شیطاناً فافتنہ حتی یقول الناس مات فلان علی شرّما کان فاذا حضر رأی مانزل علیہ من العذاب فبلغ نفسہ ذالک حین کرہ لقاء اللہ وکرہ اللہ لقاءہٗ.

باب الصیام

اخرج احمد [1] عن یحیی بن عبدالرحمٰن عن ابن عمر عن النبی ﷺ الشھر تسع و عشرون فذکرو اذالک لعائشۃ فقالت یرحم اللہ ابا عبدالرحمٰن انما قال الشھر قد یکون تسعاً و عشرین و اخرج ابن ابیٰ شیبۃ عن سعید بن عمران عبداللہ بن عمر حدّثھم ان النبی ﷺ قال انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحسب الشھر کذا وکذا وضرب الثالثۃ وقبض الابھام فقالت عائشۃ یغفراللہ لابی عبدالرحمٰن انما ھجر النبی ﷺ نساء ہ شھرا فنزل لتسع و عشرین فقیل یا رسول اللہ انک اٰلیت شھرا فقال و ان الشھر یکون تسعاو عشرین، واخرج مسلم عن الملک بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن عن ابی بکر بن عبدالرحمٰن قال سمعت ابا ھریرۃ یقص یقول فی قصصہ من ادرکہ الفجر جنبا فلا یصمْ قال فذکرتِ ذالک لعبد الرحمٰن بن الحارث فذکرہ لا بیہ فانکر ذالک فانطلق عبدالرحمٰن معہ حتیٰ دخلنا علیٰ عائشۃ وام سلمۃ فسألھا عبدالرحمٰن عن ذالک قال فکلتاھما قالت کان النبی ﷺ یصبح جنبًا من غیر حلم ثم یصوم فانطلقنا الی مروان فذکر ذالک لہ عبدالرحمٰن فقال مروان عزمت علیک الا ماذھبت الیٰ ابی ھریر ۃ فرددت علیہ ما یقول قال فجئنا ابا ھریرۃ فذکر لہ عبدالرحمٰن فقَال ابو ھریرہ اھما قالتا قال نعم قال ھما اعلم ثم رِد ابو ھریرۃ ماکان یقول فی ذٰلک الی الفضل بن عباس قال سمعت ذالک من الفضل و لم اسمعہ من النبی ﷺ فرجع ابو ھریرۃ عما کان یقول فی ذالک قال البزار فی مسندہٖ و لا نعلم روی ابو ھریرۃ عن الفضل

---

[1] فی مسند، ص ۶/۲۴۳.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بن العباس الاهذا الحديث الواحد.

باب الحج

اخرج البيهقي في سننه (1) عن سالم عن ابى عمر سمعت عمر يقول اذا رميتم و حلقتم فقد حَلَّ لكم كل شئى الاالنساء والطيب قال سالم وقالت عَائشة كل شئُ الاالنساء انا طيبت (2) رسول الله ﷺ لحله قال سالم وسُنة رسول الله احق ان تتبع و اخرج البخارى و مسلم عن عمرة بنت عبدالرحمٰن ان زياد بن ابى سفيان كتب (3) الى عائشة ان عبدالله قال من اهدى هد يا حرم عليه ما يحرم على الحاج حتى ينحر الهدى وقد بعثت بهديى فاكتبى الى بامرك فقالت عمرة قالت عائشة ليس كما قال ابن عباس انا فتلت قلا ئد هدى رسول الله ﷺ بيدى ثم قلدها رسول الله ﷺ بيده ثم بعث بهامع ابى فلم يحرم عليه شئ احله الله له حتى نحر الهدى و اخرج البيهقى فى سننه (4) عن الزهرى قال اوّل من كشف العمى عن الناس و بين لهم السنة فى ذالك عائشة فاخبرنى عروة و عمرة ان عائشة قالت انى كنت لا فتل قلا ئد هدى رسول الله ﷺ فيبعث بهديه مقلّدًا و هو مقيم بالمدينة ثم لا يجتنب شيئاً حتّٰى ينحر هديه فلما بلغ الناس قول عائشة هذا اخذوابه وتركوا فتوى ابن عباس واخرج البخارى ومسلم والنسائى عن محمد بن المنتشر قال سألت ابن عمر عن الطيب عند الاحرام قال لان اطلى بالقارا حب الى من ان ينضح طيبا فذكرت ذالك لعائشة فقالت يرحم الله ابا عبدالرحمٰن قد كنت اطيب رسول الله ﷺ فيطوف فى نسائه ثم يصبح محرماً ينضح طيباو اخرج الشيخان عن مجاهد ان عروة سأل ابن عمر كم اعتمر رسول الله ﷺ فقال اربع عمر احدا هن فى رجب و كرهنا ان نرد عليه وسمعنا استنان عائشةؓ فى الحجرة فقال عروة الا تسمعين يا ام المؤمنين الى ما يقول ابو عبدالرحمٰن قالت وما يقول

(1) راجع النسخته المطبوعة ۵، ص ۱۳۵ .

(2) واخرجه احمد فى مسنده بلفظ آخر ٦، ص ١٧۵ .

(3) وهذا لفظ مسلم (4) راجع النسخته المطبوعة ۵، ص ۲۳۴.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قال یقول اعتمر رسول اللہ ﷺ اربع عمر احدا هن فی رجب فقالت یرحم اللہ ابا عبدالرحمٰن ما اعتمر رسول اللہ ﷺ الاوهی معه و ما اعتمر فی رجب قط و اخرج ابو داود والنسائی و ابن ماجة عن مجاهد قال سئل ابن عمر کم اعتمر رسول اللہ ﷺ فقال مرتین فقالت عائشة لقد علم ابن عمران رسول اللہ ﷺ قداعتمر ثلاثا سوی التی قرنها بحجة الوداع اخرج الشافعی والبیهقی عن سالم عن ابیه انه کان یفتی النساء اذا احرمن ان یقطعن الخفین حتی اخبرته صفیة عن عائشة انها تفتی النساء اذا احرمن ان لا یقطعن فانتهی عنه واخرج ابو داؤد و ابن خزیمة عن سالم بن عبداللہ بن عمر کان یصنع ذالک ثم حدثته صفیة بنت ابی عبید ان عائشة حدثتها ان رسول اللہ ﷺ قد کان رخص النساء فی الخفین فترک ذالک و اخرج الامام احمد فی کتاب المناسک الکبیر عن مجاهد ان عائشة کانت تقول الاتعجبون من ابن الزبیر یفتی المرأة المحرمة ان تاخذ من شعرها اربع اصابع و انها یکفیها من ذالک الطرف واخرج البیهی فی سننه عن ابی اسحٰق عن البراء قال اعتمر رسول اللہ ﷺ ثلاث عمر کلهن فی ذی القعدة فقالت عائشة لقد اعتمرا اربع عمر بعمرته التی حج معها واخرج البیهقی فی سننه عن ابی علقمة قال دخل شیبة بن عثمان علی عائشة فقال یا ام المؤمنین ان ثیاب الکعبة تجمع علینا فتکثر فنعمد الی ابار فنحفرها فنعمقها ثم ند فن ثیاب الکعبة فیها کیلا یلبسها الجنب والحائض، فقالت عائشة ما احسنت و بئس ما صنعت ان ثیاب الکعبة اذا نزعت منها لم یضرها ان یلبسها الجنب والحائض ولکن بعها واجعل ثمنها فی المساکین وابن السبیل.

باب البیع

اخرج عبدالرزاق فی المصنف والدارقطنی والبیهقی فی سننهما عن ابی اسحاق السبیعی عن امرأته انهاد خلت علی عائشة فی نسوة فسألتها امرأة فقالت یا ام المؤمنین کانت لی جاریة انی بعتها من زید ابن ارقم بثمان مائة الی عطائه وانه اراد بیعها فابتعتها بستمائة درهم نقدًا فقالت عائشة بئسما شریت وبئسما اشتریت فا بلغی زیدا انه قد ابطل جهاده مع رسول اللہ ﷺ الا ان یتوب فقالت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

المرأة لعائشة ارأيت ان لم اخذ منه الاراس مالى قالت فمن جاء ة موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف. ❶

باب النكاح

اخرج الحاكم وصححه عن ابن ابى مليكة قال سألت عائشة عن متعة النساء فقالت بينى و بينكم كتاب الله و قرأت هذه الاية ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ٥ فَمَنِ ابْتَغٰى وَ رَاءَ﴾ [٢٣/مؤمنون :٥] مازوجه الله او ماملكه فقدعدا ❷ واخرج مسلم والا ربعة عن الشعبى قال دخلت على فاطمة بنت قيس فسألتها عن قضاء رسول الله ﷺ عليها فقالت طلقها زوجها البتة فخاصمته الى النبى ﷺ فى السكنى والنفقة قالت فلم يَجْعل لى سكنى و لا نفقة واخرج البخارى تعليقاً و ابو داود عن عروة قالت لقد عابت عائشة اشدّا لعيب يعنى حديث فاطمة و قالت انها كانت فى منزل و حش فخيف على ناحيتها فلذلك قضى لها رسول الله ﷺ واخرج مسلم عن عروة قال تزوج ابن سعيد بن العاص ابنة عبدالرحمٰن بن الحكم فطلقها فاخرجها من عنده فعاب ذالك عليهم عروة فقالو ان فاطمة قد خرجت قال عروة فاتيت عائشة فاخبر تها بذالك فقالت ما لفاطمة بنت قيس خير فى ان تذكر هذا الحديث.

باب جامع

اخرج البخارى من طريق القاسم عن عائشة قالت من زعم ان محمداً راى ربّه فقد اعظم ولكن راى جبريل فى صورته و خلقته سادًّا ما بين الافق، واخرج مسلم عن مسروق قال قلت لعائشة يا اماه هل راى محمد ربه فقالت لقد قفّ شعرى مما قلت من حدثك بان محمدًا راى ربه فقد كذب ثم قرأت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ [٦/انعام:١٠٣] ولكنه راى جبريل فى صورته

---

❶ هذه رواية دارقطنى ٣، ص ٣١١ و اخرج البيهقى بالفاظ آخر ٥، ص ٣٣١.

❷ وفى القران ذٰلك فاولئك هم العٰدون فكانما فسرت عائشة ذٰلك بقولها.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مرتین واخرج البخاری عن ابی ملیکة قال قرأ ابن عباس ﴿حتّٰی اِذَا اسْتَیْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْآ اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ [۱۲/یوسف:۱۱۰] خَفِیْفَةً ❶ وتلا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ فلقیت عروة بن الزبیر فذکرت له ذٰلک فقال قالت عائشة معاذ الله والله ما وعدالله رسوله من شیٔ قط الاعلم انه کائن قبل ان یموت ولکن لم تزل البلایا بالرسل حتّٰی خافوا ان یکون من معهم یکذبونهم فکانت تقرء ها قد کذّبوا مثقلة واخرج الطیالسی فی ❷ مسنده عن مکحول قال قیل لعائشة ان ابا هریرة یقول قال رسول الله ﷺ الشوم فی ثلاثة فی الدار والمرأة والفرس فقالت عائشة لم یحفظ ابو هریرة انه دخل و رسول الله ﷺ یقول قاتل الله الیهود یقولون ان الشوم فی ثلاث فی الداروالمرأة والفرس فسمع آخر الحدیث و لم یسمع اوّله، واخرج احمد ❸ عن ابی حسان الاعرج ان رجلین دخلا علٰی عائشة ان ابا هریرة یحدث ان النبی ﷺ کان یقول انما الطیرة فی المرأة والدّابة والدار فقالت والذی انزل الفرقان علٰی ابی القاسم ما هکذٰ کان یقول ولکن کان یقول کان اهل الجاهلیة یقولون الطیرة فی المرأة والدابة والدار ثم قرأت عائشة ﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَأَهَا﴾ [۵۷/الحدید:۲۲] اَلْاٰیة واخرج البزار عن علقمة قال قیل لعائشة ان اباهریرة یروی عن النبی ﷺ ان امرأة عذبت فی هرة فقالت عائشة ان المرأة کانت کافرة قال و لا نعلم روی علقمة عن ابی هریرة الاّ هٰذا الحدیث، واخرج قاسم بن ❹ ثابت السرقسطی فی غریب الحدیث عن علقمة بن قیس قال کنا عند عائشةؓ و معنا ابو هریرة فقالت یا ابا هریرة انت الذی تحدث عن رسول الله ﷺ ان امرأة عذبت بالنار فی جرء هرة لا اطعمتها ولا سقتها ولاهی ترکتها تاکل من خشائش الارض حتّٰی ماتت، قال ابو هریرة سمعت من رسول الله ﷺ قالت

❶ فی تفسیر سورة القبرة.

❷ قرء ذٰلک ابن عباس تفسیرا لآیة ولیس من القران.

❸ فی نسخة المطبوعة ص ۲۱۵.

❹ مسند جلد ۶، ص ۱ . ۳۴۶ واخرج فی صفحة ۲۴۰ بلفظ آخر.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عائشة المؤمن اكرم عندالله من ان يعذبه فى جرء هرة امّا ان المرأة مع ذلك كانت كافرة يا اباهريرة اذا حدثت عن رسول الله ﷺ فانظر كيف تحدث و اخرج البخارى و مسلم عن عروة عن عائشة قال ان ازواج النبى ﷺ حين توفى رسول الله ﷺ اردن ان يبعثن عثمان بن عفان الى ابى بكر يسئلنه ميراثهن من رسول الله ﷺ فقالت عائشة لهن اليس قد قال رسول الله ﷺ لا نورث ما تركناه صدقة و اخرج ابو عروبة الحسين بن محمد الحرابى و ابو منصور البغدادى عن الكلبى عن ابى هريرة قال لان يمتلأ جوف احدكم قيحا و دما خيرله من ان يمتلأ شعرا فقالت عائشة لم يحفظ الحديث اِنّما قال رسول الله ﷺ لان يمتلأ جوف احد كم قيحا و دما خيرله من ان يمتلئى شعرًا هُجيت ❶ به و اخرج الحاكم و صححه والبيهقى فى سننه عن عروة قال بلغ عائشة ان ابا هريرة يقول ان رسول الله ﷺ قال لان امتع بسوط فى سبيل الله احب الى من ان اعتق ولدالزنا و ان رسول الله ﷺ قال ولدالزنا شر الثلاثة وان الميت يعذبْ ببكاءِ الحى فقالت عائشةؓ رحم الله ابا هريرة اساء سمعًا فاساء اجابة اما قوله لان امتع بسوط فى سبيل الله احب الىّ من ان اعتق ولد الزنا انها لمّا نزلت ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ٥ وَ مَآ اَدْرَاكَ مَاالْعَقَبَةُ ٥فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ [٩٠/البلد: ١١،١٣] قيل يا رسول الله ﷺ ما عند ناما نعتق الا ان احد ناله جارية سوداء تخدمه وتسعى عليه فلوا مرنا هن فزنين فجئن بالا ولاد فاعتقنا ❷ هم فقال رسول الله ﷺ لان امتع بسوط فى سبيل الله احب الى من ان اٰمر بالزنائم اعتق الولد امّا قوله ولد الزنا شرالثلاثة فلم يكن الحديث على هذا انما كان رجل من المنافقين يوذى رسول الله ﷺ فقال من يعذرنى من فلان قيل يا رسول الله ﷺ مع ما به ولدزنا فقال هو شر الثلاثة والله تعالىٰ يقول ولا تزروازرة وزرا خرىٰ و اما قوله ان الميت يعذب ببكاء الحى فلم يكن الحديث على هذا ولكن رسول الله ﷺ مربدار رجل من اليهود قدمات واهله يبكون عليه و انه ليعذب ❸ والله عزوجل يقول لا يكلف الله نفسا الا وسعها واخرج البخارى عن ابن عمران رسول الله ﷺ

❶ ايضاً فى مسند الطيالسى فى مسند عائشة، ص ١٩٩.

❷ قال الشوكانى فى موضوعاته انه موضوعٌ ص ١٠٤.

❸ المستدرك للحاكم كتاب التعق جلد٢، ص ٢١٥.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قال ان بلا لا یؤذن بلیل فکلوا وا شربو حتّٰی یؤذن ابن ام مکتوم واخرج البیھقی عن [1] عروۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ ابن ام مکتوم رجل اعمی فان اذن فکلوا واشربوا حتّٰی یوذن بلال وکان بلال یُبصر الفجر وکانت عائشۃ تقول غلط ابن عمر، ھذا آخر ما اوردہ الزرکشی، وقدحذفت مما اوردہ اشیاءً لانھا لیست من باب الاستدراک و ھذہ زیادات لم یذکرھا، اخرج الائمۃ الستۃ الاابا داؤد عن ابی ھریرۃ قال اتی النبی ﷺ بلحم فرفع الیہ الزراع و کانت تعجبہ و اخرج الترمذی عن عائشۃ قالت ما کانت الزراع احب الی رسول اللہ ﷺ ولکن کان لا یجد اللحم الاغبا فکان یعجل الیہ لانہ اعجلھا نضجاً، و اخرج ابن ابی شیبۃ عن ابی رزین قال خرج [2] الینا ابو ھریرۃ یضرب بیدہ علی جبھتہ ثم قال انکم تحدثون انی اکذب رسول اللہ ﷺ اشھد لسمعت رسول اللہ ﷺ اذا انقطع شسع احدکم فلا یمشی فی الاخری حتّٰی یصلحھا و قال ابن ابی شیبۃ حدثنا ابن عیینۃ عن عبدالرحمٰن بن القاسم عن ابیہ [3] ان عائشۃ کانت تمشی فی خف واحد و تقول لاحتقن اباھریرۃ انتھیٰ واللہ اعلم نجز کتاب عین الاصابۃ فیما استدرکتہ السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا علی الصحابۃ تالیف العلامۃ المحدث سیدنا ومولانا الجلال السیوطی تغمدہ اللہ بالرحمۃ والرضوان ونفعنا بہ وببرکات علومہ ونفحاتہ وجلوتہ ورحمنا بہ۔

---

[1] فلانہ ثبت عن عائشۃ فی البخاری، ص ۱ /۸۷۔

[2] فی جامع الترمذی باب ما جاء فی کراھیۃ المشی فی نعل واحدۃ، ص ۳۰۱۔

[3] الترمذی ایضاً۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر تحقیقی نظر

تالیف

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اُن کے نکاح کے وقت کیا تھی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نکاح ہوا ہے۔ اس وقت اسلامی روایات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً پچاس برس تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا چھٹا سال تمام تھا یا ساتواں شروع تھا۔ نکاح کے تین برس بعد ان کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو برس کی تھی۔

مخالفین اسلام کا اعتراض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنی بڑی عمر میں اس قدر کم سن لڑکی سے نکاح کرنا نامناسب تھا۔ اس اعتراض کے جواب میں مسلمان جواب دینے والوں نے مختلف راہیں اختیار کیں۔ ایک نے کم سنی کی شادی کی نامناسبت ہی کا انکار کر دیا، دوسرے نے نکاح اور رخصتی کی تاریخوں کو تسلیم کر لیا، لیکن رخصتی کے اس عمر میں ہو جانے سے تعلقات زن و شوئی کا بھی اسی زمانہ سے شروع ہو جانا ضروری نہیں قرار دیا بلکہ ان کے نویں سال کو صرف رخصتی کی عمر قرار دیا۔

لیکن تیسرے صاحب سب سے زیادہ تیز ثابت ہوئے انہوں نے آج کل کے جدید علم کلام کی پیروی میں سرے سے ان واقعات کی ان تاریخوں ہی سے انکار کر دیا، اور اس پر ایک بے جوڑ سا مضمون لکھ کر تمام اخباروں میں شائع کر دیا، اشتہار کی صورت میں تقسیم کیا اور لوگوں کے پاس بذریعہ ڈاک بھیجا، خود میرے پاس یہ کئی مرتبہ بھیجا گیا اور میں ہر دفعہ یہ سمجھ کر خاموش رہا کہ مضمون نگار کی نیت اچھی ہے لیکن دیکھتا ہوں کہ اس تسامح نے ایک طرف یہ نقصان پہنچایا کہ یہ جدید نظریہ مستند تاریخوں میں جگہ پانے کی کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ سیرت نبوی کے ترکی مترجم کے معاون اردو ظفر حسن صاحب نے قسطنطنیہ سے اس مضمون کا حوالہ دے کر لکھا کہ اگر یہ مضمون آپ کی تحقیق میں درست ہے تو سیرت کے ترکی ترجمہ میں داخل کر دیا جائے، اور دوسری طرف یہ آگے بڑھ کر ایک فقہی مسئلہ کے استدلال میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس لیے اب ضروری ہے کہ اس غیر ذمہ دارانہ مضمون کی تردید کی جائے۔

اس مضمون کی بنیاد یہ ہے کہ مشکوٰۃ کے مصنف شیخ ولی الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کے راویوں کے حال میں ایک مختصر سا رسالہ "الاکمال فی اسماء الرجال" لکھا ہے، جو مشکوٰۃ کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر چھپ گیا ہے۔ صاحب مضمون کا بیان ہے کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس برس بڑی تھیں، اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سو برس کی عمر میں ۷۳ھ میں وفات پائی اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ہجرت کے وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر ستائیس سال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان سے دس برس کم ۱۷ برس ہوگی اور نکاح کے وقت پندرہواں برس ختم یا سولہواں شروع ہوگا۔

اس واقعہ کی تنقید کے لیے ضروری ہے کہ پہلے خود اس رسالہ کی حیثیت معلوم کی جائے پھر اس کی روایت کی تحقیق کی جائے اور پھر مستند روایتوں سے اس کا موازنہ کیا جائے۔ سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ ولی الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مختصر رسالہ کوئی استناد کی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ سرسری طور پر صرف مشکوٰۃ کے طلبہ کی معمولی واقفیت کے لیے لکھا گیا ہے، خطیب آٹھویں صدی کے آدمی ہیں۔ ۷۳۷ھ کے بعد یعنی مشکوٰۃ کی تالیف کے بعد انہوں نے یہ رسالہ لکھا۔ ایک ایسے امرِ اہم کے لیے اور ایک ایسے واقعہ کے لیے جو تمام قدیم مستند روایتوں کے خلاف ہے، آٹھویں صدی کے ایک مؤلف کا بیان کہاں تک قابل وثوق ہوگا۔

لیکن اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ مضمون نگار نے شیخ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارت نقل نہیں کی اور صرف یہ لکھ کر کہ ایسے ثقہ اور معتبر و مستند مؤلف نے یہ لکھا ہے۔ اس کے بعد مذکورۂ بالا بیان جزم ویقین اور حتم کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، حالانکہ غریب خطیب نے اس کو ضعف کے صیغہ کے ساتھ نقل کیا ہے، اصل الفاظ یہ ہیں:

قِيْلَ اَسْلَمَتْ بَعْدَ سَبْعَةَ عَشَرَ اِنْسَانًا وَ هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا عَائِشَةَ بِعَشْرِ سِنِيْنَ وَ مَاتَتْ بَعْدَ قَتْلِ اِبْنِهَا بِعَشْرَةِ اَيَّامٍ وَ قِيْلَ بِعِشْرِيْنَ يَوْمًا وَلَهٗ مِائَةُ سَنَةٍ وَ ذٰلِكَ سَنَةُ ثَلَاثٍ وَ سَبْعِيْنَ.

”کہا گیا ہے کہ وہ (اسماء رضی اللہ عنہا) ۱۷ آدمیوں کے بعد اسلام لائیں۔ وہ اپنی بہن عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس برس بڑی ہیں۔ اپنے فرزند (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما) کے قتل کے دس دن اور کہا گیا ہے کہ بیس دن کے بعد انتقال کیا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۰۰ برس کی تھی اور ۷۳ھ تھا۔“

کہاں مضمون نگار کا جزم ویقین، کہاں مؤلف کا ضعف وعدم قطعیت، اگر اس عبارت کو قیل کے تحت میں بھی مانیے تو یہ مانیے کہ ہر مصنف سے تسامح کا ہونا ممکن ہے۔ خطیب نے بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہاں غلطی کی ہے اور وہ بلا شک وشبہ تسامح کے مرتکب ہوئے ہیں، چنانچہ اسی کتاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حال میں وہ لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ عَشْرٍ مِّنَ النُّبُوَّةِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَلٰثِ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ غَيْرُ ذَالِكَ وَاَعْرَسَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ اِثْنَيْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِيَ عَشَرَ شَهْرًا وَلَهَا تِسْعُ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ دَخَلَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ مِّنْ مَّقْدَمِهٖ بَقِيَتْ مَعَهٗ تِسْعَ سِنِيْنَ وَ مَاتَ عَنْهَا وَلَهَا ثَمَانِيَ عَشَرَةَ سَنَةً.

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے ان سے شادی کی اور تین سال سے کم وبیش زمانہ بھی بتایا گیا اور آپ نے ان کے ساتھ شب عروسی گزاری، مدینہ میں شوال ۲ھ میں ہجرت کے ۱۸ مہینے بعد اس وقت وہ نو برس کی تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہجرت کے سات مہینہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت کی اور آپ کے ساتھ وہ نو برس رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت وہ ۱۸ برس کی تھیں۔"

ذرا ہمارے محقق مضمون نگار ایک ہی مصنف کی ایک ہی کتاب کے ان دو مقامات میں تطبیق تو دے دیں، پھر کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تحقیق حال کے لیے انہوں نے اس رسالہ میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا تو حال پڑھا ہو، لیکن خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حال پر ان کی نظر نہ پڑی ہو۔ پھر کیا یہ دانستہ غلطی کا ارتکاب نہیں ہے۔

جو کچھ خطیب نے اس موقع پر لکھا ہے۔ اسلام کے پورے تاریخی سرمایہ میں ایک حرف بھی اس کے خلاف نہیں ہے۔ صحیح بخاری (مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا، تزویج صغار (وغیرہ ابواب) صحیح مسلم (نکاح) مستدرک حاکم (جلد۴) مسند احمد (جلد ۶ صفحہ ۱۱۸) نیز ابن سعد (جلد ۸) استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ وغیرہ حدیث وسیر کی تمام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرا نکاح چھ برس کے سن میں اور رخصتی نو برس کے سن میں ہوئی۔ بخاری (فضل خدیجہ رضی اللہ عنہا) اور مسند احمد (جلد ۶، صفحہ ۵۸) میں جو یہ لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد میری شادی ہوئی۔ اس سے مقصود رخصتی ہے، یا راویوں نے غلطی سے رخصتی کی تاریخ کے بجائے اس کو نکاح کی تاریخ بتا دیا ہے کیونکہ دیگر صحیح روایتوں سے اس کی تطبیق ناگزیر ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اب یا تو آٹھویں صدی کے خطیب کی ایک غلط روایت پر قیاس در قیاس کو صحیح مانو، یا امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل، ابن سعد، ابن عبدالبر، ابن الاثیر، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ محدثین و مؤرخینِ اسلام کو مانو، یہ بھی یاد رہے کہ بخاری، مسلم، ابن حنبل، حاکم اور ابن سعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح و رخصتی کی یہ تاریخیں خود انہیں کی زبانی اور انہیں کے گھر کے لوگوں کے ذریعہ سے مروی ہیں، جس سے زیادہ معتبر روایت اور کیا ہو سکتی ہے۔

ان اصل شہادتوں کے ساتھ ضمنی بیانات کو بھی ملا لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح اور رخصتی کے وقت اتنی چھوٹی تھیں، ہنڈولے جھولتی تھیں، گڑیاں کھیلتی تھیں۔ (ابوداؤد کتاب الادب وابن ماجہ باب مداراۃ النساء و صحیح مسلم باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا) وہ فرماتی ہیں کہ سورۂ قمر کی آیتیں جب نازل ہوئیں، تو میں کھیل رہی تھی۔ (صحیح بخاری تفسیر قمر) کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھے خبر بھی نہ ہوئی تھی۔ (ابن سعد ۸، صفحہ ۴۳) افک کے موقع پر ہے کہ وہ جاریۃ حدیثۃ السن (بخاری) "کم سن لڑکی تھیں" حالانکہ مضمون نگار کے قیاس در قیاس کی رو سے اس وقت ان کی عمر کم از کم بیس اکیس برس ہوگی، بیس اکیس برس کی عورت کم سن لڑکی کہی جائے گی؟

ان دلائل کے بعد خطیب کی ایک اتفاقی غلطی پر جو بنیاد کھڑی کی گئی ہے، اس کے گرنے میں کتنی دیر لگے گی۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس ارادی غلطی کا کیوں ارتکاب کیا گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہم علم اور مذہب کے باب میں "دروغ مصلحت آمیز" کے فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

اب رہا اصل اعتراض کا جواب تو وہ یہ ہے کہ معترض یورپ کی سرد آب و ہوا پر عرب کی گرم آب و ہوا کا قیاس کر رہا ہے۔ ٹھنڈے ملکوں میں بلوغ کی عمر بہت دیر کو آتی ہے اور گرم ملکوں میں بہت جلد آ جاتی ہے۔ خود ہندوستان میں بھی یورپ سے نسبتاً جلد لڑکیاں جوان ہو جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس نکاح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقصود تھا، وہ تاریخ اسلام کے صفحوں سے ظاہر ہے۔ اول مقصود تو نبوت و خلافت کے باہمی رشتوں کا استحکام تھا اور دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طبعی ذکاوت و ذہانت سے اسلام کو فائدہ پہنچانا اور عورتوں کے لیے اسلامی تعلیمات کے نشر و اشاعت کا سامان کرنا۔ بحمد للہ کہ یہ مقاصد عظمیٰ حرف بحرف پورے ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اس کی گواہ ہے، تاہم یہ نبوت کی وہ استثنائی مثال ہے جس کی پیروی مسلمان کو صرف استثنائی ہی صورت میں کرنا چاہیے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہرحال تمام احادیث میں خود حضرت عائشہ صدیقہ سے ان کے نکاح اور رخصتی کے متعلق جو الفاظ مروی ہیں وہ بلا استثنا یہی ہیں۔ صحیح بخاری، باب النکاح الرجل میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَ هِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَاُدْخِلَتْ عَلَیْهِ وَهِیَ بِنْتُ تِسْعٍ وَ مَكَثَتْ عِنْدَهٗ تِسْعًا. [جلد ا، ص ۱۷۷]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب ان سے شادی کی تو وہ چھ برس کی تھیں اور جب وہ آپ کی خدمت میں لائی گئیں تو نو برس کی تھیں اور نو برس آپ کی رفاقت میں رہیں۔''

یہی واقعہ احادیث کے مختلف ابواب و فصول میں اور خصوصاً بخاری میں شاید چار پانچ مقام پر ہے۔ صحیح بخاری باب تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے:

قَالَ تُوُفِّیَتْ خَدِیْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِیِّ ﷺ اِلَی الْمَدِیْنَةِ بِثَلَاثٍ فَلَبِثَ سَنَتَیْنِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذَالِکَ وَ نَکَحَ عَائِشَةَ وَ هِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَ بَنٰی بِهَا وَ هِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ. [جلد ا، ص ۵۵۱]

''عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے تین سال پہلے وفات پائی، آنحضرت ﷺ تقریباً دو برس ٹھہرے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ چھ برس کی تھیں اور جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں تو ۹ برس کی تھیں۔''

فَلَبِثَ سَنَتَیْنِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذَالِکَ سے مراد بے نکاح کے رہنا نہیں ہے جیسا کہ ظاہر بین کو دھوکا ہو سکتا ہے ورنہ ۱ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو برس کی عمر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ کنایہ اس بات سے ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد باوجود حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لینے کے آپ دو برس تک کسی بیوی کے قریب نہ گئے۔

اسی صفحہ میں دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

تَزَوَّجَنِی النَّبِیُّ ﷺ وَ اَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَاَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْهِ وَاَنَا بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ.

''رسول اللہ ﷺ نے جب مجھ سے شادی کی تو میں چھ برس کی تھی اور جب عورتوں نے مجھے آپ کے سپرد کیا تو میں نو برس کی تھی۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سال وفات میں اور اس کی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح و پیدائش کی تاریخ میں جو بھی اختلاف ہو، مگر اس میں کہیں بھی اختلاف نہیں کہ وہ نکاح کے وقت ۶ برس کی اور رخصتی کے وقت ۹ برس کی تھیں، یہی روایت تمام حدیث کی کتابوں میں ہے۔ یہ واقعہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اور ان سے سُن کر حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اور عروہ رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے ہشام، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ ان حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے جن کے سال و عمر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سال و عمر کی تعیین کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

[معارف: شمارہ نمبر ا، جلد ۲۲]

شاید ناظرین کو یاد ہو کہ مولانا محمد علی صاحب لاہوری کے ایک بالکل نئے فتویٰ پر جس کا مفہوم یہ تھا، کہ اسلام میں صغرسنی کی شادی جائز نہیں، اور اسی کے سلسلے میں یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ وہ صغرسنی میں بیاہی گئی تھیں، صحیح نہیں ہے۔ ہم نے "معارف" (جولائی ۱۹۲۸ء) کے شذرات میں کچھ سوالات کیے تھے، کئی مہینے بعد احباب کے اصرار پر صاحب مضمون نے اپنے اخبار میں ان شذرات کا جواب دیا ہے، ہم نے تحقیق حق کے لیے مناسب سمجھا کہ اس جواب کی تنقید کریں اور اس کے مسامحات کو واضح کر دیں۔

[شذرات: شمارہ جنوری ۱۹۲۹ء]

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا سید سلیمان ندوی کے اعتراضات کا جواب

[از: مولانا محمد علی صاحب لاہوری]

صغرسنی کی شادی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا سوال مدت سے میرے دل میں کھٹکتا رہا ہے، نہ اس لیے کہ میں نے اس بات کو ناممکن سمجھا ہو کہ کوئی نو سال کی غیر معمولی قویٰ کی لڑکی حدِ بلوغ کو پہنچ جائے اور اس میں تعلقات ازدواجی کی صلاحیت پیدا ہو جائے، بلکہ اس لیے کہ ایک طرف اگر وہ احادیث تھیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا بوقت نکاح چھ یا سات سال ہونا اور بوقت رخصتانہ ۹ سال ہونا بیان کیا گیا ہے تو دوسری طرف بعض ایسی احادیث بھی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سن اتنا چھوٹا نہ تھا، مگر میں نے اس سوال پر کبھی غائر نظر نہیں ڈالی۔ سال رواں میں جب صغرسنی کی شادی کے متعلق ایک بل اسمبلی میں پیش ہوا، تو مجھے ضرورت ہوئی کہ میں بھی اس امر پر اپنے خیالات کا اظہار کروں کہ آیا صغرسنی کی شادی اگر قانوناً روک دی جائے تو یہ امر خلافِ شریعت اسلامی ہوگا؟ میں نے اس مسئلہ پر غور کیا تو میری سمجھ میں یہی آیا کہ ایسی ممانعت خلافِ شریعت اسلامی نہیں کیونکہ شریعتِ اسلامی، کا منشا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شادی بلوغ کے بعد ہو، چنانچہ میں نے اپنی جماعت کے چند علما کے خیالات کو بھی معلوم کیا تو ان کی رائے کو اپنی رائے کے موافق پایا اور ایک مضمون اس موضوع پر لکھ کر اخبار ''لائٹ'' میں شائع کیا، اس مضمون کے ذیل میں مجھے اس بات کا جواب دینے کی ضرورت محسوس ہوئی جو صغرسنی کی ممانعت کو خلافِ شریعت اسلامی قرار دینے والوں کی طرف سے زور سے پیش کی گئی تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی صغرسنی میں ہوئی اور جب خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجوز ہوں تو اور کسی کو کیا حق ہے کہ وہ صغرسنی کی شادی کو روک سکے۔

اصل مبحث

اس مضمون کا اردو ترجمہ منشی دوست محمد صاحب ایڈیٹر ''پیغام صلح'' نے خود کر کے ''پیغام صلح'' میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھی شائع کیا۔ ''پیغام صلح'' میں جواب ان الفاظ میں تھا:

''اس کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت شادی کی جب وہ چھ یا سات سال کی عمر میں تھیں، ایسی احادیث کو اگر معتبر بھی سمجھا جائے تو بھی یہ ایک مسلم بات ہے کہ شادی اور طلاق کے قوانین جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں مدینہ میں نازل ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اس وقت ہوا جب ابھی آپ مکہ میں تھے، اس لیے اگر یہ نکاح فی الحقیقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صغرسنی ہی میں ہوا ہو تو بھی اسے، اس قانون کے بالمقابل جو بعد میں نازل ہوا اور اس کے، اس صحیح مفہوم کے خلاف جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔''

اس جواب کے ساتھ ہی ذیل کے الفاظ بھی ہیں جو ''پیغام صلح'' سے ہی نقل کرتا ہوں۔

''لیکن یہ باور کرنے کے وجوہ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت فی الحقیقت اس قدر صغیر سن نہ تھیں۔ معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کی ستائیس سال تھی، اس لحاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی، سولہ سال تھی۔''

اس جواب سے ظاہر ہے کہ میرے مضمون کا اصل مبحث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نہ تھا بلکہ صغرسنی کی شادی تھا اور حقیقی جواب جو میں نے دیا ہے وہ اسی قدر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں ہوا، اور نکاح کے قوانین جو قرآن کریم میں نازل ہوئے وہ اس کے بعد مدینہ میں نازل ہوئے اور یہ جواب یہ فرض کر کے دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی صغرسنی میں ہوئی۔ لیکن ضمناً یہ بات بھی بیان کر دی گئی ہے کہ یہ باور کرنے کے وجوہ بھی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت اتنی تھوڑی نہ تھی۔

بنائے استدلال

اس مضمون کے نکلنے پر اور پھر اس پر جو تنقید معارف (جولائی) میں ہوئی، مجھے متعدد خطوط موصول ہوئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے سوال پر پوری روشنی ڈالی جائے، مگر سب سے بڑھ کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سید ریاست علی صاحب ندوی کا اصرار رہا کہ میں ان روایات کا پتہ دوں جس کے لیے انہوں نے متعدد خطوط بھی منشی دوست محمد صاحب کو لکھے، کہ میں اپنی غلطی کا اقرار کروں سو یہ تو درست ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس سال چھوٹے ہونے کا حوالہ میں نے دیا تو میرے ذہن میں "اکمال" کا حوالہ بھی تھا۔ جو پچھلے دنوں بصورت اشتہار شائع ہوا اور جس پر سید سلیمان صاحب نے معارف میں تنقید بھی کی ہے۔ اس کے علاوہ میرے ایک کرم فرما نے مجھ سے ذکر کیا کہ ان کے پاس اسد الغابہ کا ایک حوالہ ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت بارہ سال تھی۔ اتفاق سے اسد الغابہ میرے پاس نہ تھی اور چونکہ انہوں نے جزم سے یہ کہا کہ ایسا حوالہ موجود ہے مگر کتاب اس وقت نہیں ملی، اس لیے میں نے ان کی یادداشت پر اعتبار کیا (البتہ اب جو کتاب اسد الغابہ میں نے منگوا کر دیکھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں مجھے یہ حوالہ نہیں ملا۔ گو میرے وہ دوست اب بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی عبارت اسد الغابہ میں پڑھی ہے اور فرصت ملنے پر وہ اس کو نکال دیں گے) مگر ان سب سے بڑھ کر مجھے خود بعض معتبر احادیث کی بنا پر یہ خیال تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت اتنی چھوٹی نہ تھی۔

ضمنی بحث کی وجہ سے کم توجہی

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق چونکہ ضمنی ذکر کیا تھا اور اصل مبحث کچھ اور تھا جس پر عمر کے چھوٹا یا بڑا ہونے سے کوئی اثر نہ پڑتا تھا، اس لیے میں نے اس پر کوئی زیادہ توجہ نہیں کی اور ان امور کی بنا پر جو میرے ذہن میں موجود تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق وہ الفاظ لکھے جن کو اوپر نقل کر چکا ہوں۔ ان میں علاوہ عمر کے بڑا ہونے کے یہ ذکر ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی حالانکہ ایک سال پہلے نہیں بلکہ تین سال پہلے نکاح ہوا تھا۔ گو روایتیں دونوں طرح کی موجود ہیں یعنی بعض روایتوں میں تین اور بعض میں ایک سال قبل ہجرت، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] سید سلیمان صاحب نے جہاں "معارف" میں میرے اس مضمون پر تنقید فرمائی ہے، وہاں میرے الفاظ کو نقل کر کے آخر پر استہزاءً یہ فقرہ چسپاں کیا ہے "غلطی ہائے مضامین مت پوچھ" غلطی کا تو مجھے انکار نہیں، لیکن جناب سید صاحب نے اس موقع پر جو استہزاء کیا ہے گو میری غلطیاں اسی لائق ہوں مگر ان کی فضیلت کے شایاں یہ نہ تھا۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ اس مضمون میں ایک نہیں دو غلطیاں ہیں۔ اگر میں نے غلطی سے ہجرت سے ایک سال پہلے نکاح ہونا لکھ دیا تو کیا ⟸

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نو سال کی عمر میں نکاح کی روایات

یہ تو محض تمہیدی باتیں ہیں، اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال تھی اور رخصتانہ کے وقت ۹ سال تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اٹھارہ سال تھی۔ لیکن طبقات ابن سعد میں دو روایتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر میں ایسی ہیں، جن میں نو سال کی عمر میں نکاح کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ جلد ہشتم صفحہ ۴۱ پر ہے: تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ هِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ۔ یعنی ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ نو سال کی تھیں'' اور صفحہ ۴۲ پر ہے: نَكَحَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَائِشَةَ وَ هِیَ اِبْنَةُ تِسْعِ سِنِیْنَ اَوْ سَبْعٍ. یعنی ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان کی عمر اس وقت نو یا سات سال کی تھی'' اور یہ کہا جائے گا کہ اس اختلاف کی کوئی ایسی توجیہہ کرنی چاہیے جو ان روایات کو کثرت روایات کے مطابق کر دے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ کثرت روایات میں جو عمر بتائی گئی ہے وہ بروئے حساب درست نہیں آتی اور درایتاً ان روایات کی طرف توجہ نہیں کی گئی جیسا کہ میں نے کہا کثرتِ روایات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال اور رخصتانہ کے وقت نو سال تھی۔ اب اگر نکاح اور رخصتانہ کی تاریخوں کو دیکھا جائے تو ان روایات کی صحت میں گو وہ بخاری، مسلم یا مسند احمد میں ہوں، سخت شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

تاریخِ نکاح کی روایات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ پر روایات میں اختلاف تو ضرور ہے لیکن اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ مستند یہی ہے کہ نکاح ۱۰ھ نبوی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تھوڑے دن بعد ہی ہو گیا اور اس کے معاً بعد ہی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

بقیہ حاشیہ...... بخاری میں یہ دونوں قول موجود نہیں اور گو اب (معارف جولائی صفحہ ۱۱) سید صاحب نے بخاری کے الفاظ فلبث سنتین او قریباً من ذالک و نکح عائشہ کی اور توجیہہ کی ہے مگر سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں وہ خود اختلاف تسلیم کر چکے ہیں۔ ''اس اختلاف کے موقع پر خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول زیادہ معتبر ہو سکتا تھا، لیکن لطف یہ ہے کہ بخاری اور مسند میں خود ان سے دو روایتیں ہیں۔ ایک میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد نکاح ہوا اور دوسری میں ہے کہ اسی سال کا یہ واقعہ ہے۔'' [سیرت عائشہ: ص ۲۶]

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آنحضرت ﷺ کا نکاح پہلے ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بعد ہوا، اور چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ۱۰ھ نبوی میں یعنی ہجرت سے تین سال پیشتر ہونا، ایک مسلّم امر ہے جیسا سید سلیمان صاحب نے بھی سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے صفحہ ۶۱ پر لکھا ہے، تو یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ۱۰ھ نبوی میں ہونے پر ایک فیصلہ کن امر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ کے متعلق جو اختلاف روایات میں ہے وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی تاریخ میں اختلاف سے پیدا ہوا معلوم ہوتا ہے یعنی بعض مؤرخین نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال، ہجرت سے پانچ اور بعض نے ہجرت سے چار سال پیشتر مانا ہے، ان کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات میں ایک یا دو سال کا فرق ہوگا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۰ نبوی میں ہوئی، تو اس فرق کی بنا پر یہ خیال کرلیا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے ایک یا دو سال پیشتر ہوا۔ بہر حال روایات میں اختلاف ہے اور خود بخاری کی روایات دونوں طرح کی ہیں۔ یعنی بعض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے تین سال اور بعض میں ایک سال پیشتر مانا گیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ دونوں روایات میں سے ایک قسم کی روایات یقیناً غلط ہیں خواہ وہ بخاری میں ہوں یا مسلم میں۔ اس لیے تنقیدی امور میں جذبات کو برانگیختہ کرنا کہ کیا ہم بخاری یا مسلم کو غلط مانیں صحیح طریق نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بخاری بڑے اعلیٰ پایہ کی اور حدیث کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے، لیکن وہ کتاب اللہ نہیں۔ اس لیے غلطیاں اس میں بھی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ کے بارے میں جو اختلاف ہے اس میں جمہور محققین نے یہی صحیح مانا ہے کہ ۱۰ نبوی نکاح کی تاریخ ہے جیسا کہ خود سید سلیمان صاحب نے بھی مانا ہے:

> ''جمہور محققین کا فیصلہ یہ ہے اور روایت کا کثیر اور مستند حصہ اسی کا مؤید ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین برس پہلے رمضان میں انتقال کیا اور اسی کے ایک مہینے کے بعد شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔'' [سیرت عائشہ، ص ۲۶]

تاریخ رخصتانہ

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کب آئیں؟ سو اس میں بھی اختلاف تو ضرور ہے یعنی بعض روایات میں ہجرت سے آٹھ ماہ بعد کا واقعہ اسے قرار دیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے اور بعض میں اٹھارہ ماہ بعد۔ سید سلیمان صاحب نے سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی جنگ بدر کے بعد ہوئی یعنی ۲ھ میں رد کرتے ہوئے شوال اھ کو صحیح قرار دیا ہے (صفحہ ۳۰) اور حاجی معین الدین صاحب ندوی نے ''خلفائے راشدین'' میں ہجرت کے بعد دوسال کو صحیح قرار دیا ہے (خلفائے راشدین صفحہ ۶) سید سلیمان صاحب نے ۲ھ میں رخصتانہ کے قول کو صرف اس لیے رد کیا ہے کہ اس بیان کے موافق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دسواں سال ہوگا۔ غالباً ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی کہ اگر ہجرت کا پہلا سال بھی رخصتانہ کا مانا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا ان روایات کے مطابق بھی یہ دسواں سال نہیں گیارہواں سال تھا۔ شوال ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا اور اس وقت عمر چھ یا سات سال کی بتائی جاتی ہے، اس حساب سے شوال ۱۳ نبوی میں یعنی ہجرت سے چھ یا سات ماہ پیشتر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو یا دس سال ہو چکی تھی اور شوال اھ کو بھی تاریخِ رخصتانہ اگر مانا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت ان روایات کے مطابق بھی پورے دس سال کی ہو کر گیارہویں سال میں داخل ہو چکی تھیں یا گیارہ سال کی ہو کر بارہویں سال میں داخل ہو چکی تھیں اور نو سال کی عمر کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ٹھہرتی، لیکن درست وہی ہے جو عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رخصتانہ جنگ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوا۔ اسی کے موافق علامہ ابن عبدالبر نے بھی استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رخصتانہ نبوت سے اٹھارہ ماہ بعد ہوا، تو اس حساب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رخصتانہ کے وقت ان روایات کی بنا پر بھی گیارہ سال کی ہو کر بارہویں سال میں یا بارہ کی ہو کر تیرہویں میں داخل ہو چکی تھیں۔ بہر حال اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ اگر یہ روایات درست ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی عمر بیان کرنے میں کچھ غلطی لگی ہے۔ کیونکہ ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ سال کا فرق تھا اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا۔ اس لیے اگر ان کی عمر بوقت نکاح چھ یا سات سال کی مانی جائے جیسا کہ اکثر روایات میں ہے تو بوقتِ رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات میں سے ہے۔

دوسری روایات سے عمر کا قیاس

اس کے علاوہ بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقتِ نکاح یعنی ۱۰ نبوی میں اس قدر کم نہ تھی یعنی چھ یا سات سال جیسے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے اور یہی وہ روایات ہیں جن کی وجہ سے مجھے پہلے پہلے یہ شبہ پیدا ہوا کہ ان روایات میں جن میں نکاح

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے وقت چھ یا سات سال عمر بتائی گئی ہے کچھ نقص ضرور ہے۔ یہ روایات بھی صحیح بخاری کی ہیں۔ ایک روایت کتاب التفسیر میں سورۂ قمر کی تفسیر میں ہے جس کی راوی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ قَالَتْ لَقَدْ اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَکَّۃَ وَ اِنِّی لَجَارِیَۃٌ اَلْعَبُ ﴿بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ﴾ یعنی ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور میں اس وقت لڑکی تھی'' ﴿بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ﴾ اب یہ آیت سورۂ قمر میں ہے اور سورۂ قمر کا نزول ابتدائی مکی زمانہ کا ہے۔ کیونکہ اس میں معجزہ شق القمر کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے، کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر سخت ہوگئی تھی کہ انہوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا اور یہ ۷ ؁ نبوی کا واقعہ ہے۔ اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا ہے۔ اس لیے ان کا نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہونا چاہیے اور سورۂ نجم کا ۵ ؁ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے۔ پس اسی وقت کے قریب قریب سورۂ قمر بھی نازل ہوئی اور جن لوگوں نے آیات ﴿سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ﴾ کا مدینہ میں نازل ہونا مانا ہے۔ انہیں یہ غلطی اس لیے لگی ہے کہ یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر تلاوت فرمائی تھیں۔ یہ بتانے کو کہ ان میں وہ پیشین گوئی ہے جو بدر کے دن پوری ہوئی، تو بعض لوگوں نے غلطی سے ان کا نزول مدینہ میں سمجھ لیا۔ پس ۵ ؁ نبوی یا ۶ ؁ نبوی ان آیات کا نزول ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی اور پھر ان آیات کو سن کر سمجھ کر یاد بھی رکھتی تھی، تو یہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا زمانہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۰ ؁ نبوی میں بوقت نکاح چھ یا سات سال ہونا قرین قیاس نہیں اور اگر یہ روایات صحیح ہیں تو اپنی عمر کے بیان کرنے میں انہیں غلطی لگی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت

اسی کی تائید بخاری کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آتی ہے اور یہ روایت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے، قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ قَطُّ اِلَّا وَھُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَلَمْ یَمُرَّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّا یَاْتِیْنَا فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم طَرَفَیِ النَّھَارِ بُکْرَۃً وَعَشِیَّۃً فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ خَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ مُھَاجِرًا نَحْوَ اَرْضِ الْحَبَشَۃِ. یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین اسلام پر پایا اور کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر رسول

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سرزمینِ حبش کی طرف نکلے۔ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو پہلے مسلمان ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان بھی ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں۔ جن کا اسلام ۳ھ نبوی یا اس سے پیشتر کا ہے، کیونکہ وہ سترہ آدمیوں کے بعد اسلام لائیں اور ۴ھ نبوی میں چالیس مسلمان ہو چکے تھے اور اس کے ساتھ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ بیان کیا ہے، یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کر کے حبش کی طرف نکلنا یہ ۵ھ نبوی کا واقعہ ہونا چاہیے۔ اور اس سے پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں صبح اور شام جانا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اور اسے وہ اپنے ہوش کا زمانہ بتاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ ہوش کا زمانہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ان روایات کے مطابق جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عمر بیان کی ہے ۵ھ نبوی ان کی پیدائش کا زمانہ بنتا ہے۔

عمر کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال

تو ان روایات کے مطابق ۵ھ یا ۶ھ نبوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہوش کا زمانہ نہیں کہلا سکتا اور ۷ھ نبوی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے۔ اس وقت آپ کی آمد و رفت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر نہ ہو سکتی تھی۔ اور جب شعب سے نکلے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جلد ہی وفات پا گئیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہو گیا۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان جس میں بعض واقعات کا ذکر ہے جس کی تصدیق دوسری طرح بھی ہو سکتی ہے، یقیناً اس کے خلاف ہے، جس میں انہوں نے اپنی عمر بیان کی ہے۔ اس لیے اس بیان کو ترجیح دی جائے گی جس کی تصدیق دوسرے واقعات سے ہوتی ہے اور یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی عمر کے متعلق کچھ غلط فہمی تھی اور قرین قیاس یہ ہے کہ ان کی عمر نکاح کے وقت گیارہ سال سے اور رخصتانہ کے وقت سولہ سال سے کم نہ تھی۔ ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ ایک جگہ پہلے کہہ چکے ہیں۔ ان سے دریافت کر کے جواب دیں گے۔ اب ظاہر ہے کہ عرب میں چار چار پانچ پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کا پہلے ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر خیال ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقتِ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صاحبِ مشکوٰۃ کا قول

یہ سچ ہے کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحبِ مشکوٰۃ کے اس قول کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسماء رضی اللہ عنہا سے صرف دس سال چھوٹی تھیں، کیا بناء ہے لیکن یہ کہنا پڑے گا کہ ان کے قول کی بنا کسی روایت پر ہی ہوگی جیسا کہ انہوں نے خود بھی اسے "قیل" کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ اس پایہ کا آدمی اپنی طرف سے کوئی بات کہہ کر "قیل" کے ساتھ اسے بیان نہیں کر سکتا، انہیں کوئی روایت ملی ہوگی جس کی بنا پر انہوں نے یہ لکھا ممکن ہے کہ ایسی کوئی روایت تلاش سے مل بھی جائے، میں نے اسے اس لیے قابلِ اعتبار سمجھا کہ ایک طرف تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال اور رخصتانہ کے وقت نو سال ہونے میں یقیناً کچھ گڑ بڑ ہے۔ دوسرے بخاری کی بعض احادیث صاف بتاتی ہیں کہ بعثت کے پانچویں چھٹے سال میں وہ ہوش سنبھالے ہوئے تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آتے جاتے تھے اور اسی وقت انہوں نے سورۂ قمر کی آیت ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ﴾ کا نزول بھی یاد رکھا پس نکاح کے وقت ان کی عمر چھ یا سات سال ہونا کسی صورت میں صحیح نہیں بلکہ غالباً گیارہ بارہ سال کی عمر ہوگی۔ ممکن ہے مزید تحقیقات سے کچھ اور روشنی اس امر پر پڑ سکے۔ سردست اس اصرار کی وجہ سے جو بعض اطراف سے ہو رہا تھا میں نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔

[محمد علی ۲۲ نومبر ۱۹۳۸ء]

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا محمد علی صاحب کے شبہات کا جواب

ناظرین! اوپر کا مضمون آپ ملاحظہ فرما چکے، اب اس ضمن میں میری گزارشوں پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے، جو گو کسی قدر طویل ہیں، تاہم فوائد سے خالی نہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے شذرات (معارف) میں غالبؔ کے ایک مصرع کے لکھنے پر معافی چاہتا ہوں جس کو مولوی صاحب نے طنز و استہزاء سمجھا ہے حالانکہ اس کا درجہ شوخی تحریر تک ہے۔ مگر بہر حال میں اس ایک مصرع کی معافی چاہتا ہوں کہ اس تحریر و مراسلہ سے مقصود واقعہ کی تحقیق ہے نہ کہ کسی فریق کی دلآزاری اور استہزاء۔

اس کے بعد میں مولوی صاحب کی انصاف پسندی اور جرأت کی داد دیتا ہوں کہ انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنے مسامحات کا اعتراف کیا، اور صاف لکھا کہ ان کے پاس بوقت نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سولہ سال اور بوقت رخصتی سترہ سال کی عمر ہونے پر تاریخ و حدیث کی کوئی سند موجود نہیں ہے۔ اور یہ تسلیم کرلیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح شوال ۱۰ نبوی میں اور رخصتی شوال ۲ ھ میں ہوئی اور بہت کھینچ تان کرنے کے بعد بھی یہی تسلیم کیا کہ نکاح کے وقت ان کی عمر نو برس کے بجائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بار بار بیان ہے ۱۲ یا ۱۳ برس تھی، اور نکاح اور رخصتی میں تین برس کا نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں، بلکہ

> "ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ برس کا فرق تھا، اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا۔ اس لیے اگر ان کی عمر بوقت نکاح چھ یا سات سال مانی جائے جیسا کہ اکثر روایات میں ہے تو بوقت رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات سے ہے۔"

اس سلسلہ میں چند امور کی طرف اشارہ کرنا ہے جس سے یہ ناممکن، ممکن ہوسکتا ہے۔

① سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آغاز اسلام میں بلکہ عہد نبوت میں اور عہد صدیقی میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سنہ کا رواج نہ تھا، سنہ کی تدوین عہد فاروقی میں ہوئی ہے۔ پہلے یہ طریقہ تھا کہ ہجرت سے اتنے مہینہ پیشتر یا اتنے مہینے بعد یہ واقعہ ہوا۔ بعد میں لوگوں نے ان مہینوں سے سال بنالیا، پھر سنہ کی ترتیب قائم ہوگئی۔

② یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نبوت کے بعد تیرہ برس مکہ میں رہے، تو یہ پورے تیرہ برس نہیں ہیں، بلکہ کسور کے ساتھ ہیں یعنی چند مہینوں کی کمی کے ساتھ۔

③ سنہ نبوی کو سنہ ہجری کے ساتھ جوڑنے میں ایک غلطی کثیر الوقوع ہے۔ وہ یہ ہے کہ لوگ سنہ ہجری کی خصوصیات سنہ نبوی پر بھی عائد کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ سنہ ہجری محرم سے شروع ہو کر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے، مگر سنہ نبوی کا یہ حال نہیں ہے، وہ مبہم طریقہ سے کسی مہینہ سے شروع ہو کر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے اور آخر میں محرم سے شروع ہو کر ربیع الاول پر تمام ہوتا ہے۔

④ قرآن پاک کے اشارات اور ابن اسحاق کی روایت کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱ ؁ نبوی رمضان سے شروع ہوا، تو گویا چار مہینے کے بعد ہی ذی الحجہ میں چار مہینوں پر تمام ہوا، اور آخری سال یعنی ۱۴ ؁ نبوی محرم اور صفر صرف دو مہینوں پر تمام ہوا۔ اس بنا پر سنہ نبوی درحقیقت بارہ برس اور چھ مہینوں پر مشتمل ہے جس کو تجوز عام میں ۱۳ برس کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

⑤ ہجرت کا آغاز ربیع الاول سے ہوا، مگر سنہ کی تدوین کے وقت دو مہینے آگے بڑھا کر محرم ۱۴ ؁ نبوی سے محرم ۱ ؁ ہجری کا آغاز ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سال کے حساب میں اگر تدقیق اور غور سے کام نہ لیا جائے تو دو مہینے مکرر پڑ جاتے ہیں۔ اسی لیے ۱۴ ؁ نبوی نہیں بولتے کیونکہ ۱۴ ؁ کے صرف دو مہینے ہیں، اور وہ ۱ ؁ ہجری میں داخل کر لیے گئے۔

⑥ اب سنہ نبوی کا حال یہ ہے کہ اس کا پہلا سال چار مہینہ کا، اس کے بعد ۱۲ سال بارہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مہینوں پر مشتمل اور آخری سال دو مہینوں پر۔

⑦ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعات کو سنین سے تطبیق دینے میں مولانا محمد علی صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ سنین اصل ہیں اور ان کی عمر کا شمار ان سنین پر متفرع، حالانکہ یہ صریحاً مغالطہ ہے۔ اصل ان کی عمر کا شمار ہے اور وہ بھی انہیں کے بتائے ہوئے سنین پر اور اس شمار پر لوگوں نے سنہ ہجری کو تطبیق دیا ہے، اور ان روایات کے بموجب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھی اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی۔ اب سنہ ہجری کی تطبیق سے اس کا جو سنہ بھی لگائیے، بعضوں نے پورے پورے ۱۲ مہینے کے سال لیے تو سنہ گھٹ گئے اور بعضوں نے نبوت کا پہلا سال چار مہینوں والا، آخری سال دو مہینوں والا اور ہجرت کا پہلا سال دس مہینوں والا لیا تو سنہ بڑھ گئے، اسی بنا پر بعض راوی کہتے ہیں کہ فلاں واقعہ ۱ سنہ کو ہوا دوسرا کہتا ہے ۲ سنہ میں ہوا، اس لیے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ سنہ کا حساب اصل نہیں ہے بلکہ عمر کا حساب اصل ہے، اور اس سے حساب لگا کر راویوں نے سنہ بنایا ہے۔ اس لیے آپ سنہ کے حساب میں ترمیم کر سکتے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے حساب میں ترمیم نہیں کر سکتے۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا محمد علی لکھتے ہیں:

> ”روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی۔“

اس کے بعد آپ چھ یا سات سال برابر لکھتے گئے ہیں، حالانکہ صرف ایک مشکوک الحافظہ راوی نے اس وقت آپ کی عمر کا نو برس یا سات برس ہونا ظاہر کیا ہے، اور کہیں بھی سات برس نہیں ہے اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ”روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی۔“ بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ ایک دو روایتوں کے علاوہ تمام روایتیں اس پر متفق ہیں کہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی اور ۱۸ برس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی سن میں بیوگی ہوئی۔

مولانا نے ابن سعد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ (جلد۸) آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ نو برس کی تھیں لیکن اس کے بعد ہی کا فقرہ کیوں چھوڑ دیا کہ وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِي عَشَرَةَ سَنَةً یعنی ''اور آپ ﷺ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔'' حالانکہ اسی بعد کے فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی سے رخصتی کی جگہ نکاح کا لفظ کہنے میں صریح غلطی ہوئی ہے، اسی طرح سات برس کے سن میں نکاح ہونے کی جو روایت ہشام بن عروہ سے ہے، وہ صفحہ ۴۲ پر نا تمام ہے، مگر ۴۱ پر تمام ہے اور وہ یہ ہے کہ ''چھ یا سات میں نکاح ہوا اور نو میں رخصتی ہوئی۔'' مگر مولانا نے اس کامل روایت کے پورے فقرہ کا حوالہ نہیں دیا، تا کہ نو برس کی رخصتی کا واقعہ اس سے ثابت نہ ہو۔ جن ہشام بن عروہ سے نقل کرنے میں ابن سعد کے اس راوی کو اس بارہ میں وہم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں یا سات کی، انہیں کے صحیح و مستند راویوں کے بیان ہیں جن کی ابن سعد اور بخاری و مسلم میں روایتیں ہیں، مطلق وہم وتزلزل اس بات میں نہیں ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھیں۔

بہر حال نکاح کے وقت نو برس کا سن ہونا صرف ایک ضعیف الحافظہ راوی کے بیان کے علاوہ جو یہ کہتا ہے کہ ''نویں برس یا ساتویں برس نکاح ہوا'' اور کسی نے نو برس کا ہونا نہیں ظاہر کیا، اور جس دوسرے نے یعنی اسود نے نو برس میں نکاح ہونا بیان کیا ہے، ثابت ہو چکا ہے کہ اس سے اس کی مراد رخصتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ''نویں برس نکاح ہوا، اور اٹھارہ برس کی تھیں جب آنحضرت ﷺ نے وفات پائی۔'' اور ظاہر ہے کہ اگر نویں برس نکاح ہوتا اور تین برس کے بعد رخصتی ہوتی، اور اس کے بعد نو برس وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہیں تو وفاتِ نبوی ﷺ کے وقت وہ اٹھارہ کی بجائے اکیس برس کی ہوتیں اور یہ اس راوی کے بیان کے خلاف ہے۔

اب جس راوی (ہشام بن عروہ) سے ایک دو جگہ سات برس کے سن میں نکاح ہونا ابن سعد میں ہے۔ اسی سے متعدد صحیح ترین روایتوں میں بتصریح بلا شک وشبہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی مروی ہے۔ بخاری و مسلم کا ہرگز لحاظ نہ کیجیے مگر صحیح اور کثیر روایتوں کا تو لحاظ کیجیے جن کی بنا پر یہ بالکل قطعی ہے کہ چھ برس کے سن میں نکاح ہوا اور نو برس کے سن میں رخصتی ہوئی۔ جو کوئی نکاح کی عمر سات برس بھی بتاتا ہے وہ رخصتی کی عمر نو ہی برس کہتا ہے اور سات کو ملا کر نکاح اور رخصتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں وہی تین برس کا فصل نکلتا ہے۔

اب آیئے دوسرے محققین کی طرح اس کو نبوی اور ہجری سنین سے تطبیق دے لیں۔ آپ نے تسلیم کرلیا ہے کہ ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا۔ مہینہ کی بھی تصریح کر دیجیے تاکہ سنہ کے بنانے میں آسانی ہو، وہ بالاتفاق شوال کا مہینہ تھا۔ نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی چند سال کے بعد شوال ہی میں ہوئی اور دونوں باتوں کے درمیان فصل بھی بالاتفاق تین برس ہوا۔ اب جن محققوں نے مثلاً علامہ عینی اور ابن عبدالبر نے رخصتی کا وقت شوال ۲ھ لیا ہے۔ انہوں نے نکاح کا زمانہ ۱۰ نبوی نہیں بلکہ ۱۱ نبوی لیا ہے اور جنہوں نے شوال ۱ھ رخصتی کا زمانہ لیا ہے، انہوں نے نکاح کا زمانہ شوال ۱۰ نبوی بتایا ہے اور اگر کسی ایک دو نے غلطی سے ایسا کیا ہے کہ تاریخ نکاح ۱۰ نبوی اور تاریخ رخصتی ۲ ہجری قرار دیا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ انہوں نے نبوت کا پہلا سال پورا کر کے آخری سال ۳۰ صفر ۱۴ نبوی کے بجائے ۳۰ صفر ۱۳ نبوی کو تمام کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شوال ۱۰ نبوی کا زمانہ نکاح مان کر شوال ۲ ہجری کے زمانہ رخصتی کو شوال ۱۰ نبوی کے تین برس بعد ہی قرار دیتے ہیں۔ آپ کی طرح چار پانچ برس نہیں قرار دیتے جو ناممکن ہے۔

آپ سال بڑھانے کی غرض سے یہ کرتے ہیں کہ نکاح کا سال تو دوسرے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی ۱۰ نبوی اور رخصتی کا سال پہلے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی ۲ھ اور یہ صریح غلطی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی ان دو واقعوں کے درمیان تین برس سے زیادہ کا فصل نہیں مانتا۔ اس بارہ میں انہیں دو بزرگوں کے اقوال اور تحقیقات پیش کرتا ہوں جن کو آپ نے مستند قرار دیا ہے، یعنی علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن عبدالبر۔ جنہوں نے شوال ۲ ہجری کا زمانہ رخصتی کے لیے اختیار کیا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

چنانچہ علامہ عینی جو یہ مانتے ہیں کہ شوال ۲ھ میں رخصتی ہوئی، انہوں نے شوال ۲ھ اس لیے تسلیم کیا کہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں نہیں بلکہ ۱۱ نبوی میں ہوا۔ اس لیے تین برس کے فصل کے ساتھ انہوں نے شوال ۲ھ تسلیم کیا۔ یہ نہیں کیا ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں مان کر رخصتی ۲ھ میں تسلیم کیا ہو، جیسا کہ سالوں کے بڑھانے کے لیے آپ کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ اصل مبحث یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق بھی ان کا بیان محفوظ رکھیے:

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَكَّةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَتَيْنِ، وَ قِيْلَ بِثَلَاثٍ وَقِيْلَ بِسَنَةٍ وَ نِصْفٍ اَوْ نَحْوِهَا فِي شَوَّالٍ وَ هِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ وَقِيْلَ سَبْعٍ وَ بَنٰى بِهَا فِي شَوَّالٍ اَيْضًا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْهِجْرَةِ اَقَامَ فِي صُحْبَتِهٖ ثَمَانِيَةَ اَعْوَامٍ وَّ خَمْسَةَ اَشْهُرٍ وَ تُوُفِّيَ عَنْهَا وَ هِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ وَ عَاشَتْ خَمْسًا وَ سِتِّيْنَ سَنَةً . [عمدۃ القاری جلد ا ص ۴۵]

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں ہجرت سے دو سال پہلے اور کہا گیا کہ تین سال پہلے، اور کہا گیا کہ ڈیڑھ سال پہلے یا اس کے قریب شوال میں نکاح کیا۔ جب وہ چھ برس کی تھیں اور کہا گیا کہ سات برس کی تھیں اور ان کی رخصتی کرائی شوال میں واقعہ بدر کے بعد ۲ھ میں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آٹھ برس اور پانچ مہینے رہیں۔ جب آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں اور پینسٹھ برس کی عمر پائی۔"

دیکھیے علامہ عینی نے ہجرت سے دو سال پہلے یعنی شوال ۱۱ نبوی کا نکاح تسلیم کیا ہے اور باقی اقوال کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جن لوگوں نے ہجرت سے تین سال قبل نکاح تسلیم کیا ہے وہ شوال ۱ھ میں رخصتی تسلیم کرتے ہیں۔ جو لوگ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے کہتے ہیں وہ اس لیے کہ شوال ۲ھ میں ان کے نزدیک تین سال پورے ہو جاتے ہیں۔ الغرض یہ تمام سنین اسی تفصیل میں ہیں کہ نکاح اور رخصتی میں تین سال کا فصل قائم رہے۔ سنین کے تطابق کے جھگڑے کو چھوڑ کر اصل مبحث میں کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی رخصتی کے وقت نو برس کی اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی تھیں، علامہ عینی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وذلک هو المراد.

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا حوالہ آپ نے علامہ ابن عبدالبر کا دیا ہے۔ بے شک انہوں نے استیعاب جلد دوم صفحہ ۷۶۵ (حیدر آباد) میں زبیر بن بکار کے حوالہ سے منجملہ دوسری روایتوں کے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ 'شوال ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے نکاح ہوا اور مدینہ میں ہجرت سے اٹھارہ مہینے بعد شوال میں رخصتی ہوئی۔"

مگر یہ خود علامہ ابن عبدالبر کی تحقیق نہیں ہے۔ بلکہ ان کی کتاب کی منجملہ اور روایتوں کے ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

روایت یہ بھی ہے کہ جو ابن شہاب زہری پر موقوف ہے، اور بھی اس میں نقائص ہیں۔ ان کی اصل تحقیق یہ ہے جس کو انہوں نے شروع میں اپنی طرف سے لکھا ہے:

وَتَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَتَيْنِ هٰذَا قَوْلُ اَبِیْ عُبَيْدَةَ وَ قَالَ غَيْرُهٗ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ وَ هِيَ بِنْتُ سِتٍّ وَ قِيْلَ بِنْتُ سَبْعٍ.

''آنحضرت ﷺ نے ان سے مکہ میں ہجرت سے دو برس پہلے نکاح کیا یہ ابو عبیدہ کا قول ہے اور دوسرے نے کہا کہ تین برس پہلے نکاح کیا اور وہ اس نکاح کے وقت چھ برس کی تھیں اور کہا گیا ہے کہ سات برس کی تھیں۔''

اور سب سے آخر میں ان کا وہ بیان ہے جس کو وہ اجماعی کہتے ہیں۔

وَابْتَنٰى بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ وَهِيَ اِبْنَةُ تِسْعٍ لَا اَعْلَمُهُمْ اِخْتَلَفُوْا فِيْ ذٰلِكَ

''اور ان کی رخصتی مدینہ میں ہوئی جب وہ نو برس کی تھیں اور مجھے علم نہیں کہ کسی نے بھی اس میں اختلاف کیا ہے۔''

یہی علامہ ابن عبد البر اسی کتاب کے حصہ اول صفحہ ۱۹ (حیدر آباد) میں لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ قَبْلَ سَوْدَةَ وَ قِيْلَ بَعْدَ سَوْدَةَ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ لَمْ يَبْنِ بِهَا اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ قِيْلَ سَنَةَ هَاجَرَ وَ قِيْلَ سَنَةَ اِثْنَتَيْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ فِيْ شَوَّالٍ وَ هِيَ ابْنَةُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَ كَانَتْ فِيْ حِيْنِ عَقَدَ عَلَيْهَا بِنْتَ سِتِّ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِيْنَ.

''ان سے نکاح مکہ میں ہوا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے پہلے اور کہا گیا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بعد۔ اس پر اتفاق ہے کہ رخصتی مدینہ ہی میں ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ جس سال ہجرت فرمائی اسی سال (یعنی ۱ ھ) اور کہا گیا ہے شوال ۲ ھ اور اس وقت وہ نو برس کی تھیں اور عقد کے وقت چھ برس کی تھیں اور کہا گیا کہ سات برس کی تھیں''

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سنہ اصل نہیں بلکہ عمر کا بیان اصل ہے اور اس سے سنین کی تعیین کی گئی ہے اور چونکہ سنین میں مہینے چھوٹے اور بڑے ہیں، اس لیے لوگوں میں سنین کی تعیین میں اختلاف ہے لیکن نکاح کے وقت چھ برس اور رخصتی کے وقت نو برس ہونے میں اصلاً کسی محقق کو اختلاف نہیں ہے۔

صاحبِ مشکوٰۃ کا قول

www.iqbalkalmati.blogspot.com

افسوس ہے کہ مجیب نے آخر میں اس امر کو کہ ''کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن اسماء سے دس برس چھوٹی تھیں، صاحب مشکوٰۃ کا قول بتایا ہے۔ حالانکہ مشکوٰۃ میں اس قسم کا کوئی قول نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مشکوٰۃ کے مؤلف کا ایک دوسرا مختصر سا رسالہ ''اسماء الرجال'' میں ہے۔ اس میں نسخہ کی غلطی یا کتابت کی غلطی یا نقل کی غلطی سے ایسا ''قیل'' یعنی ضعیف روایت کے طور پر لکھا ہے، جس کی صحت کی تائید اسلام کے کسی ایک مجموعہ سے نہیں ہوتی، چہ جائیکہ معتبر احادیث سے ہو۔ جیسا کہ فریق نے کہا تھا۔ بہرحال ولی الدین خطیب تبریزی نے بحیثیت صاحب مشکوٰۃ نہیں، بلکہ بحیثیت ''صاحبِ اکمال فی اسماء الرجال'' ایسا ضعیف اور غیر مؤید قول ''قیل'' کر کے نقل کیا ہے۔ میں نے ''صاحب مشکوٰۃ'' کے لفظ سے اس لیے انکار کیا کہ عام لوگوں میں مشکوٰۃ شریف کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی بنا پر ان کو شبہ ہوگا کہ شاید یہ کہیں مشکوٰۃ میں مذکور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، بہرحال اگر اب مشکوٰۃ اور اکمال کے مؤلف سے ہی آپ کو اس قدر حسنِ ظن ہے کہ ''اس پایہ کا آدمی اپنی طرف سے کوئی بات کہہ کر قیل کے ساتھ اسے بیان نہیں کر سکتا۔'' تو اس پایہ کا آدمی یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کو جن دو حدیثوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی عمر میں مغالطہ ہوا، وہ ان سے بے خبر ہو، بایں ہمہ دیکھیے کہ وہ کیا کہتا ہے، اسی اکمال میں جس کو آپ اس پایہ کی کتاب سمجھتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حال میں ہے (یہ ملحوظ رہے کہ ان کے نزدیک قیام مکہ کا آخری زمانہ ۳۰ صفر ۱۳ھ نبوی ہے) یہ ملحوظ رہے کہ ہجرت سے تین سال قبل سے مقصود شوال ۳ھ قبل ہجرت ہے جو مطابق ۱۱ھ نبوی ہے اور ۲ھ قبل ہجرت مطابق ۱۲ھ نبوی اور ۱ھ قبل ہجرت مطابق محرم ۱۳ھ تا ۳۰ صفر ۱۳ھ نبوی صرف دو ماہ)

خَطَبَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَ تَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ عَشْرٍ مِّنَ النُّبُوَّةِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَلٰثِ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ غَيْرُ ذٰلِكَ وَ اَعْرَسَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِيَ عَشَرَ شَهْرًا وَلَهَا تِسْعُ سِنِيْنَ وَ قِيْلَ دَخَلَ بِهَا بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ مِّنْ مَّقْدَمِهٖ وَ بَقِيَتْ مَعَهٗ تِسْعَ سِنِيْنَ وَ مَاتَ عَنْهَا وَ لَهَا ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً.

''آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نسبت کی اور بیاہ کیا، مکہ میں شوال ۱۰ھ نبوی میں، ہجرت سے تین سال پہلے اور اس کے سوا بھی کہا گیا ہے (یعنی دو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

برس، ڈیڑھ برس پہلے) اور آپ ﷺ نے ان کو رخصت کرایا مدینہ میں شوال ۲ھ میں، ہجرت کے اٹھارہ مہینے کے بعد اور وہ اس وقت نو برس کی تھیں اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو مدینہ میں مدینہ آنے کے سات مہینے بعد (یعنی شوال ۱ھ) میں رخصت کرایا، وہ آپ کے پاس نو برس رہیں اور جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔"

لیجیے ولی الدین خطیب صاحب مشکوٰۃ وصاحب اکمال بھی اس باب میں وہی کہتے ہیں جو دنیا کہہ رہی ہے۔ پس ایسے اجماعی مسئلہ کا جو صرف بخاری نہیں بلکہ قرآن پاک کے سوا احادیث کے سارے صحاح، جوامع، مسانید، سنن، معاجم بلکہ اسلام کے سارے مذہبی، فقہی، تاریخی، حدیثی، سیرتی ذخیرۂ کتب وروایات کا متفق علیہ ومتواتر بیان ہو اس کی تکذیب اپنے چند غلط قیاسات سے کرنا کس قدر حیرت انگیز ہے۔

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استناد

مولانا نے میری تالیف سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی استناد کیا ہے، جس میں نکاح کا سال شوال ۱۰ نبوی لکھا ہے، حالانکہ مولانا نے اگر غور کیا ہوتا تو واضح ہو جاتا کہ نبوت کا دسواں سال اس فرض پر لکھا گیا ہے کہ نبوت کا پہلا سال پورا لیا جائے اور تیرہویں سال میں ادھر صرف دو مہینے محرم اور صفر ڈالے جائیں تو اس حساب سے شوال ۱۰ نبوی کے دو مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہوئے۔ ۱۱ نبوی کا ایک سال ۱۲ نبوی کا ایک سال ۱۳ نبوی کے دو ماہ کا کل دو سال چار مہینے، ہجرت سے پہلے اور ربیع الاول ۱ سے شوال ۱ھ تک آٹھ مہینے، کل ۳۶ مہینے ہوئے جن کے تین سال پورے ہوئے۔

لیکن دوسرا نظریہ یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال کو ناتمام رکھ کر تیرہویں سال کو پورا کر لیا جائے۔ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں نبوت کا دسواں سال نکاح کا زمانہ لکھنے میں مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے ان دونوں نظریوں میں تخلیط ہو گئی ہے۔ نبوت کے دسویں سال کے اخیر کی جگہ گیارہویں سال کا اخیر لکھنا چاہیے اور غلطی خود اسی کتاب کی تصریحات سے بالکل ظاہر و واضح ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ مولانا جیسے دقیقہ رس اور نکتہ سنج پر یہ غلطی واضح نہیں ہوئی، کیوں کہ:

① اس کتاب کے صفحہ ۲۰ پر ان لوگوں کے قول کی تردید کے بعد جنہوں نے نبوت کے چوتھے سال کی پیدائش اور دسویں سال کے نکاح کا حساب جوڑا ہے۔ میں نے یہ لکھا ہے کہ:

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''اس لحاظ سے ان کی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہو گا، یعنی شوال ۹ سنہ قبل ہجرت مطابق جولائی ۶۱۴ء۔''

اب دیکھیے کہ جب شوال ۵ سنہ نبوی اور ۹ سنہ قبل ہجرت پیدائش کہہ رہا ہوں تو اس کے چھ برس بعد نکاح کی تاریخ شوال ۱۱ سنہ نبوی بالکل صاف ہے۔

② پھر صفحہ ۲۷ پر ہے کہ:۔

''اس لحاظ سے شوال ۳ سنہ قبل ہجرت مطابق مئی ۶۲۰ء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا''

شوال ۳ سنہ قبل ہجرت مطابق مئی ۶۲۰ء وہی شوال ۱۱ سنہ نبوی ہوا۔

③ اس کے اسی صفحہ پر لکھتا ہوں:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد تقریباً تین برس میکے میں رہیں، دو برس تین مہینے مکہ اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں۔''

کس قدر صریح ہے کہ میں نکاح کے بعد قیامِ مکہ کے صرف دو برس تین مہینے فرض کر رہا ہوں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں نکاح کو ۱۱ سنہ نبوی کا واقعہ قرار دے رہا ہوں۔

④ مزید تصریح کے لیے شمسی سال کا تطابق بھی لکھ دیا ہے کہ جولائی ۶۱۴ء میں ولادت (ص ۲۰) اور مئی ۶۲۰ء میں نکاح ہوا (ص ۲۷) ۶۱۵ء سے ۶۱۹ء تک پورے پانچ برس ہوئے اور جولائی ۶۱۴ء کے چھ مہینے اور مئی ۶۲۰ء کے پانچ مہینے کل گیارہ مہینے، غرض شمسی حساب سے (میرے مولویانہ تخمینی حساب سے) نکاح کے وقت ان کی عمر پانچ برس ۱۱ مہینے کی تھی۔

⑤ پھر میں نے اسی صفحہ ۲۷ پر ۳ سنہ قبل ہجرت نکاح کا سال لکھتے ہوئے کہا ہے کہ اسی کی توثیق علامہ ابن عبدالبر نے بھی کی ہے، اب دیکھ لیجیے کہ جس قول کو انہوں نے اختیار کیا ہے، وہ کیا ہے وہ یہی ہے کہ ہجرت سے دو سال پیشتر (استیعاب جلد ۲ ص ۷۶۵) اور یہ تخمیناً ہے، ورنہ تدقیقاً دو سال چار مہینے ہوئے۔

ان تمام تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصنف کے نزدیک نکاح شوال ۱۱ سنہ نبوی اور رخصتی شوال ۱ ھ کا واقعہ ہے، شوال ۱۱ سنہ نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال اور تین سال کے بعد شوال ۱ ھ میں وہ نو برس کی تھیں۔ ۱۲ سنہ نبوی کا پورا سال ۱۳ سنہ نبوی کا پورا سال دو برس ہوئے، اور ۱۱ سنہ نبوی کے ذیعقدہ اور ذی الحجہ دو مہینے اور ۱۴ سنہ نبوی یعنی ۱ ھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے دس مہینے، ۱۲ مہینے ہوئے، پورے تین سال کا فرق ہوا۔

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے صفحہ ۲۸ پر میں نے لکھا ہے:

''جس دن یہ مختصر قافلہ دشمن کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا مدینہ پہنچا، نبوت کا چودھواں سال اور ربیع الاول کی بارہویں تاریخ تھی۔''

ان تمام تصریحات کا صاف وصریح اقتضا یہ ہے کہ سیرت کے صفحہ ۲۷ پر جو نبوت کا دسواں سال لکھا ہے وہ درحقیقت گیارہواں سال ہے، دسواں نہیں، اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی لفظی غلطی ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کے فضل وکمال کو دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ وہ اس پر متنبہ نہ ہوئے ہوں۔

ہجرت سے تین برس پہلے شوال میں نکاح ہونا جو لوگ کہتے ہیں وہ درحقیقت لفظی تسامح میں مبتلا ہیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے سے ان کا مقصود شوال ۳ھ قبل ہجرت ہے، نہ یہ کہ گن کر پورے تین سال، کہ گننے میں تو وہ صرف دو برس چار مہینے ہوں گے اور سنہ کہنے میں ۳ھ قبل ہجرت کہنا صحیح ہوگا کہ سنہ کہنے کے لیے پورے ۱۲ مہینے کا لینا ضروری نہیں اور سال کہنے میں پورے بارہ مہینوں کا تخیل آتا ہے۔ اسی بنا پر صحیح بخاری (باب تزویج عائشہ) میں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت ہے کہ:

تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ ﷺ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذٰلِكَ وَ نَكَحَ عَائِشَةَ وَ هِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَ هِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ. [ج ۱، ص ۵۵۱]

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے مدینہ کی طرف نکلنے سے تین سال پہلے انتقال کیا۔ پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جب وہ چھ برس کی تھیں اور رخصتی کرائی جب وہ نو برس کی تھیں۔''

اس عبارت میں ہجرتِ مدینہ سے تین برس قبل جو کہا گیا ہے اگر اس سے پورے تدقیقی تین سال مراد لیے جائیں تو اس عبارت سے کہ ''پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے'' یہ مطلب ہوگا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تخمیناً دو برس یا اس کے قریب اور تدقیقاً ڈیڑھ برس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الاول ۱۱ھ نبوی میں ماننا پڑے گی تاکہ ربیع الاول ۱۴ھ نبوی مطابق ربیع الاول ۱ھ میں پورے تین برس ان کی وفات کو ہو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جائیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس کے ڈیڑھ برس بعد شوال ۱۲ سنہ نبوی میں ماننا پڑے گا۔ یعنی ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے جیسا کہ بعضوں نے مانا ہے، اور پھر رخصتی تین برس کے بعد شوال ۱۵ سنہ نبوی مطابق شوال ۲ ھ میں، یہ ایک قول ہے جس کی طرف محققین کی ایک جماعت گئی ہے، جس میں علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس قول کے بموجب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت شوال ۶ سنہ نبوی ماننی پڑے گی۔

دوسرا مطلب اس روایت کا یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین برس پہلے تخمیناً ہوئی۔ یعنی ۳ سنہ قبل ہجرت اس لحاظ سے وفات رمضان ۱۱ سنہ نبوی میں ہوگی، یعنی ہجرت سے تدقیقاً ڈھائی برس پیشتر، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس کے ایک ہی مہینہ کے بعد شوال ۱۱ سنہ نبوی میں ہوا، اور رخصتی شوال ۱۴ سنہ نبوی یعنی شوال ۱ ھ میں، اور اس بنا پر روایت کے اس فقرہ کا کہ "پھر آپ دو برس یا ڈیڑھ برس ٹھہرے" کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوجانے کے باوجود آپ کسی بیوی کے پاس ڈیڑھ دو برس تک نہیں گئے۔ پھر اس مدت کے بعد مکہ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور اس کے ڈیڑھ برس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ اس حساب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۵ سنہ نبوی کا آخر ہوگا۔ نکاح کا زمانہ شوال ۱۱ سنہ نبوی ہوگا اور رخصتی کا زمانہ ۱ ھ ہوگا، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے اور روایات کی تطبیق و مراجعت سے اسی کو صحیح ثابت کیا ہے۔

الغرض تمام محققینِ اخبار و سیر و آثار نے روایات اور ان کے مطالب کے اختلاف کی بنا پر سنین کی تعیین میں جو کچھ اختلاف کیا ہو، مگر اس امر میں اختلاف نہیں کیا ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی یا زیادہ سے زیادہ سات برس کی اور رخصتی کے وقت وہ نو برس کی تھیں۔ یعنی ان کی عمر کے شمار کی مطابقت میں سنین ترتیب دیے ہیں۔ سنین کی مطابقت سے عمر کی تعیین نہیں کی ہے، دوسری عبارت میں یوں کہیے کہ ان کی عمر کا شمار اصل ہے اور نبوی و ہجری سنین کی تعیین فرع و نتیجہ ہے، یہ نہیں کہ ہجری و نبوی سنین اصل ہیں اور عمر کا شمار نتیجہ و فرع ہے، سنین میں اصلاح و ترمیم ہو سکتی ہے مگر عمر کے شمار میں نہیں ہوسکتی۔ هٰذَا هُوَ الْمَطْلُوْبُ۔

فریق کے دو مؤیدات

اصل دلائل کے بعد اب مؤیدات کی بحث باقی ہے، گو کہ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں بھی مجیب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے مؤیدات کے جواب دینے سے اسی طرح احتراز کروں جس طرح اس نے میرے مؤیدات کے جواب دینے سے احتراز کیا ہے، حالانکہ وہ پورا مضمون جو معارف جولائی ۲۸ء میں چھپا ہے، اس کے ملاحظہ سے گزر چکا ہے، مگر صرف اس لیے کہ تحقیق حق ہو، میں مجیب کے دونوں قیاسی مؤیدات کا بھی جواب دیتا ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرت کے واقعہ سے استدلال

قیاس کا سلسلہ یہ ہے کہ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت ہے۔ جو مولوی صاحب کے ترجمہ کے مطابق یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین اسلام پر پایا، اور کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سرزمینِ حبش کی طرف نکلے۔'' مولوی صاحب ممدوح نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلی ہجرت (۵ھ نبوی والی) میں شرکت کرنی چاہی اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صاحبِ ہوش تھیں اور ہوش کے لیے پانچ چھ سال کا ہونا ضروری ہے۔ غالباً مولوی صاحب کے اس قیاس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۱ھ نبوی بتائیں، یا اس سے بھی ایک سال پہلے۔

لیکن اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حدیث میں الفاظ یہ ہیں ''لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ قَطُّ اِلَّا وَھُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ'' اس کا ترجمہ مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے مطابق یہ کیا ہے کہ ''جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین پر پایا۔'' حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے'' ہر عاقل سمجھ جاتا ہے کہ ''میں نے جب سے ہوش سنبھالا۔'' اور ''میں نے جب سے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا'' دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ ''ہوش سنبھالنے'' کا لفظ کسی قدر زیادہ سن کے لیے یا سنِ تمیز کے لیے بولا جاتا ہے۔ لیکن ''جب سے میں نے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا۔'' اتنے سن اور تمیز کو ظاہر نہیں کرتا۔ اس لیے اس لفظ سے ہمارے فریق کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پانچ چھ برس کے صاحبِ تمیز و ہوش ہونے پر استدلال صحیح نہیں۔

اس کے بعد اس حدیث کے متعلق مجھے دو حیثیت سے بحث کرنی ہے، ایک تو اپنے جانتے محدثانہ بحث کرنا ہے، جسے خواص اور علمِ حدیث کے صاحبِ ذوق سمجھ سکتے ہیں اور دوسری عام اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رواداری کی حیثیت سے۔

پہلا طریقہ

اصل یہ ہے کہ یہ حدیث چار ٹکڑوں سے مرکب ہے، ایک یہ ہے کہ ''میں نے جب سے اپنے والدین کو جانا پہچانا ان کو دین کا پیرو پایا۔'' دوسرا ٹکڑا ''روزانہ صبح وشام کی آمد و رفت کا ہے۔'' تیسرا ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہے'' اور چوتھا ٹکڑا ''مدینہ منورہ کی ہجرت کا ہے۔'' یہ حدیث ابن شہاب زہری سے مروی ہے۔ ان کی عادت ہے کہ اخبار و سیر کی روایات میں وہ ایک واقعہ کے مختلف واقعات متعلقہ کو تسلسل کے لیے جوڑ کر بیان کرتے ہیں۔ تمام بڑے بڑے واقعات میں انہوں نے یہی کیا ہے، مثلاً حدیث آغازِ وحی، حدیث سفیان و قیصر و مصاحبینِ قیصر، حدیث واقعۂ افک اور آخری واقعہ میں جیسا کہ بخاری میں ہے اور کتبِ سیر میں تو ہر جگہ انہوں نے اپنی اس روش کی تشریح کر دی ہے۔

یہ حدیث کتبِ صحاح میں سے صرف صحیح بخاری میں ہے۔ امام بخاری نے اپنے دستور کے مطابق اس حدیث کو کہیں ایک ساتھ کہیں ٹکڑے کر کے، مختلف ابواب میں درج کیا ہے مثلاً کتاب المساجد، کتاب الکفالہ، کتاب الادب، باب غزوۃ الرجیع، کتاب الہجرۃ۔

کتاب الکفالۃ بروایت عقیل عن ابن شہاب الزہری صرف پہلا ٹکڑا ہے یعنی:

لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ اِلَّا وَهُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ.

''میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا ان کو دین کا پیرو پایا۔''

نیز ابن سعد (ترجمہ ابی بکر) میں بھی بروایت زہری اتنا ہی ٹکڑا ہے۔ پھر صحیح بخاری باب الادب میں والدین کی شناخت، حضور کی روزانہ صبح وشام کی آمد اور پھر ہجرتِ مدینہ کا ذکر ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ اِلَّا وَهُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَ لَمْ یَمُرَّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّا وَ یَاْتِیْنَا فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُکْرَةً وَّ عَشِیًّا فَبَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِیْ بَیْتِ اَبِیْ بَکْرٍ فِیْ نَحْرِ الظَّهِیْرَةِ قَالَ قَائِلٌ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ سَاعَةٍ لَمْ یَکُنْ یَاْتِیْنَا فِیْهَا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَا جَاءَ بِهٖ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا اَمْرٌ قَالَ اِنِّیْ اُذِنَ لِیَ الْخُرُوْجُ.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

”میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا اُن کو دین کا پیرو پایا اور رسول اللہ ﷺ کوئی دن ہم پر نہیں گزرا کہ صبح وشام ہمارے پاس نہ آئے ہوں، تو ہم ایک دفعہ ٹھیک دو پہر کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر (یا کمرہ) میں تھے کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، ایسے وقت آئے کہ جو وقت آپ کی تشریف آوری کا نہ تھا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت آپ کسی خاص ضرورت سے تشریف لائے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی۔“

باب غزوۃ الرجیع میں ابن شہاب زہری سے نہیں بلکہ ابو اسامہ بن عروہ سے جو روایت ہے۔ اس میں یہ سب کچھ نہیں ہے بلکہ قصہ کو صرف ہجرتِ مدینہ سے شروع کیا ہے۔ کتاب المساجد میں، پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے مسلمان ہونے کا ذکر، پھر روزانہ صبح وشام کی تشریف آوری کا ذکر، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مسجد بنا لینے کا ذکر ہے۔ کتاب الہجرۃ میں حدیث کے پورے ٹکڑے یک جا ہیں، مگر ترتیب اس طرح ہے۔ پہلے والدین کی شناخت کے وقت ان کے مسلمان ہونے، پھر آپ کی روزانہ صبح وشام کی تشریف آوری، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ اور چند منزل کا سفر، ابن دغنہ کا پناہ دے کر ان کو واپس لانا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مسجد بنا کر نماز پڑھنا، ابن دغنہ کی پناہ سے نکل آنا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پھر ہجرت کے لیے اذن طلب کرنا، آپ کا منع کرنا اور ہجرت کی اجازت خدا کی طرف سے ملنے کا انتظار، پھر ہجرت کا سامان اور ہجرت۔

ہر وہ شخص جس کو امام بخاری کی تبویب اور احادیث کے ٹکڑوں کی ترتیب کے سلیقہ کا علم ہے۔ وہ جان سکتا ہے کہ خاص قرائن کے بغیر محض ترتیبِ اجزاء سے کسی مختلف الاجزاء حدیث سے کسی نتیجہ پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ فریق کا سارا استدلال اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے، جب والدین کی شناخت، حضور ﷺ کی روزانہ صبح وشام کی آمد کے بعد ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہونا مسلم ہو، مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ روزانہ صبح و شام کے وقت آنے کا تعلق، آپ کی ہجرتِ مدینہ کے دن خلافِ معمول آنے سے ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الادب کی روایت مذکورہ بالا میں اور نیز کتبِ سیرت میں سے ابن اسحاق کی سیرت میں ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لَا يُخْطِئُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

يَأْتِيْ بَيْتَ اَبِىْ بَكْرٍ اَحَدطَرَ فِي النَّهَارِ اِمَّا بُكْرَةً وَ اِمَّا عِشَاءً حَتّٰى اِذَا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ اُذِنَ فِيْهِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِىْ الْهِجْرَةِ وَالْخُرُوْجِ مِنْ مَّكَّةَ مِنْ بَيْنِ ظَهْرِى قَوْمِهٖ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ فِىْ سَاعَةٍ كَانَ لَا يَأْتِىْ فِيْهَا (ابن ہشام)

''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کوئی دن صبح یا شام کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آنے میں ناغہ نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ جس دن آپ ﷺ کو ہجرت اور مکہ سے نکلنے کی اجازت ہوئی تو آپ ہمارے پاس دوپہر کو اس وقت آئے، جس وقت آپ آیا نہیں کرتے تھے۔''

ان اقتباسات سے یہ واضح ہوگا کہ اصل میں ان ٹکڑوں کی ترتیب یہ ہے کہ والدین کی شناخت، پھر صبح وشام کی آمد ورفت، پھر ہجرت کے دن معمول کے خلاف دوپہر کو تشریف آوری اور ہجرت مدینہ۔ اسی ہجرتِ مدینہ کی تقریب سے زہری نے یہ کیا کہ والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے، حضور کی صبح وشام آمد ورفت، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حبشہ کی ہجرت کے ارادہ اور چند منزل کے سفر اور واپسی اور بنائے مسجد، پھر ہجرتِ مدینہ کی تفصیلات کا ذکر کیا۔ اس ترتیب سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہوش و تمیز والی تھیں اور اس وقت حضور ﷺ روزانہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آیا کرتے تھے، بالکل بے بنیاد ہے۔ حالانکہ اگر ہم اس نتیجہ کو مان بھی لیں تو بھی جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس وقت (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادہ ہجرتِ حبشہ کے وقت) ہوش وتمیز والی ہونا حدیث سے نہیں ثابت ہوگا بلکہ ان کا نکاح اس عمر میں ہونا کہ وہ والدین کو اچھی طرح پہچان سکیں اور ان کو کچھ کام کرتے ہوئے دیکھ کر یہ جان سکیں کہ یہ کچھ پڑھ رہے ہیں، اور اٹھ بیٹھ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے ارادہ اور چند منزل کے سفر کے بیان کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کاموں میں اپنی کسی قسم کی شرکت نہیں ظاہر کرتیں، جیسا کہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر توشہ کے باندھنے میں اپنی بہن اسماء کے ساتھ شرکت ظاہر کر رہی ہیں۔

اصل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ کا بیان، پھر اپنے والدین کی شناخت سے اسلام کا بیان، پھر آپ کی روزانہ صبح وشام کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آمد کا بیان، پھر مدینہ کی ہجرت کا بیان، اس ترتیب پر میری دلیل بھی ہے۔ روزانہ صبح وشام کی آمد و رفت کے سلسلہ کا تو روایت کی رو سے ہجرت مدینہ کے دن دوپہر کو آنے کے ساتھ تعلق ظاہر ہو چکا۔ اور عقلاً بھی ظاہر ہے کہ حضور کی صبح وشام کی آمد کا تعلق ہجرت مدینہ کے دن دوپہر کو خلافِ معمول آنے سے ہے اور حبشہ کی ہجرت سے اس کو اصلاً تعلق نہیں ہے۔

ترتیب کے اس نکتہ کو ابن شہاب الدین زہری: نے کہیں کہیں ظاہر بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ کتاب الادب [باب بل یزور صاحبه کل یوم بکرة و عشیا] میں جس میں صحیح ترتیب ہے یعنی پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے ان کے مسلمان ہونے کا، پھر آنحضرت ﷺ کی روزانہ صبح وشام آمد کا، پھر ہجرتِ مدینہ کے دن خلافِ معمول آمد کا ذکر ہے۔ اس کی روایت یوں شروع ہوئی ہے:

حَـدَّثَـنِیْ عَقِیْلٌ، قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَـاَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَـالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ اِلَّاوَهُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَلَمْ یَمُرُّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّایَأْتِیْنَا فِیْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ طَرَفَیِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا فَبَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِیْ بَیْتِ اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ نَحْرِ الظَّهِیْرَةِ حَتّٰی قَالَ قَائِلٌ هٰذَا رَسُوْلُ اللهِ فِیْ سَاعَةٍ لَّـمْ یَـكُـنْ یَـأْتِیْنَا فِیْهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَاجَاءَ بِهٖ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّااَمْرٌ قَالَ اِنِّیْ اُذِنَ لِیْ فِی الْخُرُوْجِ.

"مجھ سے عقیل نے کہا، ابن شہاب زہری نے کہا تو مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے اپنے والدین کو نہیں پہچانا، لیکن یہ کہ وہ دونوں دینِ اسلام کی پیروی کر رہے تھے اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گزرا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ صبح اور شام دن کے دونوں کناروں میں نہ آتے ہوں۔ تو ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ ایک کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں اس گھڑی میں، جس میں وہ نہیں آتے تھے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اس وقت آپ کو نہیں لائی ہوگی لیکن کوئی ضرورت۔ آپ ﷺ نے کہا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دی گئی۔"

دیکھیے اس میں پہلے والدین کی شناخت سے ان کا اسلام، پھر روزانہ صبح وشام کی آمد و رفت،

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پھر ہجرتِ مدینہ کے دن خلافِ معمول دوپہر کو آنا بیان کیا ہے مگر حبشہ کی ہجرت کے ارادے کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن شروع روایت پر نظر کیجیے کہ وہاں ابن شہاب زہری اخبرنی عروۃ "مجھ سے عروہ نے یہ بیان کیا" نہیں ہے بلکہ فاخبرنی عروۃ تو، یا، پس یا اس کے بعد عروہ نے مجھ سے یہ بیان کیا" ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرتِ حبشہ کا ٹکڑا، والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ آمد کے ذکر سے پہلے تھا۔ جو اس باب میں بے تعلق ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ اور کتاب الہجرۃ میں بھی جہاں پہلے والدین کی شناخت، پھر روزانہ آمدورفت، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ پھر ہجرتِ مدینہ کا ذکر ہے، روایت کے شروع میں ایسا ہی کیا ہے یعنی اخبرنی، مجھے خبر دی نہیں، بلکہ فاخبرنی ہی کہا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس سے اوپر کچھ بات تھی جس کی ترتیب کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ فافہم.

تسلیم کر کے جواب:

لیکن چونکہ میرا یہ جواب صرف اشارات اور بخاری کے اجزائے حدیث کی ترتیب اور بعض قرائن پر مبنی ہے۔ جس کا تسلیم کرنا صرف حدیث کے ذوق پر مبنی ہے۔ اس لیے میں فریق کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، بلکہ میں ہی تسلیم کر لیتا ہوں کہ واقعات کی ترتیب وہی ہے جو کتاب الہجرۃ میں ہے، یعنی پہلے والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے کا ذکر، پھر روزانہ آمدورفت کا ذکر، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کا بیان ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث کی رو سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کے ارادہ کا زمانہ ۵ھ نبوی ہے۔ اس حدیث میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس میں وقت اور زمانہ کی تعیین ہو۔ سب جانتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کا واقعہ دو دفعہ پیش آیا۔ ایک ۵ نبوی میں جس کو "ہجرت اولیٰ" کہتے ہیں، دوسرے ۷ نبوی میں جس کو "ہجرت ثانیہ" کہتے ہیں اور اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں چلے گئے ہیں۔ پھر ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے لیے ۵ھ نبوی ماننے پر مجبور کیوں ہیں؟ کیوں نہ ہم اس کے چند سال بعد مانیں، حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے زمانہ کی تعیین پر استدلال کر سکیں۔

فریق کہہ سکتا ہے کہ اس میں ایک لفظ ایسا ہے اور وہ ہے "فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ" جب مسلمانوں پر مصیبتیں آئیں یا مسلمان ستائے گئے، تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ستائے جانے کا زمانہ صرف ۵ ـہ نبوی تھا۔ ستائے جانے کے زمانے اور مراتب مختلف رہے۔ غلام وبیکس اور بے مددگار لوگ شروع ہی سے جب سے اسلام کا اعلان کیا گیا، ستائے جانے لگے۔ ان سے بڑے لوگوں کے ستائے جانے کی باری اس وقت آئی جب کفارِ مکہ کو مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کرنے کا حال معلوم ہوا اور اپنی کوششوں میں ان کو ناکامی ہوئی، اور یہ ۷ ـہ نبوی میں ہوا۔ جب بیاسی مسلمانوں نے ہجرت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شعب ابی طالب میں چلے گئے اور اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ میں باوجود اپنی جاہ و مرتبہ کے تنہا سے معلوم ہونے لگے ہوں گے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جسمانی تکلیف کا واقعہ ۱۰ ـہ نبوی کے بعد ہوا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا، اور سختیاں سب سے زیادہ اس وقت ہونے لگیں، جب کفارِ مکہ کو مدینہ میں اسلام کی اشاعت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اُدھر ہجرت کرنے کا آغاز ہوا، جو ۱۱ ـہ نبوی سے شروع ہو گیا تھا، اس لیے ''جب مسلمانوں پر سختیاں ہوئیں'' سے ۵ نبوی کی تخصیص کیونکر ہو گئی؟ مسلمانوں کے ستائے جانے کی مدت تو پوری تیرہ برس ہے اور ان تمام برسوں میں سے ہر ایک برس ہے۔ چنانچہ قیام مکہ کے آخری سالوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ستائے جانے کا ذکر اسی ہجرتِ مدینہ کے تعلق سے، انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی اسی بخاری میں مذکور ہے:

قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ اَبُوْبَكْرٍ فِي الْخُرُوْجِ حِيْنَ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْاَذٰى فَقَالَ لَهٗ اَقِمْ. الخ [باب غزوۃ الرجیع]

''کہتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ سے نکل جانے کی اجازت چاہی، جب ان کو سخت اذیت دی جانے لگی۔ تو آپ نے فرمایا ٹھہرو، مجھے بھی ہجرت کی اجازت خدا سے ملنے والی ہے (پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے)۔''

دیکھیے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ۵ ـہ نبوی میں نہیں بلکہ ۱۳ ـہ میں سخت تکلیف دی جا رہی ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ ''جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی'' سے خواہ مخواہ ۵ ـہ نبوی مراد لینا ضروری نہیں، اور اس لیے اس لفظ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادۂ ہجرتِ حبشہ کی تاریخ ۵ نبوی معین کرنے پر دلیل نہیں حاصل کی جا سکتی۔

آگے بڑھ کر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنہ ۵ ـہ نبوی والی ہجرتِ حبشہ اولیٰ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں شرکت کی نہ ۷ھ والی ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں ہجرت کی، کہ ان دونوں موقعوں پر جمعیتوں کے ساتھ سفر ہوا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا نکلے، یہ دونوں قافلے جدہ سے گئے اور آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یمن کی طرف برک الغماد سے رخ کررہے ہیں۔ چنانچہ علمائے سیر اور محدثین میں سے جو لوگ حدیث ہجرت جس سے فریق کو مغالطہ ہورہا ہے اس کے جوڑ اور بند کو سمجھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس ہجرت حبشہ کے ارادہ کا زمانہ ۵ھ نبوی میں نہیں ۷ھ نبوی نہیں، بلکہ اس کے بعد متعین کیا ہے۔ چنانچہ ابن اسحاق نے اس کا ذکر ہجرت ثانیہ کے بعد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شعب ابی طالب میں بھی جانے کے بعد، اور نقض صحیفہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شعب ابی طالب سے ۹ھ یا ۱۰ھ نبوی میں نکلنے کے فوراً ہی متصل پہلے ذکر کیا ہے اور یہ روایت کی:

وَ قَدْ كَانَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ كَمَا حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ حِيْنَ ضَاقَتْ عَلَيْهِ مَكَّةُ وَ اَصَابَهُ فِيْهَا الْاَذٰى وَ رَاٰى مِنْ تَظَاهُرِ قُرَيْش عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ اَصْحَابِهٖ مَارَاٰى اِسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِى الْهِجْرَةِ فَاَذِنَ لَهٗ فَخَرَجَ.......الخ

"اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ مجھ سے بیان کیا، محمد بن مسلم (یعنی ابن شہاب زہری) نے عروہ اور عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ پر مکہ کی زمین تنگ ہوگئی اور ان کو تکلیف ہوئی اور دیکھا کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تکلیف دینے پر سب مل کر ایک ہوگئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے......"

دیکھیے یہ وہی روایت ہے، وہی سند ہے، وہی تمام رواۃ ہیں۔ جنہوں نے بخاری کی کتاب الہجرۃ کی وہ ملی جلی روایت بیان کی ہے، جس سے فریق کو مغالطہ ہوا۔ ابن اسحاق نے حضور کی روزانہ صبح وشام کی آمد ورفت کے ٹکڑے کو صحیح طور سے ہجرت مدینہ کے ساتھ رکھا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے وقت اس کو نہیں رکھا کہ اس سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ خوشی ہے کہ ہمارے فریق نے نہایت رواداری کے ساتھ بالا علان کہہ دیا ہے کہ بخاری اور غیر بخاری میں کوئی فرق نہیں۔ اس لیے ابن اسحاق کے مقابلہ میں بخاری کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ مرعوب نہ ہوگا۔ حالانکہ بخاری کتاب الادب میں بھی وہی ترتیب ہے جو ابن اسحاق میں ہے اور تکلیف وایذا کا زمانہ بھی ۵ھ نبوی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں رکھا بلکہ بعد۔

محدثین میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا جو پایہ ہے خصوصاً صحیح بخاری کے رموز و اشارات کے سمجھنے میں جو ان کو کمال ہے اس کی بنا پر ان کو شہادت میں پیش کرنا ضروری ہے۔ آیئے دیکھیں کہ وہ فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ. "جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی" سے کون سا زمانہ مراد لیتے ہیں:

فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ اَیْ بِاَذَی الْمُشْرِکِیْنَ لَمَّا حَصَرُوْا بَنِیْ هَاشِمٍ وَالْمُطَّلِبِ فِیْ شِعْبِ اَبِیْ طَالِبٍ وَ اَذِنَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَصْحَابِهٖ فِی الْهِجْرَةِ اِلَی الْحَبْشَةِ کَمَا تَقَدَّمَ بَیَانُهٗ خَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ مُهَاجِرًا اِلٰی اَرْضِ الْحَبْشَةِ اَیْ لِیَلْحَقَ بِمَنْ سَبَقَ اِلَیْهَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. [ج۷، ص۱۸۰]

"جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی یعنی مشرکوں کا ستانا، جب انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیقوں کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت دی، جیسا اوپر بیان گزرا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سرزمینِ حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے نکلے یعنی تا کہ جو مسلمان حبشہ پہلے جا چکے ہیں ان کے ساتھ مل جائیں۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ جو لوگ حدیث کے اجزاء کو اچھی طرح سمجھتے ہیں انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کا وقت مسلمانوں کی عام ہجرتِ حبشہ کے بعد اور شعب ابی طالب کی محصوری کے بعد کا زمانہ بتایا، یعنی ۷ نبوی کے بعد، ممکن ہے ۸ نبوی ہو یا ۹ نبوی ہو (نقض صحیفہ سے پہلے) اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اگر ۴ نبوی کی ولادت کا حساب ہو جو ابن سعد وغیرہ نے لگایا ہے تو ۸ نبوی میں بھی ان کی عمر کا پانچواں سال ہوگا، اور میری تحقیق کی بنا پر کہ ۵ نبوی کی ولادت مانتا ہوں، ان کی عمر کا چوتھا سال ہوگا، اور باوجود اس کے کہ والدین کی شناختِ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ صبح و شام کی آمد کا میرے نزدیک اس ہجرتِ حبشہ کے ارادہ سے قطعاً تعلق نہیں۔ تاہم میں کہتا ہوں کہ ایک مستثنیٰ حافظہ اور ہوش و گوش والی لڑکی کے لیے چوتھا سال اس بات کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے والدین کو نماز پڑھتے دیکھے یا قرآن پڑھتے سنے، تو ان کاموں کو یاد رکھے اور زیادہ تمیز آنے پر یہ سمجھے کہ یہ مسلمانوں کے کام کرتے تھے۔ هٰذَا هُوَ الْمُرَادُ.

دوسرا عام طریقہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسرا عام طریقہ جس کا میں نے اوپر حوالہ دیا تھا، وہ یہ ہے کہ پوری حدیث ایک مسلسل واقعہ ہے اور اسی ترتیب سے ہے، جیسی بخاری کتاب الہجرۃ میں ہے۔ جن محدثین اور ارباب سیر کی نظر احادیث کے ان اجزاء پر نہیں پڑی اور انہوں نے اس حدیث کو مسلسل و مرتب واقعہ مانا ہے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس ہجرت کے ارادہ کا زمانہ ۵ھ نبوی نہیں جیسا کہ فریق مجیب نے کہا ہے بلکہ ۱۳ھ نبوی قرار دیا ہے اور جو بھی اس پر سرسری نظر ڈالے گا وہ یہی سمجھے گا، اور اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں ناظرین کے سامنے اس متنازع فیہ حدیث کا لفظی ترجمہ کر دوں، اور اہم امور کو روایت کے اصل الفاظ میں ادا کروں، اور وہ یہ ہیں:

''ابن شہاب زہری نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا، لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے، اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرا لیکن یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں دن کے دونوں کناروں میں صبح و شام ہمارے ہاں آتے تھے، تو جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف چلے، یہاں تک کہ جب برک الغماد پہنچے تو ان کو ابن دغنہ ملا جو قارہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کدھر کا ارادہ ہے؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا، تو چاہتا ہوں کہ زمین میں چل پھر کر اپنے رب کو پوجوں۔ ابن دغنہ نے کہا کہ آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا۔ آپ غریب کی مدد کرتے ہیں، رشتہ داروں کا حق ادا کرتے ہیں، قرض دیتے ہیں، مہمانی کرتے ہیں، لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں، آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ لوٹے اور ابن دغنہ آپ کے ساتھ چلا۔ پھر قریش کے اشراف میں شام کو گھوما، پھر ان سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے آدمی نہیں نکالے جا سکتے، کیا ایسے شخص کو نکالتے ہو جو غریب کی مدد کرتا ہے (صفات مذکورہ گنائے) تو قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو نہیں جھٹلایا اور انہوں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجیں اور اسی میں نماز پڑھیں اور جو چاہیں پڑھیں ہم کو اس سے آزار نہ پہنچائیں اور نہ اس نماز و قرأت کا اعلان کریں کیوں کہ ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کا ڈر ہے کہ وہ نہ کہیں بہک جائیں (یعنی اسلام کے اثر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں نہ آ جائیں) تو ابن دغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر ٹھہرے فَلَبِثَ اَبُوْبَکْرٍ بِذَالِکَ اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجتے رہے، اور اپنی نماز کو اعلان کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔اور اپنے گھر کے سوا کہیں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے بدل گئی تو اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لی اور اس میں نماز اور قرآن پڑھنے لگے، تو مشرکین کی عورتیں اور بچے ان پر ٹوٹنے لگے اور وہ تعجب کرتے تھے اور ان کو دیکھتے تھے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے تو روتے تھے، اور ان کو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا۔اس امر نے قریش کے سرداروں کو گھبرا دیا، تو انہوں نے ابن دغنہ کو کہلا بھیجا، وہ آیا، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمہارے پناہ دینے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کیا کریں۔ اب انہوں نے اس سے تجاوز کیا، اب انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا لی ہے، نماز اور قرآن زور سے اس میں پڑھتے ہیں، اور ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کے فتنہ میں پڑنے کا ڈر ہے۔تو ان کو روک دو، اگر اس بات پر رک جائیں کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں تو وہ کریں، اور اگر انکار کریں تو ان سے کہو کہ تمہاری ذمہ داری واپس کر دیں، کیونکہ ہم کو تمہاری ذمہ داری کو توڑنا پسند نہیں، اور ہم کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اعلان کے ساتھ نماز اور قرآن پڑھنے نہیں دے سکتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابن دغنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ کس شرط پر میں نے تم سے معاہدہ کیا تھا تو یا تو باز آ جاؤ یا میری ذمہ داری واپس کر دو، کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب سنیں کہ میں نے کسی سے معاہدہ کیا اور وہ توڑا گیا۔تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہاری پناہ واپس کرتا ہوں، اور خدا کی پناہ مجھ کو کافی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ ہی میں تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تمہاری ہجرت کا مقام چھوہاروں والی دو پہاڑیوں کے بیچ کی زمین دکھائی گئی ہے تو جس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور عموماً صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی مدینہ کی طرف واپس آئے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو کہ مجھے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھی امید ہے کہ اجازت دی جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے لیے روکے رکھا اور دو اونٹنیوں کو خبط کے پتے چار مہینے تک کھلائے۔ ابن شہاب نے کہا کہ عروہ نے کہا کہ ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، تو ہم ایک دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمرہ میں ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں، منہ پر چادر ڈالے اس گھڑی میں جس میں آپ نہیں آیا کرتے تھے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ قربان، خدا کی قسم! آپ کو اس گھڑی نہیں لایا لیکن کوئی اہم کام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمہارے پاس اس وقت ہو اس کو علیحدہ کر دو، عرض کی میرا باپ قربان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اجازت کا حال سنایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا نے مل کر سامان درست کیا۔"

میں نے عام ناظرین کے سامنے روایت کے پورے الفاظ رکھ دیے، جو اہل نظر ہیں انہوں نے اس حدیث کے مختلف ٹکڑوں کو پہچان لیا ہوگا کہ اپنے والدین کی شناخت سے ان کو اسلامی کام کرتے ہوئے دیکھنا، ایک ٹکڑا ہے۔ روزانہ صبح و شام آمد کا تعلق ہجرت کے دن دوپہر کے آنے سے ہے، بیچ میں ہجرت کے تعلق سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کا ذکر ہے۔ پھر ہجرت مدینہ کا بیان شروع ہوتا ہے مگر بہر حال مجھ کو تو یہاں ایک سرسری حیثیت سے اس حدیث پر گفتگو کرنا ہے۔

ایک حد تو متفقاً متعین ہے کہ مدینہ کی ہجرت کا واقعہ ۱۴ نبوی یعنی قیام مکہ کے آخری سال کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام ٹکڑے وقوع اور پیش آنے میں مسلسل اور ملے ہوئے بلا فصل ہیں یا ان میں جوڑ، فصل اور عدم تسلسل ہے۔ اگر جوڑ اور فصل ہے تو لازم آتا ہے کہ یہ مانیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شناختِ والدین کا واقعہ الگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ آمد و رفت کا واقعہ الگ ہے۔ ہجرت حبشہ کے ارادے کا واقعہ الگ، اور سب سے آخر ہجرت مدینہ کا واقعہ الگ ہے۔ تو اس صورت میں فریق کا یہ قیاس و استنباط کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت حبشہ کے ارادے کے وقت ہوش و تمیز کی حالت میں تھیں، بالکل بے بنیاد ہے، اور اگر یہ مانا جاتا ہے کہ یہ واقعات اپنے وقوع میں مسلسل اور بلا فصل پیش آئے ہیں تو ظاہراً صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام واقعات ہجرتِ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مدینہ کے واقعہ کے قرب میں پیش آئے ہیں، واقعات کا تسلسل جو روایت میں مذکور ہے وہ ادھر ہی لیے جاتا ہے۔

فریق یہ کرتا ہے کہ پہلا اور دوسرا ٹکڑا یعنی والدین کی شناخت اور ہجرت حبشہ کے ارادہ کو تو شروع میں اٹھا کر لے جاتا ہے، یعنی ۵ھ نبوی میں، اور آخری یعنی مدینہ کی ہجرت کے واقعہ کے زمانہ کو چونکہ بڑھا گھٹا نہیں سکتا، اس لیے اس کو ۱۴ھ نبوی میں قائم رکھتا ہے اور دونوں کے بیچ میں آٹھ نو برس کا فصل قرار دیتا ہے، جو کسی طرح روایت کے الفاظ سے ثابت نہیں ہوسکتا اور اتنے بڑے فصل کی گنجائش اس کو مسلسل و مربوط واقعہ مان کر نہیں نکالی جاسکتی۔ عبارت کا حرف حرف ناظرین کے سامنے ہے پڑھ لیں فَلَبِثَ ''پس ٹھہرے ابوبکر رضی اللہ عنہ'' سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آٹھ نو برس کے توقف کا زمانہ مراد ہے کہ اتنے عرصہ تک انہوں نے چپ چاپ گھر میں نماز پڑھی، پھر اعلان کیا۔ یا یہ کہ اعلان تو جلدی کیا ہو مگر قریش آٹھ نو برس تک صبر کرتے رہے، دو میں کوئی بات صاف نہیں ثابت ہو سکتی، پھر اس میں نماز اور تلاوت کا ذکر ہے۔ ۵ نبوی میں جبکہ تین برس کی فترت کے بعد قرآن کے نزول کو دوسرا ہی سال تھا اتنا قرآن نہیں ہوسکتا جو تلاوت اور قرأت میں آئے اور نہ اس وقت باقاعدہ نماز شروع ہوئی تھی (باقاعدہ پانچ وقت کی نماز معراج میں فرض ہوئی تھی)۔ ان قرینوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ۵ نبوی کا واقعہ نہیں ہوسکتا، بلکہ آخری سالوں کا ہے۔ چنانچہ محدثین اور علمائے سیر میں سے جن لوگوں نے اس حدیث کے ظاہری ربط و تسلسل کا خیال کیا ہے انہوں نے ۱۳ نبوی کا واقعہ قرار دیا ہے۔ سیرت حلبی میں علامہ برہان الدین حلبی لکھتے ہیں۔

وَ فِی السَّنَةِ الثَّالِثَةِ عَشَرَ مِنَ النُّبُوَّةِ کَانَتْ بَیْعَةُ الْعَقَبَةِ الثَّانِیَةِ وَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ اَرَادَ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یُّهَاجِرَ لِلْحَبَشَةِ فَلَمَّا بَلَغَ بَرْکَ الْغِمَادِ.

[جلد ۳، ص ۴۰۶ مصر]

''اور ۱۳ھ میں عقبہ ثانیہ کی بیعت ہوئی اور اسی سال ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو جب برک الغماد پہنچے۔''

تاریخ خمیس فی احوال انفس نفیس میں علامہ حسین بن احمد دیار بکری ۱۳ھ نبوی کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

وَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ هَاجَرَ اَبُوْبَکْرٍ اِلَی الْحَبَشَةِ رُوِیَ اَنَّهٗ لَمَّا ابْتُلِیَ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اَلْمُسْلِمُوْنَ. [جلد اول، ص ۳۱۹]

''اور اسی سال ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، روایت ہے کہ جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی۔ (روایت بلفظ گزر چکی ہے)''

اب ظاہر ہے کہ اس وقت یعنی ۱۳ نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر آٹھ برس کی ہوگی اور اس وقت جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوری عقل و تمیز کے سن میں تھیں۔

ہم نے پوری تحقیقات منظر عام پر لا کر رکھ دی ہے اور ہر ممکن پہلو سے اور ہر نقطۂ نظر سے بحث کر دی ہے جس سے بحمد للہ کہ ہر طرح سے مجیب کے شبہ کا رد ہو گیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر جمہور علماء و مورخین و محدثینِ اسلام کے مطابق ماننے اور تسلیم کرنے میں فریق کو کم از کم اس حدیث کا خدشہ باقی نہ رہے گا، اب دوسرا شبہ لیجیے۔

سورۂ نجم اور سورۂ قمر کے نزول سے استدلال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

لَقَدْ اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَ اِنِّی لَجَارِیَۃٌ اَلْعَبُ بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَ السَّاعَۃُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ. [صحیح بخاری تفسیر سورۂ قمر]

''بلاشک مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اترا جب میں بچی تھی اور کھیلتی تھی، ﴿بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَ السَّاعَۃُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ﴾ [۵۴/ القمر: ۴۶]

فریق اس حدیث کو پیش کر کے استدلال کرتا ہے کہ یہ آیت سورہ قمر کی ہے اور سورۂ قمر کا نزول ابتدائی مکی زمانہ کا ہے کیونکہ اس میں معجزہ شق القمر کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر سخت ہو گئی تھی کہ انہوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا اور یہ ۷ نبوی کا واقعہ ہے (یعنی محصور کرنا)

پھر فرماتے ہیں:۔

''اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے، جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا ہے اس لیے ان کا (قمر و نجم کا) نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہونا چاہیے۔ اور سورۂ نجم کا ۵ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے، پس اسی وقت کے قریب قریب سورۂ قمر بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نازل ہوئی۔ پس ۵ ؁ نبوی یا ۶ ؁ نبوی کا ان آیات کا نزول ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔ پھر ان آیات کو سن کر سمجھ کر یاد بھی کرتی تھی۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۰ ؁ نبوی میں بوقت نکاح چھ یا سات سال ہونا قرین قیاس نہیں۔''

ہمارے مخدوم نے اوپر کے مقدمات میں یقینیات کا جو سلسلہ جوڑا ہے، ان میں سے ہر ایک بے بنیاد ہے، اوپر دو دلیلیں قائم کی گئی ہیں، جن کی الگ الگ منطقی ترتیب یہ ہے:

اول یہ آیت سورۂ قمر میں ہے، سورۂ قمر سورۂ نجم کے مناسب ہے۔ سورہ نجم قطعاً ۵ ؁ نبوی میں اتری، اس لیے سورۂ قمر بھی ۵ ؁ نبوی میں اتری اور اس میں یہ آیت ہے جس کا حضرت عائشہ یاد رکھنا فرماتی ہیں، اس لیے وہ ۵ ؁ نبوی میں اتنی بڑی تھیں کہ اس کو یاد رکھ سکیں اس لیے اگر پانچ چھ برس بھی اس وقت عمر مانی جائے تو ۱۰ ؁ نبوی میں بوقت نکاح وہ دس گیارہ برس کی ہوں گی۔

اس مرتب دلیل میں کتنے بے بنیاد مقدمات ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو صرف ایک آیت کا نزول اور اسکا یاد رکھنا فرماتی ہیں اور فریق پورے سورہ قمر کا احاطہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ قرآن پاک میں کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں، کبھی پوری سورت اتری کبھی ایک ایک سورہ چند سالوں میں متفرق طور پر نازل ہو کر پوری ہوتی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلاں مقام پر رکھو، اس لیے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ آیت مذکورہ تنہا نہیں بلکہ پوری سورۂ قمر ایک ساتھ اتری اس وقت تک دلیل تمام نہیں ہو سکتی، اگر پوری سورہ ایک ساتھ اترتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سورۂ قمر کا حوالہ دینے کے بجائے، اخیر کی ایک تنہا آیت کا حوالہ کیوں دیتیں؟

سب کو معلوم ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ [۵/المائدہ:۳] ۱۰ ؁ھ میں حجۃ الوداع میں اتری اور سورۂ مائدہ کی بہت سی آیتیں اس سے برسوں پہلے ۵ ؁ھ میں اتریں جیسے تیمّم کا حکم وغیرہ۔ جانوروں کی حلت وحرمت کے احکام جو اس میں ہیں وہ غالباً اس کے دو برس بعد خیبر کے زمانہ کے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں معراج میں مکہ میں عنایت ہوئیں، مگر باقی سورۂ بقرہ مدینہ میں پوری ہوئی اسی طرح یہ سب جانتے ہیں کہ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ﴾ کی چند ابتدائی آیتیں، اولین وحی ہیں، مگر آخر سورہ میں نماز سے روکنے کا واقعہ بہت بعد کا ہے۔ وہ آیت جس کو سورۂ نجم کے قصہ کے تعلق سے ان باطل روایتوں میں نقل کیا گیا۔ ﴿اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطَانُ فِیْ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اُمۡنِیَّتِہٖ ﴾[۲۲الحج:۵۲] سورۂ حج میں ہے اس لیے اس کا نزول ۵ھ نبوی میں ہوگا، لیکن قتال کی اجازت کی پہلی آیت ﴿اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ﴾ بھی اسی میں ہے جو ہجرت کے بعد بدر سے پہلے نازل ہوئی۔ پھر اس میں حج ابراہیمی کا ذکر ہے، وہ اس کے بھی بعد کا واقعہ ہوگا، اور اکثر آیتیں اس کی مدنی ہیں، خود قمر اور نجم کی بعض آیتیں مدنی کہی جاتی ہیں (دیکھیے روح المعانی) اسی طرح اور بھی بہت سی آیتوں کا حال تصریحی اور یقینی طور سے معلوم ہے، اس لیے ایک آیت سے پوری سورت کا قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ دو متناسب سورتیں ایک ہی ساتھ یا ایک ہی زمانہ میں نازل ہوں۔ سورۂ نساء اور سورۂ طلاق بہت متناسب ہیں، مگر ان کے نزول میں برسوں کا فرق ہے اور سورتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سورۂ انفال اور برأت میں اتنا اتصال اور مناسبت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیچ میں فصل کی بسم اللہ بھی نہیں لکھی۔ مگر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ انفال کا زیادہ تر تعلق غزوۂ بدر سے ہے جو ۲ھ کا واقعہ ہے اور سورۂ برأت کا فتح مکہ کے بعد سے جو ۹ھ کا واقعہ ہے۔

سورۂ نجم کے نزول کی قطعی تاریخ ۵ھ نبوی بتانا بھی صحیح نہیں۔ آپ یہ زمانہ اس لیے قطعی سمجھتے ہیں کہ یہی وہ سورہ ہے جس کو رمضان ۵ھ نبوی میں تلاوت کرتے وقت آپ نے یا شیطان نے نعوذ باللہ بتوں کی تعریف ''تِلۡکَ الۡغَرَانِیۡق'' ملا دی تھی اور سب نے مع مسلمانوں اور مشرکوں کے سجدہ کر لیا تھا، اور یہ سن کر مہاجرین حبش جنہوں نے رجب ۵ھ نبوی میں ہجرت کی تھی شوال ۵ھ نبوی میں حبشہ سے واپس چلے آئے، اس لیے یہ سورہ ۵ھ نبوی میں اتری۔ لیکن تمام ناقدینِ حدیث جانتے ہیں کہ یہ واقعہ تمام تر لغو ہے۔ سورۂ نجم کی تلاوت اور تمام کفار کے سجدہ کرنے کا ذکر بلا وقت کی تعیین کے اور بغیر اس کے کہ اس میں تلک الغرانیق والا ٹکڑا ہو اور بغیر اس کے کہ یہ واقعہ مہاجرین حبش کی واپسی کا غلط سبب بنے احادیث صحیحہ میں مذکور ہے، مگر اس سے آپ کے استدلال کا کوئی تعلق نہیں۔ تعلق اسی وقت ہوگا کہ جب اس لغو حصہ کی شمولیت ہو، اور یہ صحیح نہیں، بلکہ اگر چند آیتوں سے پوری پوری سورہ پر حکم لگایا جا سکتا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ سورۂ نجم کا ۵ھ نبوی میں نازل ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری سورہ کی اس وقت قرأت کرنا ناممکن ہے، کیوں کہ اس سورہ کی ابتداء میں معراج کے روحانی مناظر و مشاہد کا ذکر ہے اور معراج کی تاریخیں ۱۱ھ نبوی یا ۱۲ھ نبوی ہیں۔ اس لیے کیونکر ممکن ہے کہ ۵ھ نبوی میں یہ سورہ پوری اتری ہو، اور تلاوت کی گئی ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوم: اور دوسری دلیل ملاحظہ طلب ہے، اور وہ یہ ہے کہ:۔

"یہ آیت سورۂ قمر کی ہے اور سورۂ قمر میں شق القمر کے معجزہ کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے۔ کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر سخت ہوگئی کہ انہوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ اور یہ واقعہ (یعنی شعب ابی طالب میں محصور ہونا) ۷ھ نبوی کا واقعہ ہے۔"

اول تو اس قیاس واستنباط پر بھی وہی اعتراض ہے کہ ایک آیت سے پوری سورہ کا قیاس کرنا اور پوری سورہ کے نزول کو متعین کرنا مشتبہ اور مشکوک اور غیر یقینی ہے۔ پھر معجزۂ شق القمر کے وقوع کے زمانہ کو اس لیے ابتدائی بتانا کہ ۷ھ نبوی سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں چلے گئے (محصور صحیح نہیں کہ آنا جانا، نکلنا، بند نہیں تھا، تعلقات اور خرید و فروخت کی بندش تھی) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں یا اس سے نکلنے کے بعد ۹ھ نبوی سے لے کر ۱۴ھ نبوی تک اس معجزہ کو نہیں دکھا سکتے تھے۔ یہ کیا لزوم ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ معجزہ دکھا سکتے تو ۵ھ نبوی یا ۶ھ نبوی ہی تک دکھا سکتے تھے کوئی اور دلیل اس کی ہو تو ہو، مگر یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے۔

علاوہ ازیں ایک دو نہیں، بکثرت محدثین اور علماء سیر نے شق القمر کے معجزہ کی تاریخ ۵ھ قبل ہجرت متعین کی ہے یعنی ۱۰ھ نبوی (دیکھو فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۶۴، قسطلانی جلد ۷، صفحہ ۴۰۷ سیرت حلبی جلد ۳ صفحہ ۴۰۵، زرقانی بر مواہب جلد ۵ صفحہ ۱۲۴ تاریخ خمیس دیار بکری جلد اول صفحہ ۲۹۸)۔ شاید غالباً ہمارے مجیب کو ۵ھ نبوی اور ۵ھ قبل ہجرت کے الفاظ میں تسامح اور تشابہ ہوگیا، حالانکہ ان دونوں میں چھ برس کے قریب کا فرق ہے۔ ان تصریحات کی بنا پر سورۂ قمر کا نزول کم از کم ۱۰ھ نبوی کا واقعہ ہونا چاہیے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا پانچواں سال ختم یا چھٹا سال شروع ہوگا اس لیے اس عمر میں کھیل کے وقت ایک اور صرف ایک آیت کا کان میں پڑ کر یاد رہ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے اور خصوصاً ایک تیز اور ذہین اور قوی الحافظہ لڑکی کے لیے۔ اس لیے اس دلیل سے بھی اس سورہ کے بلکہ صحیح یوں کہنا چاہیے کہ اس ایک آیت کے نزول کا وقت ۵ھ نبوی یا ۶ھ نبوی ٹھہرانا بے ثبوت ہے۔

عرب میں نکاحِ صغیر کا رواج

مولوی صاحب کا آخری استدلال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منسوب تھیں اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''عرب میں چار پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا، اوراس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کا پہلے ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمراس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر خیال ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقتِ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی۔''

عرض یہ ہے کہ عرب میں نہ صرف کمسن بچیوں کے پیام و نسبت کا رواج تھا بلکہ شیر خوار بچیوں کے نکاح کا بھی، بلکہ حمل کے اندر جو اولاد ہو اس کے نکاح کا وعدہ بھی (ملاحظہ ہو سنن ابوداؤد کتاب النکاح باب فی تزویج من لم یولد) کہ جاہلیت میں غیر مولود بچہ کا بھی پیام ہو جاتا تھا۔ عرب میں کمسن لڑکیوں کے نکاح کے عدمِ رواج سے مطلب اگر زمانۂ جاہلیت ہے تو یہ تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے واقعات محفوظ نہیں، جو اس عہد کے عرب کے متعلق آپ نفیاً یا اثباتاً کچھ کہہ سکیں۔ پھر معلوم نہیں کہ عدم رواج کا دعویٰ اس عہد کے متعلق کس دلیل پر مبنی ہے، اور اگر اسلام کے زمانہ کا عرب مراد ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کمسن لڑکیوں کے نکاح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ جن کی تفصیل مولوی ریاست علی صاحب ندوی نے ایک مضمون میں لکھ کر ''پیغامِ صلح'' کے پاس بھیجی ہے، مگر جس کو وہ اب تک کسی وجہ سے شائع نہ کرسکا، اس کی دو مثالیں آپ کے سامنے پیش ہیں:۔

① حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی نومولود لڑکی سے اسی دن نکاح پڑھایا جس دن وہ پیدا ہوئی۔ [مرقاۃ ملا علی قاری حنفی جلد ۳، صفحہ ۴۱۷]

② خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کمسن لڑکے سلمہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہیدِ احد کی نابالغ لڑکی سے کردیا۔ [احکام القرآن رازی حنفی جلد ۲ ص ۵۵]

خود مولوی صاحب نے اُس حد تک تسلیم کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گیارہ برس کے سن میں بیاہی گئیں۔

انہیں دو پر موقوف نہیں بلکہ:۔

وَتَزْوِيجُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ ابْنَتَهُ الصَّغِيرَةَ.

[ترکمانی علی البیہقی ج ۱، ص ۷۶-۷۹]

''اور ایک سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا نکاح کیا۔''

بالاتفاق و بلا اختلاف تمام صحابہ رضی اللہ عنہم، تمام تابعین اور تمام ائمہ مجتہدین کے نزدیک باپ کو

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اختیار ہے کہ وہ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دے۔ ایسے اجماعی مسئلہ کا انکار، میں نہیں جانتا کہ اس کو کیا کہوں؟

خلاصۂ بحث

میرا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معتبر ترین، مستند ترین اور ایک دو کے سوا تمام متفقہ راویوں کے مطابق چھ برس کے سن میں بیاہی گئیں اور متفقاً بلا اختلاف نو برس کے سن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں آئیں اور تمام واقعات وسنین کی تطبیق کی بنا پر وہ ۵ھ نبوی کے آخر میں پیدا ہوئیں۔ شوال ۱۱ھ نبوی میں بیاہی گئیں اور شوال ۱ھ میں رخصت ہو کر آئیں۔

مولانا محمد علی صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں جو جولائی ۱۹۲۸ء میں ''پیغام صلح'' میں شائع ہوا تھا، لکھا تھا کہ معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی سولہ سال تھی۔

میں نے جولائی ۱۹۲۸ء کے معارف میں مولانا محمد علی کو ٹوکا اور متعدد سوال کیے اور دریافت کیا۔ کیا ان معتبر احادیث میں سے کوئی ایک حدیث بھی ایسی پیش کر سکتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ:۔

1. وہ اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں۔
2. ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تھی۔
3. اور ہجرت سے ایک سال پہلے وہ سولہ برس کی تھیں (اور رخصتی کے وقت ۱۸ برس کی)

چار مہینوں کے بعد ''احباب کے بڑے اصرار پر'' ۲۷ نومبر کے ''پیغام صلح'' میں مولانا محمد علی صاحب نے جو جوابی مضمون لکھا۔ اس میں اپنے پہلے دعووں سے ہٹ کر اولاً یہ تصریحات کیں کہ:۔

☆ ایسی کوئی حدیث ان کو نہیں ملی جس سے یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دس برس چھوٹی تھیں، ثابت ہو۔

☆ نکاح کے وقت ان کا سولہ برس کا ہونا صحیح نہیں۔

☆ یہ بھی تسلیم ہے کہ ہجرت سے ایک برس پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہونا غلطی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے لکھا گیا۔

مگران سچی اور صریح تصریحات کے ساتھ اب یہ نئے دعوے کیے ہیں۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی عمر کے بیان میں غلطی ہوئی ہے۔

② نکاح کے وقت (۱۰ نبوی) میں وہ گیارہ سال سے کم نہ تھیں۔

③ اور ۲ھ میں رخصتی کے وقت سولہ سال سے کم نہ تھیں۔

انصاف کیجیے کہ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غلطی ہوئی کہ تمام محدثین ومؤرخین اور رواۃ سے یکساں غلطی ہوئی۔ پھر کسی ایسے شخص سے جیسی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کا حافظہ اپنی قوت میں ممتاز ومستثنیٰ تھا، خود اپنی عمر کے متعلق ایسی غلطی ہونا کہ وہ اپنی گیارہ برس کی عمر کو چھ برس کی اور سولہ برس کی عمر کو نو برس کی اور اپنی پچیس برس کی بیوگی کو اٹھارہ برس کی عمر کی بیوگی کہہ دے۔ اعجوبہ روزگار ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس وقت رخصت ہو کر میکے لائی جاتی ہیں تو وہ جھولے پر سے اور کھیل سے اٹھا کر لائی جاتی ہیں۔ ان کی ماں ان کا منہ دھو دیتی ہیں، بال برابر کر دیتی ہیں۔ چھوٹی سہیلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔ یہاں آ کر بھی گڑیوں کے کھیلنے کا شوق باقی رہتا ہے اور یہ تمام واقعات احادیث میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ ایک نو برس کی کمسن لڑکی کا حلیہ ہے یا سولہ برس کی پوری جوان عورت کا؟ [دیکھو مسند طیالسی ص ۲۰۵ اور دارمی ص ۲۹۲]

افک کا واقعہ ۵ھ کا ہے، اس وقت جمہور محدثین ومؤرخین کے نزدیک وہ بارہ یا تیرہ برس کی تھیں اور مولانا محمد علی کے حساب سے ۱۹ برس کی ہوں گی۔ واقعہ افک کے بیان میں (بخاری) ان کی لونڈی بریرہ اور وہ خود اپنی نسبت دوجگہ جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ ''کمسن چھوکری'' کہتی ہیں۔ عربی جاننے والوں سے سوال ہے کہ ''جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ'' کا مصداق بارہ تیرہ برس کی لڑکی ہوگی یا انیس برس کی عورت؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ وَ اَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَمْ اَقْرَءْ كَثِيْرًا مِنَ الْقُرْاٰنِ (بخاری) ''میں کم سن چھوکری تھی زیادہ قرآن نہیں پڑھی تھی۔'' یہ عذر بارہ تیرہ برس کی لڑکی کی زبان سے درست ہوگا یا انیس برس کی عورت کی زبان سے۔

آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے ان کی رخصتی کا پورا منظر سنا کر اس بحث کو ختم کرتا ہوں، فرماتی ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری (ص ۵۵۱) وصحیح مسلم کتاب النکاح وسنن دارمی (ص ۲۹۳)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com